وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

مقبول بارگاہ نبوی ﷺ

رحمتِ کائنات

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق لکھی جانے والی
پہلی مدلل اور جامع کتاب

تالیف:

امام الزاہدین والعارفین، قطب عالم
حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

مقبول بارگاہ نبوی ﷺ

رحمتِ کائنات ﷺ

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق لکھی جانے والی
پہلی مدلل اور جامع کتاب

— مرتبہ —

امام الزاہدین والعارفین قطب عالم
حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

دار الارشاد
خانقاہ مدنی، مدینہ مسجد اٹک شہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت قاضی زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: یکم رفروری ۱۹۱۳ء ...... وفات: ۱۳ رمئی ۱۹۹۷ء

قبلہ حضرت قاضی زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ چھچھ ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا اور ان کے دل وجان سے عاشق صادق تھے۔ اٹک شہر میں خانقاہ مدنی قائم کی، مسجد کا نام مدنی مسجد، محلہ کا نام مدنی محلہ رکھا۔ پاکستان میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کے انکار کا فتنہ کھڑا ہوا، تو آپ نے رحمت کائنات ﷺ نامی کتاب لکھی حق تعالیٰ نے اسے قبولیت سے نوازا۔ بیسوں ایڈیشن شائع ہوئے۔ کتاب بہت ہی مدلل مبرہن لکھی۔ کہیں تلخی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس مجموعہ میں اس کتاب کو شامل اشاعت کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ (ناشر)

رحمت کائنات رحمت مہداۃ ﷺ کے حضور میں

ربیع الاول ۱۳۷۷ھ بمطابق نومبر ۱۹۵۷ء ایبٹ آباد اپنے سکونتی مکان میں شام کا کھانا کھا کر قبل از نماز عشاء چار پائی پر لیٹا ہوا تھا کہ: ''بین النوم و الیقظۃ'' (نیم خوابی) کی حالت میں جمال رحمت دو عالم ﷺ سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے مضمون کو میں نئی ترتیب دے رہا ہوں تا کہ اس کو انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں پیش کروں۔''

پیش لفظ

(انیسواں ایڈیشن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم، امابعد!

خدائے وحدہ لاشریک نے انسانیت کی ہدایت کاملہ کے لئے دین کامل، عبد کامل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے امت تک پہنچایا۔

جس طرح اس شریعت مطہرہ پر عمل کرنے اور عقائد کو بلا چون و چراں دل سے تسلیم کرنے والے، رب العالمین کے مقبول بندے بن گئے۔ اسی طرح اس روشن اور پاکیزہ تعلیمات نبوی میں شکوک وشبہات پیدا کر کے بعض بدقسمت و بدنصیب راہ حق سے بھٹک گئے۔ امت کے ایک اجماعی عقیدہ حیات بعد الموت میں بھی بعض لوگوں نے اپنی عقل کی پیروی کرتے ہوئے اسلاف اور اکابر امت سے اختلاف کیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس امام الزاہدین مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی نور اللہ مرقدہ کو ایسی توفیق عطاء فرمائی کہ آپ نے حیات الانبیاء علیہم السلام کے پاکیزہ موضوع پر قلم اٹھا کر قیامت تک اس عقیدہ کا تحفظ فرما دیا۔

یہ مبارک تصنیف واقعی مقبول بارگاہ نبوی ہے۔ اب آپ کے ہاتھوں میں اس کتاب کا یہ انیسواں ایڈیشن ہے۔ کتاب شائع ہوتی ہے اور عشاق اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں۔

اس مبارک کتاب کی اس اشاعت کے لئے ہمارے حضرت رحمہ اللہ کے مرید اور مخلص ساتھی جناب حاجی مہابت خان صاحب نے تعاون فرمایا ہے۔ دعاء ہے اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کے اس صدقہ جاریہ کو قبول فرمائیں اور اس کا ثواب ان کے عزیز بھتیجے محسن اعوان کو پہنچائیں اور اس کی قبر جنت الفردوس میں بنا دیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ!

احقر العباد قاضی محمد ارشد الحسینی
خانقاہ مدنی اٹک شہر
۱۱ر فروری ۲۰۱۶ء/ ۱۳ر جمادی الاول ۱۴۳۸ھ

دیباچہ
(طبع اوّل)

(یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

احقر عرصہ دراز سے یہ سوچتا رہا کہ قرون اولیٰ میں جب کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت مقدسہ کے اجلاس وجلوس نہ ہونے کے برابر تھے اور سیرت کے متعلق تصانیف کی اشاعت بھی محدود تھی مگر ان مبارک ایام میں آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ پر عمل زیادہ ہوتا تھا اور لوگ آپ ﷺ کی محبت میں سرشار رہا کرتے تھے، لیکن آج اس نشر واشاعت کے دور میں جب کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت مقدسہ دنیا کی تمام مروجہ زبانوں میں شائع ہو چکی ہے اور اکثر ادارے مفت تقسیم کا ثواب حاصل کر رہے ہیں۔ مگر عملی حیثیت سے یہ حال ہے کہ بعض مسلمانوں کے ہاں تو آپ ﷺ کی زندگی کے حالات پر مشتمل کوئی صحیح اور یقینی مجموعہ موجود ہی نہیں (جیسا کہ منکرین حدیث کا نظریہ ہے) اور کئی مسلمان عملی طور پر حضور ﷺ کی پیروی سے محروم ہیں۔

آخر اس عملی روگردانی اور کوتاہی کی وجہ کیا ہے؟ کافی سوچ اور غور وفکر کے بعد احقر کے ذہن میں یہ بات آئی کہ گزشتہ زمانہ میں حسبِ ارشادِ قرآن کریم: وتوقروہ۔[1] (الفتح ۴۸:۹)

آنحضرت ﷺ کی عظمت عین ایمان تھی اور آج بعض حلقوں میں رسول کریم ﷺ کو زیادہ سے زیادہ ایک کامیاب فاتح ایک مقنن ایک مصلح یا ایک پیغام لانے والے کی حد تک سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ ﷺ تمام مخلوق سے ہر لحاظ سے اعلیٰ اور اشرف اور ممتاز ہیں۔

جیسا کہ سید احمد بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنے طریقۂ سلوک وبیعت کا نام ''محمدی'' رکھا تھا جس پر ایک ناواقف نے اسی طرح اعتراض کر دیا تھا، اس کا جواب حضرت مولانا کرامت علی جونپوری خلیفہ حضرت بریلوی نے مفصل اور مدلل دیا تھا آپ نے فرمایا: ''سب طریقوں کی نسبت آخر کو حضرت محمد ﷺ تک پہنچتی ہے حقیقت میں سب طریقے محمد یہ ہیں۔'' (ذخیرۂ کرامت حصہ دوم ص ۲۷۷)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کریم نے اپنی محبت اور آنحضرت ﷺ کی محبت، اپنی رضامندی اور آنحضرت ﷺ کی رضامندی، اپنی اطاعت اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو ایک چیز قرار دیا ہے۔

''قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ

[1] اس آیت شریفہ میں یہ ضمیر جناب رسول کریم ﷺ کی طرف بھی راجع ہے اور یہی قول مفسرین اہل سنت والجماعت کا ہے۔ (ترجمہ) اور تم ادب کرو اس (رسول ﷺ) کا۔ (ف، نمبر ۲) عظمت رسول کریم ﷺ کے خلاف بعض حلقوں کی طرف سے ایسی ارادی یا غیر ارادی طور پر بد وجہد کی جارہی ہے کہ اپنے آپ کو محمدی کہلانا بھی برداشت نہیں کیا جاتا اور ہر اس آیت کی تاویل بعید بلکہ تحریف معنوی کی جارہی ہے جس سے رفعت شان محمد ﷺ ثابت ہے اور ہر اس حدیث کو موضوع یا ضعیف قرار دیا جاتا ہے جو صاحب وحی ﷺ کی امتیازی شان ثابت کرتی ہے اور سید دوعالم ﷺ کو محض ایک مبلغ یا داعی کی حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے جس میں کوئی ممتاز بشری اوصاف نہ ہوں۔ احقر کی ایک کتاب ''با محمد باوقار'' میں ایسے خطرناک امور کی نشاندہی کر کے آیات اور احادیث کا وہی معنی ثابت کیا گیا ہے جو خود صاحب وحی ﷺ نے سمجھا اور جو خیر امت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھایا۔ یہ کتاب طبع ہو گئی ہے۔

بأمرہ (التوبۃ: ۲۴) ''آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ بیٹے بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیاں جو پسند رکھتے ہو، تم کو عزیز ہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو اس وقت کا کہ اللہ اپنا عذاب لے آئے۔

''وَاللّٰہُ وَرَسُولُہٗ أَحَقُّ أَن یُرْضُوہُ (التوبۃ: ۶۲) '' اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو لوگ راضی کریں۔ آیات مذکورہ بالا میں ایک ہی ضمیر دونوں (اللہ عز اسمہٗ و محمد رسول اللہ ﷺ) کی طرف راجع ہے، اسی طرح ایک آیت میں جناب رسول کریم ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

''إِنَّ الَّذِینَ یُبَایِعُونَکَ إِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ أَیْدِیهِمْ (الفتح: ۱۰) '' جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے، اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھوں کے۔

اس کے برعکس خداوند کریم اور رسول کریم ﷺ کی مخالفت کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''وَمَن یُشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ فَإِنَّ اللّٰہَ شَدِیدُ الْعِقَابِ (الانفال: ۱۳) '' اور جو کوئی مخالف ہو اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا تو اللہ کی مار سخت ہے۔ ''إِنَّ الَّذِینَ یُحَادُّونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ أُولٰئِکَ فِی الْأَذَلِّینَ (المجادلہ: ۲۰) '' جو لوگ مخالف ہوتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے وہ لوگ ہیں سب بے قدر لوگوں میں۔ ''وَمَن یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ فَإِنَّ لَہٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِینَ فِیهَا أَبَداً (الجن: ۲۳) '' اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا، سو اس کے لئے آگ ہے دوزخ کی، ہمیشہ رہیں گے اس میں۔''

ان تمام آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کریم کا احترام اور آنحضرت ﷺ کے احترام کی ایک ہی وجہ ہے، امت کے لئے آپ ﷺ کے سواء اور کوئی راستہ اور ذریعہ ایسا نہیں جس پر چل کر دربار خداوندی تک پہنچ سکے۔ صرف ذات رسول اکرم ﷺ ہی خداوند کریم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ کریم نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنے اوامر و نواہی اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام فرمایا ہے۔ اس لئے ان امور میں اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اکرم ﷺ کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی۔ (الصارم المسلول ص ۴۱، ۴۲، امام ابن تیمیہ)

اس لئے اس سچی تڑپ کے پیش نظر کہ دنیا میں آنحضرت ﷺ کے اس مقام عالی کو پھر آشکارا کیا جائے جو آپ ﷺ کو رب العالمین کی طرف سے حاصل ہے جس فضل عظیم اور رفع ذکر سے قرآن کریم نے آپ ﷺ کو نوازتے ہوئے فرمایا: ''وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیماً (النساء: ۱۱۳) '' اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔

''ورفعنا لک ذکرک (الم نشرح: ۴) '' اور ہم نے آپ ﷺ کے لئے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر رسول اکرم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھی تو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا آپ ﷺ کا بھی ذکر ہوگا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کریم نے آپ ﷺ کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے حضور کہا:

وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

خداوند تعالیٰ نے اپنے اسم پاک سے محمد ﷺ کا نام نکالا، عرش کا مالک محمود اور یہ محمد (ﷺ) ہیں۔ (تفسیر خازن)

یہ کتاب رحمت کائنات تحریر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں۔ آمین!

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ المخلصین الَّذین قال فی حقھم سلام علی المرسلین خصوصاً علی امام الانبیاء والمرسلین الَّذی بعثہ الی النَّاس الی یوم الدین وعلٰی اٰلہ واصحٰبہ الَّذین صار وا اکرم الخلائق بعد النبیین برویۃ جسدہٖ بعین الیقین والرحمۃ السابغۃ والبرکۃ الکاملۃ علی السعداء الَّذین بَرَدِ سلامہ صار وا امشرفین اٰمین یا احسن الخالقین''

شروع اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت ہی مہربان اور رحم وکرم والا ہے۔ ساری کائنات اُسی کی رحمت سے پیدا ہوئی اور ساری نعمتیں اسی نے انسانوں کو عطاء فرمائیں۔ مگر سب سے بڑی وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطاء فرمائی وہ رحمتِ مہدات ہے (ﷺ) جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہدیہ اور تحفہ کے طور پر عطاء فرمائی۔ ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ضروری ہے۔ اس لئے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رب العٰلمین'' تمام حمد وثنا اس اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اسی کے نظام تربیت کے تحت بدن کی تربیّت سے ضروری اس روح کی تربیت ہے جس سے انسانی جوہر نمایاں ہوتا ہے اور اس نظام تربیت کی تعلیم کے لئے جن پاکیزہ محترم انسانوں کو مبعوث فرمایا ان پر ''والصلٰوۃ والسلام علی عبادہ المخلصین'' رحمت کاملہ اور سلام نازل ہوتا رہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں میں سے ایک مقصد عظیم کے لئے چن لیا ہے اور ان کے لئے سب انسانوں کو حکم دیا ہے کہ ''قال فی حقھم سلام علی المرسلین'' ان مقتدر پاک بازوں پر ہمیشہ سلام پڑھتے رہو جب تک دنیا آباد ہے۔ ان پر سلام کہتے رہو مگر اس ذات عالی صفات پر خصوصاً علی امام الانبیاء والمرسلین جو کہ سب رسولوں اور نبیوں کے امام ہیں جس کا عملی مظاہرہ شب معراج بیت المقدس میں کرایا گیا ہے اور ان کی رسالت اس وقت تک رہے گی جب تک ''الذی بعثہ الی کافۃ لِلنَّاس الی یوم الدین'' انسان اس کرۂ ارضی پر آباد ہیں اور جب تک شمس وقمر کا طلوع ہوتا رہے گا اور کامل رحمت اور برکت نازل ہوتی رہے گی۔ ''وعلٰی اٰلہٖ واصحابہ الذین صار وا اکرم الخلائق بعد النبیین'' آپ کے گھرانے اور ان ساتھیوں پر جن کا درجہ عظمت اور فضیلت میں انبیاء علیہم السلام کے بعد مخصوص اور متعین ہے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے رُخِ پُر جمال حضور پُر نور ﷺ کا شرف حاصل کیا اور ان سعادت مندوں پر بھی کامل رحمت اور برکت کا نزول ہوتا رہے جو درود شریف میں اور روضہ عالی کے پاس حاضر ہو کر سلام پیش کرتے ہیں اور حضور انور ﷺ کے جواب باثواب سے مشرف ہوتے ہیں۔ ''والرحمۃ السابغۃ والبرکۃ الکاملۃ علی السعداء الَّذین بَرَدِ سلامہ صار وا امشرفین'' آمین! ہماری اس دعا اور درخواست کو قبول فرما۔ اے وہ ذات عالی جو کہ سب سے بہترین پیدا کرنے والی ہے بلکہ تو ہی خالق ہے اور اگرچہ تیری ہر مخلوق حسین ہے مگر جسے تو نے سب کے لئے اپنی قدرت کاملہ کا عظیم شاہکار بنا کر مبعوث فرمایا اور جس کے پیروکاروں کو بھی اپنا محبوب ہونے کی بشارت دی، اس پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ ہم گنہگاروں کی طرف سے پیش فرماتا رہ۔

اسی سراج منیر کی روشنی قیامت تک جلوہ افروز رہے گی اور اسی روشنی میں منزل مقصود (رضائے الٰہی) تک رسائی ہو سکے گی، جس کا اعلان آج دنیا میں تقریباً ایک ارب انسان ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی نداء پُرضیاء سے کررہے ہیں کہ جب تک اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کی الوہیت پُرجلال ہے وہاں تک اور وہیں وہیں محمد ﷺ کی رسالت پُرجمال ہے اور رہے گی اور اسی نبوت کاملہ اور رسالت دائمہ کا اعلان روزانہ ہر وقت لیل ونہار برّ وبحر میں شہادتین کے اظہار میں کیا جاتا ہے کہ ہر مؤذن اذان میں جس طرح توحید باری کی شہادت کا اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت ہمیشہ رہے گی، اسی طرح وہ رسالتِ سیدِ دوعالم ﷺ کی شہادت کا بھی اعلان کرتا ہے کہ آپ جس طرح چودہ سو سال پہلے رسول تھے آج بھی رسول ہیں۔ (ﷺ) ہر سننے والا مسلمان اسی اذان کی قولی اجابت ان کلمات میں کرتے ہوئے اپنے ایمانِ کامل کا اظہار کرتا ہے کہ: ''نبی اللہ حیٌ'' اللہ تعالیٰ کا نبی آج بھی زندہ ہے۔ نبی رحیم ﷺ نے امت کو اپنے ساتھ تعلق قائم رکھنے کے لئے کلمہ شریف اور درود شریف زیادہ پڑھنے کا حکم فرمایا، تاکہ اُمت کا تعلق ہر وقت سیدِ دوعالم ﷺ کے ساتھ قائم اور استوار رہے۔ امت کو درود شریف پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تم جب میرے قریب پڑھو گے تو میں خود سنوں گا اور اس کا جواب دوں گا اور دور سے پڑھو گے تو مجھے فوراً پہنچا دیا جائے گا۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ جب آپ دنیا میں رونق افروز ہیں تو ہم جو قُرب سے مشرف ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں مگر وہ جو دور ہیں یا جب آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو پھر یہ مبارک اور ضروری ربط اور جوڑ کس طرح رہ سکے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے روح کی طرح میرا بدن بھی قبر میں سلامت رہے گا، تمہارا صلوٰۃ وسلام نہ صرف میرا روح سنے گا بلکہ یہ مبارک کان بھی سنیں گے اور جس طرح تم اس دنیا میں میرے جواب کا شرف حاصل کرتے ہو میرے اس دنیا سے بہترین زندگی کی طرف چلے جانے کے بعد بھی سلام کے جواب سے مشرف ہوتے رہو گے۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ وکرمہ چودہ سو سال سے یہ سلسلۂ ربط اور تعلق سعادت مندامت کا قائم ہے اور قائم رہے گا جس پر امت کا عمل تواتر اور توارث کے ساتھ قائم ہے۔

آج سے تقریباً ستر (۷۰) سال پہلے بعض ان لوگوں نے جو نور بصیرت سے محروم تھے اور عقیدت سے بھی محروم تھے، اس مقدس اور بابرکت ضروری ربط کو توڑنے کی ناکام کوشش یوں کی کہ کبھی تو درود شریف کی فضیلت کا انکار کر دیا اور ان صحیح متواتر روایات کو موضوع تک کہنے میں بھی باک نہ سمجھا اور پہلے دبی زبان میں اور اب کھل کر یہ ہانکنا شروع کر دیا ہے کہ روضۂ اطہر میں اگر جسدِ مبارک سلامت ہے بھی تو پھر قوت سماع اس میں موجود نہیں اور اسی کو کمالِ توحید سمجھا۔

اس گنہگار اُمتی نے ان کے دبے ہوئے ارادے کو ان کی تقریر اور تحریر کی طرز سے جو سراپا گستاخی پر مبنی تھی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بھانپ لیا اور اس عقیدۂ حیات النبی ﷺ پر مضامین لکھنے شروع کئے جو دوسرے علمی رسائل کے علاوہ ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند میں بھی شائع ہوتے رہے۔ ساتھ ہی رحمت خداوندی سے ایک کتاب بہ نام ''رحمت کائنات'' لکھی (جس کا یہ بارھواں ایڈیشن ہے) اس مبارک نام کی سب سے پہلی یہی کتاب شائع ہوئی

جو چھوٹے سائز کے صرف ۸۸ صفحات پر مشتمل تھی مگر اس کی قبولیت کا یہ عالم تھا کہ جلیل القدر علما کرام اور اولیا عظام نے اپنی دعاؤں سے نوازا اور اس کے مطالعہ کو باعث ازدیادِ ایمان اور حب نبوی (علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) کے اضافہ کا سبب قرار دیا۔ رات کی خلوتوں میں اس کے مطالعہ سے سرور ایمانی اور روحانی لذت حاصل کرنے کے لئے اسے اپنے قرب سے نوازا۔ جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتیٔ اعظم اور پاکستان کے مفتی اعظم، مفسر قرآنِ عزیز حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہٗ کے بارہ میں ان کے خلف الصدق مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم نے اپنے ایک گرامی نامہ میں فرمایا: ''آنجناب کی کتاب رحمت کائنات احقر نے سب سے پہلے اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کے سرہانے اس وقت دیکھی تھی کہ جب اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا اور کافی دنوں تک وہ حضرت والد صاحب کے سرہانے رکھی رہی اور وقت ملنے پر وہ اس کا مطالعہ فرماتے تھے، احقر کو اسی وقت سے آنجناب سے عقیدت اور محبت کا تعلق ہے۔'' (مولانا مفتی) محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۹ر ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ/ یکم رمئی ۱۹۹۳ء

اس مبارک کتاب کی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا اور اہل ایمان اور اصحاب ایقان کی طلب زیادہ سے زیادہ ہوتی رہی۔ چنانچہ اب اس کا گیارھواں ایڈیشن بھی ختم ہو رہا ہے اور اب بارھواں ایڈیشن نور افزاء ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید مقبولیت سے نوازے اور اس گنہگار امتی کی مغفرت اور شفاعتِ رؤف ورحیم کے لئے قوی ذریعہ بنائے۔ آمین!

روز قیامت ہر کسے در دست دارد نامہ ۔۔۔ من نیز حاضر مے شوم اوراق رحمت در بغل

''قیامت کے دن ہر آدمی اپنا اپنا نامۂ اعمال تھامے ہوئے حاضر ہوگا اور یہ گنہگار رحمت کائنات کے اوراق بغل میں دبائے ہوئے حاضر ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!'' احقر العباد: قاضی محمد زاہد الحسینی

ف ۱: یہ مقدمہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم مبارک سے طباعت بارہم کے لئے لکھا تھا، اسے من وعن نئی طباعت میں شامل کر رہے ہیں۔

ف ۲: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے مقدمہ برائے اشاعت ہشتم انتہائی ضروری امور پر مشتمل ہے، اس لئے اسے بھی شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ احقر العباد: قاضی محمد ارشد الحسینی

مقدمہ

برائے آٹھویں اشاعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔اَمَّا بَعْدُ!

احقر نے آج سے تقریباً چالیس سال پہلے دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دارالعلوم میں ایک پاکیزہ مضمون بہ عنوان ''سیرت مقدسہ کا اعجازی پہلو'' لکھا جو کئی اقساط میں شائع ہوا، اس عنوان کی تشریح یہ تھی کہ: ''جو سعادت مند سید دو عالم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا وہ یقین کرے کہ اس نے سید دو عالم ﷺ ہی کو خواب میں دیکھا۔'' اور یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ اس پر کئی واقعات بطور دلائل کے پیش کئے گئے۔ اس مضمون کو ہر مسلمان نے (جسے رسالہ کے مطالعہ کی سعادت ملی تھی) نہ صرف پسند کیا بلکہ اس کے بارہ میں حُبِ رحمت دو عالم ﷺ کے زیادہ ہونے کو محسوس کیا۔ مگر بعض لوگوں نے متواتر اور متوارث عقیدہ کے خلاف زبانی اور تحریری طور پر تنقیدی طرز اختیار کیا۔

اسی عرصہ میں جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ میں ایک مقرر صاحب نے اپنی تقریر میں کچھ اس طرح کہہ دیا کہ: ''رسول کریم ﷺ اسی طرح فوت ہو چکے ہیں جس طرح باقی انسان فوت ہو جاتے ہیں۔ روضہ اقدس پر سلام کہنے والے کا سلام نہیں سنتے۔ وغیرہ!''

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ جامعہ خیر المدارس کے مہتمم استاذ العلماءؒ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری (نور اللہ مرقدہٗ) نے اسی جلسہ ہی میں اعلان فرمایا کہ: ''یہ عقیدہ مسلک علماء دیوبند کے خلاف ہے، اس لئے کہ ان کے ہاں سید دو عالم ﷺ کو برزخ میں جسمانی حیات حاصل ہے اور وہ قبر مبارک کے قریب سلام کہنے والے کا سلام سماع فرماتے ہیں۔''

احقر نے اس امر کی تصدیق کے لئے حضرت کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا تو حضرت نے مندرجہ ذیل جواب ارشاد فرمایا: ''آپ کی شنید صحیح ہے، آپ کا تاثر میرے قلب کی ترجمانی ہے۔'' (گرامی نامہ محررہ ۸/محرم ۱۳۷۷ھ)

احقر نے ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند ہی میں اسی موضوع کی تشریح میں اس عقیدہ کو مدلل طور پر تحریر کیا جو کئی اقساط میں شائع ہوتا رہا۔ دوسری جانب معاندین نے بھی دارالعلوم دیوبند کی آڑ میں اس عقیدہ کی مخالفت میں مضامین لکھنے شروع کر دیئے جس سے ملک بھر میں دارالعلوم دیوبند کے متعلقین میں شدید اضطراب پیدا ہوا اور انہوں نے ''دارالعلوم'' دیوبند کو صحیح مسلک کی وضاحت کے لئے کئی خطوط لکھے۔ چنانچہ ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند کے مدیر اعلیٰ حضرت علامہ انور شاہ رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند علامہ سید محمد ازہر شاہ رحمہ اللہ نے احقر کو مندرجہ ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا: ''متعدد خطوط مضمون کے لئے لکھ چکا ہوں اس درجہ اصرار کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ پڑھنے والوں کی طرف سے مضمون کا تقاضا ہے۔'' (مؤرخہ ۲۶/اگست ۱۹۵۷ء)

چنانچہ احقر نے اسی موضوع پر مزید کئی اقساط لکھ کر "دارالعلوم" کے لئے بھیجیں جو نہ صرف شائع کی گئیں بلکہ اس مضمون کو مسلک حقہ کا ترجمان سمجھ کر شائع کیا گیا جسے اساتذہ دارالعلوم دیو بند کی ایک مجلس خصوصی نے منظور فرمایا۔ جیسا کہ حضرت علامہ سید محمد ازہر شاہ صاحب مرحوم ایڈیٹر ماہنامہ "دارالعلوم" نے ارشاد فرمایا: "نحمدہ ونصلی" مسئلہ حیات النبی ﷺ پر پاکستان کے اہل علم حضرات میں یہ بحثیں چل رہی ہیں۔ حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیو بند کے پاس پچھلے دنوں پاکستان سے بہت سے حضرات نے خطوط لکھے اور درخواست کی کہ حضرت موصوف اس مسئلہ پر اکابر دیو بند کے مسلک کی وضاحت فرمائیں۔ اکابر علماءِ دیو بند ان خطوط اور مسئلہ مذکور پر غور کر رہے تھے کہ رسالہ "دارالعلوم" کے لئے محترم مکرم مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی زید مجدہٗ کا مضمون پہنچا جس میں اس مسئلہ کو کمال محبت وعقیدت اور تحقیق علمی کے ساتھ بیان کیا گیا تھا۔ اساتذہ دارالعلوم کی ایک مجلس میں حضرت قاضی صاحب کا یہ مضمون پڑھا گیا اور سب نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ یہ مضمون مسلک اور علمی تحقیق کے اعتبار سے کافی وشافی ہے، اسی کو رسالہ "دارالعلوم میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ بزرگان دیو بند کا مصدقہ یہ مضمون رسالہ "دارالعلوم" میں شائع ہوا اور دور دور سے اہل علم اور ذی فہم حضرات نے اس مضمون کی تعریف وتوصیف میں خطوط رسالہ "دارالعلوم" کو لکھے۔ (سید محمد ازہر شاہ قیصر)

اگر چہ اس عقیدہ پر رسالہ "دارالعلوم" دیو بند میں یہ مضمون باقاعدہ شائع ہوتا رہا مگر برِ صغیر کی تقسیم کی وجہ سے یہ ماہنامہ بہت ہی کم تعداد میں صرف اہل علم حضرات تک پہنچتا تھا، اس لئے عام احباب کی طرف سے اسے مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کرنے کی رائے کا اظہار کیا گیا تو احقر نے پہلی بار رحمت کائنات کے مبارک نام سے صرف ۸۷ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ شائع کیا جو صرف چند دنوں میں ختم ہو گیا۔ اس کے بعد بحمد اللہ اس مبارک کتاب کے کئی ایڈیشن طبع ہوئے جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اب یہ نئی اشاعت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی حسب سابق شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین!

ایک گنہگار مگر سعادت مند اُمتی

قاضی محمد زاہد الحسینی

جمادی الاوّل ۱۴۱۳ھ/نومبر ۱۹۹۲ء

رحمت کائنات ﷺ کا تعارف رب کائنات کے ارشاد میں

''وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (الانبیاء:۱۰۷)'' اور ہم نے آپ ﷺ کو سب جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

رحمتِ کائنات ﷺ کا تعارف اپنے ارشادات میں

''الاوَ اَنَاحَبِیْبُ اللهِ وَ لَافَخرَ وَ اَنَاحَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَحْتَهٗ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ وَ لَافَخرَ وَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَ اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ'' (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ)

''یاد رکھو میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں (اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں) اور میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا جھنڈا قیامت کے دن اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے آدم اور اولاد آدم ہوگی (اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں) اور میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں ہی وہ ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔''

''وَ مُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ'' اور محمد ﷺ پر ایمان لانا ہی کافر اور مسلمان کے درمیان حدِ فاصل ہے۔

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ)

''انا نبی الرحمة انا رسول الرحمة'' میں رحمت کا نبی ہوں، میں رحمت کا رسول ہوں ﷺ۔

''انا اکرم الاوَّلین و الآخرین علی اللهِ و لافخر'' میری عزت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب پہلے اور پچھلے لوگوں سے زیادہ ہے اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں۔

''و اُرسِلتُ الی الخلقِ کافةً و ختم بی النبیون'' اور مجھے سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور میرے آنے سے سب نبی ختم کر دیئے گئے۔

''اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ'' میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جو اس نے مخلوق کو عطاء کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے اپنی نبوت کاملہ، خاتمہ کا یوں تعارف فرمایا: ''مابین السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ احدٌ الّا یعلمُ انی رسولُ اللهِ الّا عاصی الجنِّ وَ الانس'' زمین و آسمان کی ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں مگر نافرمان جن اور انسان (نہیں جانتے) ﷺ۔ (سنن دارمی ج ۱ ص ۱۱)

ارشاد عالی میں فرمایا: ''اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللهُ بِیَ الْکُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ علی قدمی وَ اَنَا الْعَاقِبُ وَ الْعَاقِبُ الَّذِیْ لیس بعدہ نبی'' میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں مٹانے والا ہوں (اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا) اور میں حاشر ہوں (سب لوگ میرے قدموں پر اکٹھے کئے جائیں گے) اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) (بخاری و مسلم)

رحمتِ دو عالم ﷺ کے حضور

وارث علوم نبوت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند کا غلامانہ ہدیہ عقیدت

تو فخرِ کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں
امیر لشکرِ پیغمبراں شہ ابرار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی
تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود
بجا ہے اگر تم کو کہئے مبدء الآثار
لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا
اگر وجود نہ ہوتا تمہارا آخر کار
سما سکے نہ تیری خلوت میں کب نبی و ملک
خدا غیور تو اس کا حبیب اور اغیار
کہاں بلندیٔ طور اور کہاں تیری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین و آسماں ہموار؟

کتاب کے مضمون کا خلاصہ

☆...... موت فنا کا نام نہیں بلکہ ہر مرنے والا دوسری زندگی میں منتقل ہوجاتا ہے جس کا نام برزخ ہے۔ یعنی (پردہ) وہ زندہ لوگوں کو نظر نہیں آتا مگر زندہ ہوتا ہے، جیسا کہ سورۃ آل عمران میں فرمایا کہ شہید زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔

☆...... عام انسان اسی برزخ میں قیامت تک رہیں گے۔ (المؤمنون:۱۰۰) مگر بعض سعادت مند ادھر فوت ہوئے، اُدھر جنت میں چلے گئے۔ جیسا کہ (یٰسین:۲۶) میں ایک سعادت مند کا ذکر ہے کہ اسے اسی وقت جنت میں داخل کردیا گیا اور بعض بدبخت سیدھے دوزخ میں چلے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کافر قوم ادھر ڈوبی اور ادھر آگ میں داخل کردی گئی۔ (نوح:۲۵)

☆...... عام انسانوں کے یہ دنیاوی بدن گل جاتے ہیں، ہڈیاں ہوجاتے ہیں یا بعض بدبخت جلا کر راکھ بنادیئے جاتے ہیں، مگر ان کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے تاکہ عذاب کو محسوس کریں۔

☆...... بعض سعادت مندوں کے یہ بدن سلامت رہتے ہیں اور روح کا تعلق ان کے ساتھ رہتا ہے تاکہ جنت میں ملنے والی نعمتوں کا لطف اٹھائیں، سلام کہنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔

☆...... تمام انبیاء علیہم السلام کے بدن اسی طرح سلامت ہیں اور ان کے روح کا تعلق بہت زیادہ ان کے ساتھ ہے، ان پر سلام کہنا ضروری ہے اور ان کو زندہ سمجھنا ضروری ہے۔

☆...... امام الانبیاء ﷺ روضۂ اقدس میں آج بھی زندہ ہیں، آپ ﷺ کو آج بھی اُسی طرح اللہ تعالیٰ کا رسول ماننا ضروری ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے ضروری تھا۔ کلمہ طیبہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کا معنی آج بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ہر مؤذن آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دے کر گویا یہ اعلان کرتا ہے کہ آپ آج بھی رسول ہیں۔

☆...... ہر اس مسلمان کے لئے جو طاقت رکھتا ہو یہ واجب ہے کہ مدینہ منورہ جا کر روضۂ اقدس کی زیارت کرے۔

☆ ...... جو سعادت مند روضۂ اقدس کے پاس آپ ﷺ پر سلام پڑھتا ہے، حضور انور ﷺ خود سنتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں جسے بعض سعادت مند سن بھی لیتے ہیں۔

☆ ...... آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا آپ کے ساتھ عشق اور محبت کی علامت ہے، جہاں بھی کوئی درود شریف پڑھتا ہے، اس کے نام کے ساتھ خدمت اقدس میں فوراً پہنچا دیا جاتا ہے اور اسے قیامت میں آپ کا قرب حاصل ہوگا۔

☆ ...... جس خوش بخت کو سید دو عالم ﷺ کی زیارت خواب میں یا عالمِ مثال میں ہو جائے، وہ یقین کرے کہ اسے آپ ہی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اور جو آپ فرمائیں اسے حق سمجھے۔

''وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَھُوَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم''

رحمت کائنات ﷺ اکابر علمائے اُمت اور صلحائے ملت کی نظر میں

(۱) دورِ حاضر کے امام الاولیاء صاحب کشف و کرامات قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا:

مخدومی و مکرمی قاضی محمد زاھد الحسینی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے رحمتِ کائنات میں رحمۃ للعالمین علیہ السلام کے مزار مقدس کے اندر حضور ﷺ کے جسد عنصری میں بعینہٖ دنیاوی زندگی کی طرح روح کا موجود ہونا ثابت کیا ہے اور اس پاکیزہ مقصد کے ثبوت میں آپ نے احادیث، آثار، اقوال سلف اور خلف اور برزخی واقعات کا ایک عجیب مجموعہ جمع کر کے بے نظیر گلدستہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ میرا یقین ہے کہ اس مسئلہ میں حق تلاش کرنے والے کو اس گلدستہ سے یقین کامل ہو جائے گا کہ حضور انور ﷺ کی حیات طیبہ جیسی سطح زمین پر تھی، ویسی ہی مزار اقدس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس سعی بلیغ کی دارین میں جزاء خیر عطاء فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین!　　احقر الانام احمد علی عفی عنہ

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

(۲) مرشد العلماء حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

''احقر تو ان حضرات (حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ ہی ہے جو ان اکابر کا عقیدہ ہے، وہی احقر کا عقیدہ ہے۔ آپ اپنا عقیدہ علماء دیوبند ہی کا رکھیں یہی عقیدہ صحیح ہے۔'' ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ/ ۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء لاہور

(۳) بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

مکرم ومحترم مد فیوضکم بعد سلام مسنون! پیکٹ مرسلہ رحمت کائنات دو عدد پہنچ کر موجب منت ہوا حضرت اقدس رائے پوری دام مجدہم کے نام کا نسخہ حضرت کی خدمت میں اسی وقت پیش کر دیا۔ یہ ناکارہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل وکرم سے مساعی جمیلہ کو مثمر برکات بنائے اور دونوں جہانوں میں اس مبارک جدوجہد کی بہترین جزائے خیر اپنی شایان شان عطاء فرمائے۔ والسلام!　　(زکریا مظاہر العلوم ۳۰ رجمادی الثانی ۱۳۷۸ھ)

(۴) استاذ العلماء حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

رحمت کائنات ابھی پہنچی اور مطالعہ سے بھی فارغ ہوا مطالعہ کر کے دل خوش ہوا اور دعائیں دیں اللہ کریم آپ کو ایسی خدمات کے لئے تادیر سلامت رکھے۔ آمین! (۱۵/جون ۱۹۵۸ء)

(۵) مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ رحمت کائنات مصنفہ مولانا محمد زاہد الحسینی کا تقریباً پورا مطالعہ کیا حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ پر نہایت نافع اور مفید تحقیقات جمہور اہل السنۃ والجماعت کے عقیدہ کے مطابق جمع کردی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرماویں۔ مسئلہ کے متعلق تحقیقات کے ضمن میں آنحضرت ﷺ کے تاقیامت باقی رہنے والے فیوض وبرکات اور آثار حیات کا ذکر آیا ہے وہ خود ایک مفید مضمون ہے جس سے رسول اکرم ﷺ کی عظمت ومحبت مومن کے قلب میں بڑھتی ہے جو سرمایہ سعادت دنیا وآخرت ہے۔ (رزقنا اللہ تعالیٰ) مجھے بھی اس سے بڑا نفع پہنچا دل سے دعا نکلی۔

(بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دارالعلوم کراچی، ۱۴/ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ)

(۶) حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

رسالہ کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا۔ الحمدللہ! رسالہ کا ہر ہر حرف نبی کریم ﷺ کے ساتھ جناب کے عشق ومحبت اور اخلاص کا ترجمان نظر آتا ہے۔ مطالعہ کی برکت سے احقر اپنے قلب میں بھی محبت نبوی ﷺ میں ترقی واضافہ محسوس کرتا ہے۔ اللھم زد فزد! (۴/جون ۱۹۷۸ء)

(۷) حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کے تلمیذ رشید حضرت محمد انوری نے رحمت کائنات کے مطالعہ سے جو برکات حاصل کی ہیں، وہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہیں: ''عجب اتفاق ہے رحمت کائنات دیکھ رہا تھا۔ غالباً ۳/رمضان المبارک تھا، دوپہر کا وقت تھا، قیلولہ کیا۔ آنحضرت سرور کائنات ﷺ کی زیارت مبارک سے مشرف ہوا۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساتھ تھے۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت انس، حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہم) کا نام یاد رہ گیا ہے۔ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ کی تحقیق پر خوشی کا اظہار فرمایا اور بشارات سنائیں۔'' (محمد عفی عنہ ۱۶/رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ یوم الخمیس)

(۸) خطیب اسلام یادگار سلف مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو ''المھند'' وغیرہ میں بالتفصیل مرقوم ہے۔ یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام بجسدِ عنصری زندہ ہیں، جو حضرات اس کے خلاف ہیں۔ وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (محمد طیب مدیر دارالعلوم دیوبند حال وارد ملتان (پاکستان) ۴/ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ)

(۹) انہیں ایام میں جب احقر معتکف تھا تو استاذ محترم مولانا سید محمد بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں فرمایا: ''لوگ مرتے ہیں تو مرتے رہیں، آپ حیات پر لکھتے رہیں۔''

(۱۰) شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ گرامی قدر حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم

صدر جمعیۃ العلماء ہند و اُستاد حدیث دارالعلوم دیو بند

الحمد للّٰہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ الہٖ و أصحابہٖ أجمعین۔ أمّا بعد!

رحمۃ العالمین حضرت سیدنا محمد ﷺ کی سیرت مبارکہ کے ہر عنوان کا تذکرہ عبادت اور دارین کی سعادت مندی ہے۔ آپ ﷺ کی ذات عالی کے وصف کا تذکرہ اور پاسِ ادب امت پر آپ ﷺ کا حق ہے۔

حضور ﷺ کے اس عالم فانی سے پردہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ کے جسدِ مبارک کو عالم برزخ میں دنیوی برزخی حیات حاصل ہے۔ اس حیات مبارکہ پر اجماع اُمت ہے اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے آج تک علماء دیو بند کا یہی عقیدہ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیو بند سے نسبت کے مدعی اس عقیدہ سے نہ صرف منکر ہیں بلکہ اپنی صلاحیتوں کو اسی انکار کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔

پاکستان میں جب یہ فتنہ اٹھا تو علمائے دیو بند نے اس فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے۔ مخدومنا المکرم فاضل دیو بند شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی نور اللہ مرقدہٗ کو کہ انہوں نے اس فتنہ کا تعاقب کرتے ہوئے قلم اٹھایا اور ''رحمت کائنات ﷺ جیسی وقیع کتاب لکھی۔

کتاب ''رحمت کائنات ﷺ نہ صرف مسئلہ حیات النبی ﷺ پر ایک مدلل اور جامع کتاب ہے بلکہ اس کا مطالعہ حب نبوی ﷺ کی زیادتی کا ذریعہ ہے۔

اِس مبارک کتاب ''رحمت کائنات ﷺ'' کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ مؤلف کو مکاشفہ میں آنحضرت ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کے دربار میں اس کتاب کی مقبولیت کی خوشخبری سنائی۔

اس عظیم البرکات کتاب کا مطالعہ عوام وخواص کے لئے۔ بےحد مفید ہے کیونکہ اس سے عقیدۂ صادقہ کا تحفظ ہوگا۔

احقر بھی ارباب مدارس وخانقاہ اور تمام دینی و دیو بندی حلقوں سے گزارش کرتا ہے کہ چونکہ اس مذکورہ عقیدہ کا تحفظ مسلمات میں سے ہے، اس لئے تابمقدور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کا رد کریں۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ پر کتاب ''رحمت کائنات ﷺ'' اکابر وقت سے تائید وتحسین حاصل کر چکی ہے بلکہ کتابی صورت میں اشاعت سے پہلے مضامین کی صورت میں یہ کتاب دارالعلوم دیو بند کے ترجمان ''ماہنامہ دارالعلوم'' دیو بند میں بھی چھپتی رہی ہے۔

اب ''رحمت کائنات ﷺ'' کا انیسواں ایڈیشن حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی برکاتہم کی زیر سرپرستی زیور طبع سے آراستہ ہو رہا ہے۔ کتاب کی خوبصورت جلد اور عمدہ کتابت موصوف کے اعلیٰ دینی ذوق کی شاہد ہے۔ دل سے دعاء ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول فرمائے اور حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے لئے رفع درجات کا وسیلہ بنائے۔ آمین!

(۱۱) یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد اصلح الحسینی دامت برکاتہم (کراچی)

تلمیذ رشید حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فاضل دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد!

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ دورۂ حدیث میں میرے ساتھی ہیں۔ میں نے انہیں اس زمانہ سے علم وتقویٰ میں راسخ پایا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے جو تعلق اور عقیدت انہیں تھی وہ سب کو معلوم ہے۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے درس و تدریس اور دوسری دینی خدمات کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی اعلیٰ ذوق عطاء فرمایا تھا، ان کے قلم سے کئی محققانہ، علمی اور اصلاحی کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ ''رحمت کائنات'' ان کی مشہور اور مقبول عام کتاب ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ برزخیہ جسمانیہ کو قرآن، حدیث اور ائمہ اسلاف کی تحقیقات کی روشنی میں نہایت عمدہ اور محققانہ طریقہ سے ثابت کیا ہے یہ کتاب جہاں عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ثابت کرتی ہے، وہیں عقیدت سے مطالعہ کرنے والے کے دل کو حضور نبی کریم ﷺ کی محبت سے بھی سرشار کرتی ہے۔ دل سے دعاء ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ نافع فرمائیں۔ آمین! میں اس تقریظ کو اپنے لئے باعث نجات سمجھتا ہوں۔ محمد اصلح الحسینی، حال وارد دارالعلوم کبریاء، اسلام آباد

۲۰ رشوال ۱۴۳۴ھ/ ۲۷ راگست ۲۰۱۳ء

(۱۲) حضرت مولانا حافظ محمد طیب فیض آبادی دامت برکاتہم (دیوبند)

خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

الحمد للہ وحدہ و الصلوٰۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ

حضرت علامہ سید محمد زاہد الحسینی صاحب رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ کتاب ''رحمت کائنات'' نہایت آسان دلکش اسلوب بیان اور عاشقانہ انداز میں لکھی ہوئی کتاب ہے۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر عام فہم اور مدلل بحث کتاب میں ہے۔ اللہ پاک تمام مسلمانوں کو استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین) ضیوف الرحمٰن حجاج و معتمرین کرام اگر عازم سفر ہوتے ہی دو تین مرتبہ کتاب کو پڑھ کر، سن کر، مطالعہ کر کے، سفر شروع کریں اور کتاب کو اپنے ساتھ رکھیں۔ وقتاً فوقتاً اس مبارک سفر میں دیکھتے رہیں تو امید ہے کہ حب النبی ﷺ اور اللہ پاک سے سچے عشق کی بہت بڑی دولت حاصل کر کے وطن کی طرف واپس ہوں گے۔ ہم نے اس کتاب کو سنا یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ حیات انبیاء علیہم السلام کے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلاء ہیں۔ اگر وہ بھی بنظر انصاف کتاب کا مطالعہ کریں تو ازالہ شبہات میں تیر بہدف پائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

منتظر نظارے ہیں چشم خمار آلود کھول
اٹھ کلید فتح بن قفل در مقصود کھول

"والحمد لله اولاً و اخراً ظاهراً و باطنا والصلوٰة والسلام علىٰ سيدنا محمد المصطفىٰ واله المجتبىٰ واصحابه وازواجه والذين التبعوهم باحسان في الهدىٰ هذا ما امر بكتابة الحاج مولانا حافظ محمد طيب فيض آبادي زادمجده خليفه ومجاز حضرت شيخ الاسلام مولانا حسين احمد مدني (نور الله مرقده) رقمه بقلمه احقر الزمن العبد محمود حسن بلند شهري غفر الله له ولوالديه واحسن اليهما واليه خادم دار الافتائ دار العلوم ديوبند۔ (۱۰/جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ الموافق ۱۱/اپریل ۲۰۱۴ء یوم الجمعہ قبیل صلوٰۃ الفجر)

(۱۴) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ کا حیات النبی ﷺ پر یقین واعتماد

تحصیل لیاقت پور کے قصبہ اسلام پور میں شیعہ سنی کے درمیان مناظرہ ہونے والا تھا کہ اسی تاریخ کو امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی اس علاقہ میں تقریر کا اعلان ہوا جس میں شیعہ اور سنی بھی شریک ہو گئے۔ حضرت امیر شریعت نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: "میں جنگ لڑنے نہیں آیا اور نہ ہی مناظرہ اور مباحثہ کا قائل ہوں نہ برہان اور دلائل کے زور سے کسی کو کوئی بات منوانے کے لئے تیار ہوں۔ شیعہ حضرات سے صرف اتنا کہوں گا کہ دو چار آدمی اپنی طرف سے ایسے تیار کریں جو صالح فطرت ہوں۔ میں ان کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کو تیار ہوں۔ وہاں سرکار دو عالم ﷺ کے آستانہ مقدس پر عرض کیا جائے گا کہ حضور اصحاب ثلاثہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ اگر حضور ﷺ نے جواباً فرمایا کہ یہ میرے ہیں تو پھر تمہیں بھی ان پر ایمان لانا پڑے گا۔ اگر حضور ﷺ نے کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا تو پھر میں تمہارا ہی مسلک اختیار کرلوں گا۔"

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ جلسہ گاہ کی فضا اللہ اکبر! کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی اور اس کا یہ اثر مرتب ہوا کہ پھر کبھی مناظرانہ انداز میں وہاں پر جلسے جلوس منعقد نہ ہوئے اور تمام سامعین پر یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ بلکہ تمام اکابر علماء دیوبند حیات انبیاء علیہم السلام کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ یہ عقیدہ ان کے نزدیک اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند سے لے کر (سابق) مہتمم دار العلوم دیوبند قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تک سب اس بات کے قائل ہیں کہ حضور پرنور سرور کائنات ﷺ روضہ اقدس میں حیات حسی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ (ماہنامہ نقیب ختم نبوت امیر شریعت نمبر حصہ دوم ص ۲۰۲)

خیال یہ تھا کہ جن اہل علم کو اس عقیدہ کے سمجھنے میں مغالطہ لگا ہے وہ رجوع کرلیں گے مگر اس کے برعکس ایک خاص طبقہ نے اس عقیدۂ مسلمہ کی مخالفت میں رسائل لکھے اور تقاریر میں اس کے خلاف بہت کچھ کہا جس کے دفاع کے لئے اور تائید عقیدۂ حقہ کے لئے بھی علماء کرام نے کئی کتابیں لکھیں جن میں سے:

"مقام حیات"　　مؤلفہٗ علامہ خالد محمود صاحب

"تَسْکِیْنُ الصُّدُوْر"　　مؤلفہٗ مولانا محمد سرفراز خان شیخ الحدیث گوجرانوالہ

"عَقِیْدَۃُ الْمُحَدِّثِیْن"　　مؤلفہٗ مولانا سید میرک شاہ صاحب کشمیری مرحوم سابق مدرس دار العلوم دیوبند کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں

(بعد میں مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری (ملتان) نے ایک کتاب ''حَیَاتُ الْاَمْوَات'' لکھی) مگر ان کتابوں کی اشاعت پر وہ لوگ جو دبی زبان سے صرف ''حیات النبی ﷺ'' کا انکار کرتے تھے، اب وہ صاف حساب قبر اور دوسرے برزخی عقائد کا انکار کرتے ہوئے احادیث کا انکار کرنے لگے۔ جیسا کہ صحیح احادیث کے مطابق اُمت کا جو عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ ان کی قبور میں بالکل سالم رہتے ہیں، اس کے خلاف یہ لکھا گیا ہے کہ: ''حضرت یوشع علیہ السلام نے فتح اریحاء کے بعد جب نابلس پر قبضہ کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں ان کی وصیت کے مطابق وہاں دفن کر دیں۔ یہ ہڈیاں مصر سے نکلتے وقت وہ ساتھ لائے تھے۔'' (الادلۃ القویہ ص ۶۸)

یعنی نبی علیہ السلام کے گوشت کو مٹی کھا گئی تھی اور وہ صرف ہڈیوں کی شکل میں رہ گئے تھے۔ (العیاذ باللہ)

صحیح احادیث کی روشنی میں جو عقیدہ امتِ محمدیہ کا آج تک چلا آتا ہے کہ مسلمان کو دفن کر دینے کے بعد اس کی قبر یا تو جنت کا ایک باغ بن جاتی ہے یا آگ کا ایک گڑھا اور نافرمان مسلمان کو قبر میں سزا دی جاتی ہے۔ کافروں پر زہریلے سانپ مسلط کئے جاتے ہیں، اس کے خلاف لکھ کر ان صحیح احادیث کا اس انداز میں استخفاف کیا گیا ہے کہ یہ انداز منکرین حدیث کے ہاں بھی ناپسندیدہ رہا ہے۔ جیسا کہ: ''نیز یہ فرمائیں کہ وہ حدیث تو صحیح ہے جس میں آتا ہے کہ اس عذاب کی آواز جن و دواب[1] کے سواء سب ہی سنتے ہیں تو وہ آواز تو دنیا کی ہر خوفناک آواز سے زیادہ ہیبت ناک ہے۔ لیکن مع ہذا دنیا کی ایک بندوق چھوڑنے سے تو مارے ڈر کے سب پرندے اڑ جاتے ہیں پر قبرستان میں بڑے پریم سے چہچہاتے رہتے ہیں اور ہیبت ناک عذاب اور گرزوں کی آواز سے کیوں نہیں اڑتے؟ چاہئے تو یوں تھا کہ قبرستان میں کوئی پرند چرند کبھی نہ دکھتا اور یا پھر یہ کہو کہ ہمارے زمانہ میں سب قبرستان والے بخشے ہوئے ہیں، نیز قبر میں سانپ بچھو اتنے زہریلے ہیں کہ اگر ایک ڈنگ دنیا میں ماریں تو کئی سالوں تک وہاں سبزی نہ اُگے۔ حالانکہ مشاہدہ ہے کہ مرگھٹوں پر بہ نسبت دوسرے کھیتوں کے بہت اعلیٰ سبزی اگتی ہے۔'' (ندائے حق ص ۷۵)

☆...... قبر سے مراد یہ قبر نہیں جو زمین کھود کر بنائی جاتی ہے بلکہ کوئی اور قبر ہے جو بندوں کو نظر نہیں آتی۔

''وَالْمُرَادُ مِنَ الْقَبْرِ هُوَ عَالَمُ الْبَرْزَخِ لَا هٰذَا لْمَشَاهِدِ الْمَحْفُوْرِ فِی الْاَرْضِ'' اور مراد قبر سے وہ برزخ کا جہاں ہے یہ نظر آنے والی وہ قبر نہیں جس کو کھود کر مردہ کو دفن کیا گیا ہے۔ (الہام الباری فی حل مشکلات البخاری ص ۹۷)

اس عبارت کی تشریح اسی گروہ کے ایک مؤلف نے یوں کی ہے: ''ظاہر بین علماء وعوام کا خیال ہے کہ دفن کے بعد پھر سے اس گڑھے میں روح واپس اسی جسد عنصری میں ڈالی جاتی ہے۔ یہی گڑھا اس کے لئے عالم برزخ ہے۔ اسی گڑھے کو خدا تنگ یا وسیع کرتا ہے۔ اسی گڑھے میں فرشتے سوال و جواب کے لئے، سزا و ثواب کے لئے آتے ہیں۔ اسی گڑھے میں اس دھڑ کو اٹھاتے بٹھاتے ہیں۔ یہی دھڑ اٹھتا بیٹھتا، کھاتا پیتا، نماز پڑھتا ہے۔'' (ندائے حق ص ۲۲۰)

اس بدنصیب طبقہ کو قبر صرف گڑھا ہی نظر آتی ہے اور بقول مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری (ؒ):

''ان حضرات کو اپنے جسم سے اتنی نفرت ہے کہ اسے جسم یا بدن کہنا گوارا نہیں کرتے۔ دھڑ دھڑ کی رٹ لگا رکھی ہے۔

[1] یہ بھی حدیث میں تحریف کر ڈالی۔ کیونکہ حدیث میں ''الا الثقلین'' اور ''غیر الثقلین'' کا کلمہ آیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ انسانوں اور جنوں کے سواء سب مخلوق اس آواز کو سنتی ہے اور بخاری میں تصریح ہے: ''تسمعه البهائم كلها'' اس عذاب کو سب چارپائے سنتے ہیں۔

اسی قبر سے اتنا شدید بغض ہے کہ قبر کو قبر تک کہنا روا نہیں رکھتے، گڑھا کہتے ہیں۔ گڑھے گڑھے کی ایک گردان ہے جو جاری ہے۔'' (حیات الاموات ص ۲۵)

حالانکہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ'' یہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (نیک مسلمانوں کے لئے) یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے (نافرمانوں کے لئے)'' (ترمذی) (التبلیغ وعظ نمبر ۳ شکر النعمۃ بذکر الرحمۃ ۲۷ رجمادی الاول ۱۳۳۷ھ)

یہ گروہ اس محسوس اور مشاہد قبر سے انکار کر کے دراصل مدینہ منورہ کی حاضری سے مسلمانوں کو محروم کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ جب قبر سے مراد یہ قبر نہیں، دوسری جگہ ہے جو نظر نہیں آتی تو سید دو عالم ﷺ کے مزار اقدس پر جانے سے کیا حاصل؟ اسی طرح جب قبر سے مراد یہ قبر نہیں ہے تو پھر کسی نیک بندے کے پاس دفن ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ پھر تو شیخین رضی اللہ عنہما کو سید دو عالم ﷺ کے قدموں میں جگہ کا ملنا کچھ شرف اور فضیلت نہیں رکھتا۔ جیسا کہ ملحدوں کا خیال ہے، اسی طرح والدین اور دوسرے صلحاء، علماء اور عام مسلمانوں کی قبر پر جا کر ان کو سلام کہنا، ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا بلکہ یہ ساری مقدس تعلیم ہی بے کار اور غیر مفید ہو جاتی ہے، جو عالم آخرت کی اس پہلی منزل سے متعلق ہے اور تقریباً آٹھ سو آیات کی تاویل فاسد کرنا ہوگی اور کئی احادیث کا انکار کرنا ہوگا جن سے اسلام کا بنیادی عقیدہ بعث بعد الموت ثابت ہو رہا ہے۔ (العیاذ باللہ) ان کور بختوں کو سید دو عالم ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضری سے کیا، ایمانی اور روحانی فائدہ ہو سکے گا؟ جو وہاں کی حاضری ہی کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا: ''یہ کہنا چاہئے کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زیارت کی۔ کیونکہ حضور ﷺ زندہ ہیں۔ غرض دنیا میں ایسے بھی خشک مزاج موجود ہیں جنہیں زیارت قبر کا خود تو کیا شوق ہوتا۔ اس کو حرام کر کے دوسروں کو بھی روکنا چاہتے ہیں مگر جو زیارت کر چکے ہیں، ان سے پوچھو۔''

☆...... سید دو عالم ﷺ کی شانِ رفیع جسے قرآن حکیم نے ''ورفع بعضھم درجات (البقرۃ: ۲۵۳)'' اور اللہ تعالیٰ نے بعض (سید دو عالم ﷺ) کے درجات بہت بلند فرمائے ہیں۔

''وکان فضل اللہ علیک عظیما (النساء: ۱۱۳)'' اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔

''ورفعنالک ذکرک (الانشراح: ۴)'' اور ہم نے آپ ﷺ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔

اور خود سید دو عالم ﷺ نے ''وَاَنَا حَبِیْبُ اللہِ'' (اور میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں) وغیرہا ارشادات سے واضح فرمایا ہے۔ اس شان رفیع کو گھٹانے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے۔

ایسی آیات کی تاویلات بعیدہ بلکہ تحریف معنوی تک کی گئی اور ایسی احادیث وروایات کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی، ان علماء کرام اور اولیاء عظام کا استخفاف کیا گیا جو عشق محمدی ﷺ کو اپنا سرمایۂ نجات سمجھتے ہیں، جن کے ہاں ایمان محبت سیدِ دو عالم ﷺ ہی کا دوسرا نام ہے۔

چونکہ اس گروہ میں وہ لوگ ہیں جو اپنا مخصوص حلقہ فکر رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث کی آڑ میں ان عقائد فاسدہ کو پھیلا رہے ہیں اور بوقت ضرورت اپنے آپ کو اکابر علماء حق کا پیروکار بھی کہتے ہیں، اس لئے نہایت ہی ضروری سمجھا گیا کہ رحمت کائنات کی اس جدید اشاعت میں تفصیل کے ساتھ ان تمام عقائد کو بیان کر دیا جائے،

جن کا تعلق قبر اور قیامت کے ساتھ ہے تا کہ مسلمان اس فتنہ سے محفوظ رہیں۔ ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفِتَنِ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَابَطَنَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ''

ف: سید دو عالم ﷺ نے ایسے فتنوں کو دجالی فتنہ کے ساتھ بیان فرما کر ان سب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا حکم فرمایا: ''قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْفِتَنِ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَابَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ'' (رواہ مسلم)

''آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو آگ کے عذاب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں آگ کے عذاب سے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو قبر کے عذاب سے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں قبر کے عذاب سے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو ظاہری اور باطنی فتنوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ظاہری اور باطنی فتنوں سے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو دجال کے فتنہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں دجال کے فتنہ سے۔''

انسانی اور آسمانی نظام حیات

انسان نے اپنی فلاح اور بہبود کے لئے اپنی عقل وفکر اور دماغی کاوش سے جو نظام بنایا ہے، اس کو ''انسانی نظام حیات'' کا نام دیا جا سکتا ہے اور جو نظام آسمانی ہدایت کی روشنی میں مرتب کیا جائے، اس کو ''آسمانی نظام حیات کہا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں نظام پہلے بھی چل رہے تھے اور اب بھی رواں دواں رہتے ہوئے اپنے اپنے حلقہ کو متاثر کر رہے ہیں، ان دونوں نظاموں اور دستوروں میں ایک واضح اور ناقابل انکار فرق یہ ہے کہ: ''انسانی دماغ کا بنایا ہوا نظام صرف انسان کی بدنی آسائش اور آرائش ہی کا کفیل ہوتا ہے۔ اس کا تعلق روح کے اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ نظام اس زندگی تک ہی راہنمائی کر سکتا ہے، اس زندگی سے دوسری زندگی کی طرف انتقال کے بعد اس انسانی نظام کا کوئی دخل اور کوئی راہنما اصول نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آسمانی ہدایت کے منکروں نے اپنی اوّلین اور آخرین منزل صرف اسی زندگی کو سمجھا ہے وہ دوسری زندگی کے منکر ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد گرامی ہے: ''وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر (الجاثیۃ: ۲۴)'' اور کہتے ہیں کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا جینا دنیا کا، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم جو مرتے ہیں سو زمانہ سے۔

قرآن کریم نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''وما لھم بذالک من علم ان ھم الا یظنون (الجاثیۃ: ۲۴)'' اور ان کو کچھ خبر نہیں اس کی محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

یعنی ان کے پاس اس کے لئے کوئی دلیل نہیں صرف وہ اپنے ناقص خیال کی تاریکی میں یہ کہہ رہے ہیں کہ اس زندگی کے سواء اور کوئی زندگی نہیں اور یہی زمانہ کا دستور چلا آ رہا ہے۔

''وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا بِاٰبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (الجاثیۃ: ۲۵)'' اور جب سنائی جائیں ان کو ہماری کھلی کھلی آیتیں اور کچھ دلیل نہیں ان کی مگر یہی کہ کہتے ہیں کہ لے آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو۔

یعنی جب ان منکروں کو یہ کہا جاتا ہے کہ آسمانی ہدایت کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی بھی ہے تو وہ اس کو بھی اپنے ناقص علم اور ناقص مشاہدہ کی رو سے دیکھ کر یہ حجت بازی کرتے ہیں کہ اگر موت کے بعد پھر زندگی ہے تو جو ہمارے باپ دادا فوت ہو چکے ہیں ان کو دوبارہ اس دنیا میں لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

قرآن کریم نے اس حجت بازی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''قُلِ اللّٰہُ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یَجْمَعُکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (الجاثیۃ:۲۶)'' آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ ہی تم کو زندگی دیتا ہے پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

یعنی تمہیں پیدا ابھی تو اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا اور آئندہ کے لئے تمہاری موت اور پھر تمہاری زندگی یہ سب ہو کر رہے گی بلکہ قرآن کریم نے تو اُخروی زندگی ہی کو کامل حیات قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ: ''وَمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَھْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (العنکبوت:۶۴)'' اور یہ دنیا کا جینا تو بس جی بہلانا ہے اور کھیلنا ہے اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے زندگانی اگر ان کو سمجھ ہوتی۔

چنانچہ وہ سارے لوازمات اور وہ ساری کیفیات جو اس دنیا میں کسی انسان کو حاصل ہوتی ہیں، وہ بدرجہ اتم اور اکمل دوسرے جہاں میں ظہور پذیر ہوں گی۔ گویا انسانی نظام حیات کے پیروکاروں کی نظر صرف اسی آب وگل کی زیبائش اور آرائش پر رہتی ہے جو کہ بالکل عارضی ہے اور ان کی ساری محنت صرف اسی لئے ہوتی ہے جب وہ دوسرے جہاں اور دوسری زندگی کو عقیدہ کے طور پر نہیں مانتے تو ان کی محنت بھی اس کے لئے نہیں ہوتی اور وہ دنیاوی لذائذ میں کھو کر آسمانی حدود کو روندتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کو دوسری زندگی میں کچھ نفع نہ ملے گا بلکہ وہ سراسر نقصان میں ہوں گے جس کی تلافی ناممکن ہے۔

قرآن کریم نے اس عقیدہ کو متعدد پیرایوں میں ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ (بقرہ:۲۰۰) میں فرمایا: ''فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ'' پس لوگوں میں کچھ تو وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو دے دنیا میں اور نہیں اُن کے لئے آخرت میں کچھ حصہ۔

اور (الشوریٰ:۲۰) میں فرمایا: ''مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ'' اور جو کوئی چاہتا ہو دنیا کی کھیتی اس کو دیویں ہم کچھ اس میں سے اور اس کے لئے نہیں آخرت میں کچھ حصہ۔

علیٰ ہذا القیاس! قرآن کریم کی کئی آیات میں اس عقیدہ کی اہمیت کو بیان فرمانے کے ساتھ اس نظریہ باطل کی تردید بھی فرمائی گئی ہے کہ انسانی نظام حیات ہی میں نجات ہے۔

ف: اس آیت میں دنیا کو کھیتی کے ساتھ تعبیر فرمایا جس کا پھل آخرت میں ملے گا۔

حیات اُخروی قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن حکیم اور حدیث سید دوعالم ﷺ نے انسان کی نجات اخروی ہی کو کامیابی اور سرخروئی قرار دیتے ہوئے اس عقیدہ کو اسلام کا بنیادی عقیدہ قرار دیا ہے۔ قرآن عزیز کی سورۃ فاتحہ سے لے کر آخر تک ہر سورۃ میں اس عقیدہ کو کسی سورۃ میں تو صراحتاً ارشاد فرمایا ہے اور کسی سورۃ میں ضمناً اس عقیدہ کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ وہ سورہ فاتحہ جس

کا ہر نماز میں حقیقتاً یا حکماً پڑھنا ضروری ہے، اس میں ''مالک الیوم الدین'' کا ارشاد موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں اعمال کی جزاء اور سزا دی جائے گی اور اس دن کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(بقرہ: ۴) میں متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''وبالاخرۃ ھم یوقنون'' اور قیامت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

(آل عمران: ۸،۹) میں عقل والوں کی یہ دعا ارشا فرمائی: ''ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃً إنّک أنتَ الوھّاب۔ ربّنا إنّک جامع النّاس لیوم لا ریب فیہ إنّ اللہ لا یخلف المیعاد'' اے رب ہمارے نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت، تو ہی سب کچھ دینے والا ہے۔ اے ہمارے رب تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کوئی شبہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ خلاف نہیں کرتا اپنے وعدے کا۔

اور حیات یوم حشر کی طرف توجہ کرنے کا حکم فرمایا، ویسے تو کئی آیات میں یہ عقیدہ اسی طرز پر بیان فرمایا ہے یہاں چند آیات کو درج کیا جاتا ہے۔

(الحج: ۵،۶،۷) میں ارشاد فرمایا: ''یا أیّھا النّاس إن کنتم فی ریبٍ من البعث فإنّا خلقناکم من ترابٍ ثمّ من نطفۃٍ ثمّ من علقۃٍ ثمّ من مضغۃٍ مخلّقۃٍ وغیر مخلّقۃٍ لنبیّن لکم ونقرّ فی الأرحام ما نشاء إلی أجلٍ مسمًّی ثمّ نخرجکم طفلاً ثمّ لتبلغوا أشدّکم ومنکم من یتوفّی ومنکم من یردّ إلی أرذل العمر لکیلا یعلم من بعد علمٍ شیئاً وتری الأرض ھامدۃً فإذا أنزلنا علیھا الماء اھتزّت وربت وأنبتت من کلّ زوجٍ بھیجٍ۔ ذلک بأنّ اللہ ھو الحقّ وأنّہ یحیی الموتی وأنّہ علی کلّ شیءٍ قدیر۔ وأنّ السّاعۃ اٰتیۃٌ لا ریب فیھا وأنّ اللہ یبعث من فی القبور'' اے لوگو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے سے شک اور انکار میں ہو تو (سن لو) تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے (جو غذاء سے بنتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر بوٹی سے جس کی صورت بنی ہوتی ہے اور بن صورت کے بھی ہوتی ہے تا کہ ہم تمہارے سامنے اپنی قدرت ظاہر کر دیں اور ہم ٹھہراتے ہیں ماں کے رحم میں جو چاہتے ہیں ایک وقت مقرر تک کے لئے پھر ہم تم کو باہر لاتے ہیں۔ بچہ بنا کر تا کہ تم اپنی بھری جوانی کی عمر تک پہنچ جاؤ اور بعض تم میں سے جوانی سے پہلے وفات پا جاتے ہیں اور بعض تم میں سے نکمی عمر (بڑھاپے) تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد بے خبر ہو جاتے ہیں اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک پڑی ہوتی ہے پھر جب اس پر ہم پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کا خوشنما سبزہ اگاتی ہے۔ یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (اور یہ بھی یاد رکھو) کہ قیامت آنے والی ہے جس میں ذرا بھی شبہ نہیں اور اللہ ان کو دوبارہ اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔''

ف: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے قیامت کا عقیدہ بیان فرمایا کہ: ''وہی اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کرنے والا ہے اور اسی کا تصرف اور اختیار انسان پر چلتا ہے اور وہی اللہ تعالیٰ قیامت لائے گا اور انہی قبروں سے مردوں کو زندگی عطاء کر کے باہر لائے گا جیسا کہ بیج بو دیا جاتا ہے مگر کچھ دنوں کے بعد پوری صلاحیتوں سے اُگتا ہے۔''

اسی مضمون کو (حم السجدہ: ۳۹) میں ارشاد فرمایا: ''وَمن آیاتہ أنّک تری الأرض خاشعۃً فإذا أنزلنا علیھا

الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتَى إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ " اور اسی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو دیکھتا ہے کہ زمین دبی پڑی ہے مگر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے جو اللہ تعالیٰ اس مردہ زمین کو زندہ فرماتا ہے (جس کا مشاہدہ تم روزانہ کرتے ہو) وہی اللہ تعالیٰ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح (الزخرف: ۱۱) میں فرمایا: "وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ " اور وہ اللہ جس نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازہ سے پھر اسی کے ساتھ ہم نے زندہ کر دیا مردہ بستی کو اسی طرح تم کو بھی قبروں سے نکالا جائے گا۔

ف: ان دونوں آیتوں میں حسی مثال دے کر یہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہ اس پر اور جس کام کو چاہے کرنے پر قادر ہے۔ مگر جو لوگ بے دین ہیں، دین اسلام میں کجی اور ٹیڑھ پن تلاش کرتے رہتے ہیں وہ تو اس عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتے یا غلط قسم کی تعبیرات کرتے ہیں، ان کو متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (حم السجدۃ: ۴۰)" جو لوگ ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری باتوں میں وہ ہم سے چھپے نہیں بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں وہ بہتر ہے یا وہ جو آئے گا امن سے قیامت کے دن، کئے جاؤ جو چاہو بے شک جو تم کرتے ہو وہ دیکھتا ہے۔

ف: (حم السجدہ: ۳۹، ۴۰) میں حسی نظیر سے سمجھایا کہ جس میت کو دفنایا جاتا ہے وہی اس جگہ سے نکالا جائے گا۔

"وَاللّٰهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَى بَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذَٰلِكَ النُّشُورُ (الفاطر: ۹)" اور اللہ ہی ہے جس نے چلائی ہیں ہوائیں پھر وہ اٹھاتی ہیں بادل کو پھر ہانک لے گئے ہم اس کو ایک مردہ بستی کی طرف پھر زندہ کر دیا ہم نے اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد، اسی طرح ہوگا جی کر اٹھنا۔

(الاعراف: ۲۵) میں فرمایا: "قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ (الاعراف: ۲۵)" فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسی زمین میں تم زندگی گزارو گے اور اسی میں تمہاری موت ہوگی اور اسی زمین سے اٹھائے جاؤ گے۔

ف: یہ ارشاد اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان اور سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام کو فرمایا۔

(القیامہ: ۳، ۴) میں فرمایا: "أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ۔ بَلَى قَادِرِينَ عَلَى أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ" کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ جمع نہ کریں گے ہم اس کی ہڈیاں، کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے بند بند ٹھیک کر دیں۔

(ق: ۱ تا ۴) میں ارشاد فرمایا: "قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ۔ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ۔ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ۔ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ" قسم ہے اس قرآن بڑی شان والے کی بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ آیا ان کے پاس ڈر سنانے والا انہی میں کا ہے تو کہنے لگے منکر، یہ تعجب کی چیز ہے کیا جب ہم مرچکیں گے اور مٹی ہو جائیں گے یہ پھر آنا بہت دور ہے ہمیں معلوم ہے جتنا گھٹاتی ہے زمین ان میں سے اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔

ف: قرآن عزیز کی ان آیات اور دیگر آیات سے بالکل صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جس بدن کو دفن کیا جاتا ہے وہی بدن پوری طرح پھر قیامت کے دن زندہ حالت میں قبر سے نکلے گا، اسی وجہ سے اس وقت کے کافروں نے اس کو عجیب سمجھا اور کئی اشکالات اور اعتراضات کئے۔ جیسا کہ ایک سوال و جواب سورہ قٓ میں گزر چکا ہے۔

قرآن حکیم نے کفار کے دوسرے اعتراضات کو بھی ذکر فرما کر اس کے جوابات دیئے ہیں جیسا کہ کافروں کا یہی اعتراض سورہ مریم میں نقل کر کے جواب ارشاد فرمایا: ''ویقول الانسان ءاذا مامت لسوف اخرج حیا (المریم: ٦٦)'' اور کہتا ہے آدمی کیا جب میں مرجاؤں گا تو پھر قبر سے زندہ نکالا جاؤں گا؟

اسی سورہ مریم کی (آیت: ۶۷) میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''او لا یذکر الانسان انا خلقنه من قبل ولم یک شیئا'' کیا یاد نہیں رکھتا آدمی کہ ہم نے اس کو بنایا پہلے سے اور وہ کچھ چیز نہ تھا۔

پھر (آیت: ۶۸) میں تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''فوربک لنحشرنهم والشیطین ثم لنحضرنهم حول جهنم جثیا'' سو قسم ہے تیرے رب کی ہم گھیر لائیں گے ان کو اور شیطانوں کو پھر سامنے لائیں گے ان کو دوزخ کے اردگرد گھٹنوں کے بل۔

ف: معمولی عربی قواعد جاننے والے سمجھ سکتے ہیں کہ: حَیًا حال ہے، یعنی زندہ قبر سے نکلے گا۔ اسی طرح اس زمانے کے کافر اور آج کل کے منکرین حیات کہتے ہیں کہ قبر میں گل سڑ کر، مٹی یا جل کر راکھ وغیرہ کس طرح زندہ ہو کر میدان حشر میں نکلے گا؟

(بنی اسرائیل: ۵۰ تا ۵۱) میں اس کا جواب ارشاد فرمایا: ''قُلْ کُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِیدًا۔ أَوْ خَلْقًا مِمَّا یَکْبُرُ فِي صُدُورِکُمْ فَسَیَقُولُونَ مَنْ یُعِیدُنَا قُلِ الَّذِي فَطَرَکُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَیُنْغِضُونَ إِلَیْکَ رُءُوسَهُمْ وَیَقُولُونَ مَتَیٰ هُوَ قُلْ عَسَیٰ أَنْ یَکُونَ قَرِیبًا'' آپ فرما دیجئے تم ہو جاؤ پتھر یا لوہا یا کوئی اور مخلوق جس کو مشکل سمجھو اپنے جی میں پھر اب کہیں گے کون لوٹا کر لائے گا ہم کو۔ آپ ﷺ فرما دیجئے وہی جس نے پیدا کیا تم کو پہلی بار پھر اب مٹکائیں گے اپنے سر اور کہیں گے کب ہوگا۔ آپ ﷺ فرما دیجئے شاید نزدیک ہی ہوگا۔

اس عقیدہ کا انکار کرنے والا اللہ تعالیٰ کا کھلا دشمن ہے، ارشاد فرمایا: ''أَوَلَمْ یَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِیمٌ مُبِینٌ۔ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ یُحْیِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِیمٌ۔ قُلْ یُحْیِیهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیمٌ۔ الَّذِي جَعَلَ لَکُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ (یٰس: ۷۷ تا ۸۰)'' کیا دیکھتا نہیں انسان کہ ہم نے بنایا اس کو ایک قطرہ سے۔ پھر تب ہی وہ ہو گیا کھلا جھگڑنے والا اور بیان کرتا ہے ہمارے لئے ایک مثال اور بھول گیا اپنی پیدائش۔ کہنے لگا کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب وہ کھوکھری ہو جائیں گی، آپ ﷺ فرما دیجئے ان کو زندہ کرے گا جس نے بنایا ان کو پہلی بار اور وہ سب طرح بنانا جانتا ہے جس نے بنا دی تمہارے لئے آگ سبز درخت سے، پھر تم اب اس سے سلگاتے ہو۔

ف: اس عقیدہ پر حسی دلیل دے کر بتایا وہ پودا جس کو تم پانی دے کر پالتے ہو، خداوند قدوس اس کی لکڑی سے آگ بناتا ہے۔ حالانکہ پانی اور آگ میں تو ضد اور منافات ہے۔ اتنا علیم اور قدیر خدا مردہ کو زندہ کر سکتا ہے۔ کافر لوگ اموات کے دوبارہ زندہ ہونے کو کھلا ہوا جادو سمجھتے تھے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِینٌ۔ أَإِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ۔ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ۔ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ۔ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ یَنْظُرُونَ (الصافات: ۱۵ تا ۱۹)'' اور کہتے ہیں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادوں کو بھی تو آپ ﷺ فرما دیجئے ہاں اور تم ذلیل ہو گے سو وہ اٹھانا تو

بھی ایک جھڑکی ہوگی۔ پھر اسی وقت یہ آنکھوں سے دیکھنے لگ جائیں گے۔

کافر موت کے بعد زندگی کو بہت ہی دور کی بات سمجھتے تھے۔ قرآن حکیم نے اس کو یوں بیان فرمایا: ''أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُم مُّخْرَجُونَ۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ۔ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ (المومنون:۳۵ تا ۳۷)'' کیا تم کو (یہ نوح علیہ السلام) وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور ہو جاؤ گے مٹی اور ہڈیاں تو تم کو (قبروں سے) نکلنا ہے، کہاں ہو سکتا ہے کہاں ہو سکتا ہے جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے اور کچھ نہیں یہی جینا ہمارا دنیا کا، مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو پھر اٹھنا نہیں۔''

(الروم:۲۵) میں کئی آفاقی دلائل دینے کے بعد ارشاد فرمایا: ''ثم اذا دعاکم دعوة من الارض اذا انتم تخرجون'' یعنی جب اللہ تعالیٰ تم کو صرف ایک دفعہ قبروں سے باہر آنے کا حکم دے گا تو تم نکل آؤ گے، ظاہر ہے کہ مردہ تو قبر سے خود نہیں نکل سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبروں سے زندہ ہو کر نکلیں گے۔

اسی سورۃ کی (آیت:۲۶) میں فرمایا: ''وهو الذی یبدؤ الخلق ثم یعیده وهو اهون علیه''

یعنی جس طرح تمہیں پہلی بار بنایا اور تم ماں کے پیٹ سے زندہ نکلے، اسی طرح اس عمل کو دہرائے گا، تم قبروں سے زندہ نکلو گے اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر بڑی آسان ہے۔

ف: بعث بعد الموت کا عقیدہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور انہی ابدان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا دوبارہ حیات کا انکار تو کفر ہے۔ خداوند قدوس نے سورۃ التغابن میں تخلیق انسانی اور پھر اعادہ اور بعث بعد الموت کا ذکر فرمایا۔ ارشاد قرآنی ہے: ''زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی وربی لتبعثن ثم لتنبؤن بما علمتم وذالک علی اللہ یسیر (التغابن:۷،۸)'' دعویٰ کرتے ہیں منکر کہ ہرگز ان کو نہ اٹھایا جائے گا۔ آپ ﷺ فرما دیجئے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تم کو ضرور اٹھایا جائے گا پھر تم کو بتایا جائے گا جو تم نے زندگی میں کیا تھا اور اٹھانا اللہ تعالیٰ پر بڑا آسان ہے۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور اس نور ہدایت پر جو ہم نے اتارا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

مندرجہ بالا آیات گرامیہ میں یہ باتیں واضح فرمائیں:

۱...... کافروں کا یہ خیال ہے کہ ان کو دوبارہ نہ اٹھایا جائے گا۔

۲...... سید دوعالم ﷺ کو حکم فرمایا کہ وہ رب کریم کی قسم کھا کر اس عقیدہ کو بیان فرما دیں۔

۳...... اور یہ دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

۴...... ان عقائد برزخیہ کو اپنے عقل وفہم سے نہ ناپو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ پر اور اس نور ہدایت پر یقین رکھو جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتارا ہے اپنے تاریک فہم اور کاسد ذہن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشاد کو نہ ناپو۔

ف: اگرچہ ان آیات کا تعلق قیامت کے دن کے ساتھ ہے مگر ان سے حیات قبر بھی ثابت ہو رہی ہے کیونکہ جس بدن کا قیامت کے دن اسی شکل وشباہت اور اسی آن بان کے ساتھ اُٹھائے جانے کا ذکر قرآن عزیز نے فرمایا ہے جب کہ ہزارہا سال گزر جائیں گے تو موت کے فوراً بعد اس بدن کا زندہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیوں ناممکن ہے؟

اسی طرح سورۃ الزلزال میں سارا یہی عقیدہ بیان فرمایا: ''إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا۔ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۔ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا۔ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ۔ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (الزلزال: ۱ تا ۸)'' جب زمین کو ہلایا جائے گا پوری طرح ہلایا جانا اور زمین اپنے اندر سے سب بوجھ نکال باہر کردے گی اور انسان کہے گا اس کو کیا ہوگیا، اس دن زمین بھی اپنی باتیں کہہ ڈالے گی، اس واسطے کہ تیرے رب نے اس کو حکم بھیجا ہوگا، اس دن لوگ نکلیں گے طرح طرح کے بن کر تاکہ دکھائے جائیں ان کو عمل ان کے سو جس نے ذرّہ بھر بھلائی کی ہوگی وہ دیکھ لے گا اسے اور جس نے ذرّہ بھر برائی کی ہوگی وہ دیکھ لے گا اسے۔

ف: اس سورۃ میں بھی واضح فرمایا کہ لوگ اسی زمین والی قبر میں سے باہر نکلیں گے، اگر قبر میں کچھ نہیں ہوتا جو دفن کیا گیا تھا وہ جماد محض تھا تو پھر کیا چیز باہر نکلے گی؟ اس عقیدہ کا منکر قرآن کریم کے ارشادات کا منکر ہے۔

ف: ایک آدمی نے سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی جامع سورۃ ارشاد فرمائیں تاکہ میں تلاوت کر سکوں۔ اس کو سیدِ دو عالم ﷺ نے سورۃ الزلزال خود پڑھائی تو اس نے کہا اس اللہ کی قسم ہے جس نے جناب ﷺ کو سچا نبی بنا کر بھیجا میں اس پر کبھی بھی زیادتی نہ کروں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''یہ مرد کامیاب ہوگیا۔'' (احمد ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ)

ف: سیدِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''سورۃ التکاثر'' کی تلاوت کرنے والے کو قرآنِ کریم کی ایک ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب ملے گا۔ (اس میں قیامت اور قبر دونوں کا ذکر ہے)

قرآن پاک نے قیامت کی ابتدائی منزل اور قیامت کے منظر کو یکجاء ارشاد فرمایا ہے: ''عم یتساءلون۔ عن النبا العظیم۔ الذی هم فیه مختلفون۔ کلا سیعلمون۔ ثم کلا سیعلمون (النبا: ۱ تا ۵)'' کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں، پوچھتے ہیں اس بڑی خبر سے جس میں وہ مختلف ہیں ہرگز نہیں اب جان لیں گے پھر بھی ہرگز نہیں اب جان لیں گے۔

''أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ۔ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ۔ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ۔ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ۔ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ (التکاثر: ۱ تا ۷)'' غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص نے یہاں تک کہ جا دیکھیں قبریں کوئی نہیں کوئی نہیں آگے جان لوگے پھر بھی آگے جان لوگے، کوئی نہیں اگر جانو تم یقین کر کے بے شک تم کو دیکھنا ہے دوزخ پھر دیکھنا ہے اس کو یقین کی آنکھ سے۔

مندرجہ بالا ارشادِ قرآنیہ میں ''ثُم'' کے ساتھ دو دفعہ جاننے اور دیکھنے کا ارشاد فرمایا پہلی دفعہ سے مراد قبر کا مشاہدہ اور علم ہے اور دوسری دفعہ سے مراد قیامت کا مشاہدہ اور علم ہے۔

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب سورۃ التکاثر نازل ہوئی تو ہمیں عذاب قبر کے متعلق پورا یقینی علم ہوگیا اور سب شکوک رفع ہوگئے۔'' (رواہ الترمذی)

ف ا: ان آیات میں اور سورہ نباء کی آیات میں ''سَيَعْلَمُونَ'' دو مرتبہ فرمایا اور التکاثر کی آیات میں (سَوْفَ تَعْلَمُونَ) دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس عذاب کے وہ منکر تھے وہ دو دفعہ ہوگا، ایک مرتبہ قبر (برزخ میں) اس کا پرتو ظاہر ہوگا اور دوسری مرتبہ قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔

ف ۲: قرآن عزیز میں کسی بھی عقیدہ کو یقین کے ان تین مراتب کے ساتھ ذکر نہیں فرمایا جن مراتب کے ساتھ برزخی اور قیامت کی زندگی کو ارشاد فرمایا، یعنی سورۃ التکاثر میں یقین کے دو درجات ''عِلْمَ الْیَقِیْن'' اور ''عَیْنَ الْیَقِیْن'' ارشاد فرمائے اور سورۃ الواقعہ کی (آیت:۹۵) میں فرمایا: ''وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْن'' اس قدر تاکید کے ساتھ اس عقیدہ کو بیان فرمانا اس کی اہمیت کو واضح فرما رہا ہے۔

ف ۳: قرآن عزیز نے حشر اجساد کا عقیدہ نہایت ہی تفصیل سے بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہی بدنوں کو قبروں سے نکالا جائے گا، یہی وضع قطع، شکل وصورت ہوگی، عالم آخرت میں۔

۱...... ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ ارشاد فرمایا: ''یتعارفون بینھم (الیونس:۴۵)'' آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔''

۲...... اعراف والے جنتی اور دوزخیوں کو پہچان لیں گے۔ ''وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیمٰھم (الاعراف:۴۶)'' اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو سب کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے۔

''ونادی اصحاب الاعراف رجال یعرفونھم بسیمٰھم (الاعراف:۴۸)'' اور اعراف والے ان مردوں کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے اور ان کو پکاریں گے۔

۳...... خاندان، قبیلہ، بیوی، خاوند، بھائی، ماں باپ قیامت کے ہولناک منظر سے اس قدر سراسیمہ ہوں گے کہ ہر ایک کو اپنی نجات کا فکر لاحق ہوگا۔ اگر کوئی کسی کو امداد کے لئے پکارے گا، تب بھی وہ دور بھاگیں گے۔

ارشاد فرمایا: ''یوم یفر المرء من اخیہ۔ وامہ وابیہ۔ وصاحبتہ وبنیہ۔ لکل امرئ منھم یومئذ شان یغنیہ (عبس:۳۴تا۳۷)'' جس دن بھاگے گا مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے، ہر آدمی کے لئے اس دن ایک فکر ہوگا جو دوسروں سے بے نیاز کردے گا۔

۴...... متقی اور پرہیزگاروں کے تعلقات وہاں بھی لوجہ اللہ قائم رہیں گے۔ فرمایا: ''الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین (الزخرف:۶۷)'' دنیا کے دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

یہ سب واقعات تب ہی ہوسکیں گے کہ انہی بدنوں اور صورتوں کے ساتھ قبروں سے نکالا جائے تو جب کروڑہا سال کے بعد بھی انہی بدنوں اور جسموں کے ساتھ اٹھایا جائے گا تو اس سے پہلے قبر میں حساب کے لئے زندہ کیوں نہیں کیا جاسکتا؟

ف ۴: آیات حیات بعد الموت کے لئے اکثر آیات میں ''تخرجون (الروم:۲۵) تبعثون ترجعون (یٰس:۸۳) تقلبون (العنکبوت:۲۱)'' کے کلمات ارشاد فرمائے ہیں جو کہ رجوع یعنی لوٹنے کے معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح ''تقلبون'' کے معنی تو بالکل واضح ہیں جو کہ سورۃ العنکبوت کی (آیت:۲۱) میں ہے۔ اسی طرح ان میں سے اکثر کلمات مخاطب کے صیغے میں یعنی تم کو لوٹایا جائے گا، تم واپس لائے جاؤ گے۔ یہ طرز خطاب بھی اسی پر دلالت کررہا ہے کہ انہیں بدنوں اور جسموں کے ساتھ قبر میں سے زندہ نکالا جائے گا۔

ف ۵: قرآن عزیز کی ان سب آیات میں انسانوں کو خطاب ہے تو اس میں یہی طریق خطاب ارشاد فرمایا: ''منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری (طٰہٰ:۵۵)''

سورۃ الزخرف میں فرمایا: ''و کذالک تخرجون (الزخرف: ۱۱)'' اس سے پہلے ''اَنبَاتُ الاَشیَآءِ مِنَ الاَرضِ'' کا ذکر ہے۔

ف۶: کافر یہ کہتے تھے کہ جو انسان مرجاتا ہے وہ اسی بدن اور اسی شکل کے ساتھ دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا، ان کی عقل میں یہ بات نہ آتی تھی۔ قرآن کریم نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا: ''انہ ظن ان لن یحور۔ بلی ان ربہ کان بہ بصیرا (الانشقاق: ۱۴، ۱۵)'' اس کافر کا یہ خیال تھا کہ وہ ہرگز نہ لوٹے گا (زندہ نہ ہوگا) کیوں نہیں! ضرور لوٹے گا اس کا رب اس کو دیکھنے والا ہے۔

حَوزَ کا معنی لوٹنا: ایک آدمی جارہا ہے اسے آپ کہتے ہیں لوٹ آ، تو جانے والا اسی حالت میں لوٹے گا۔ یہی بات کافروں کے ہاں ناممکن تھی اس لئے ''لَن یَحُورَ'' کہا۔ (تفسیر ابن جریر سورۃ انشقاق)

ف: قبر میں سے زندہ نکلے گا۔ ''یَومَ اُبعَثُ حَیاً۔ یَومَ یُبعَثُ حَیاً۔ وَ کَذٰلِکَ تُخرَجُونَ''

حیات بعد الموت کے عقیدہ کے مشاہدات

قرآن عزیز نے حیات بعد الموت کے عقیدہ کو اس دنیا میں بھی بعض دفعہ عملی شکل دے کر سمجھایا ہے، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اس کیفیت کو سمجھنے کے لئے دربار خداوندی میں درخواست کی کہ کس کیفیت سے اموات زندہ ہوں گے (کیا وہی بدن زندہ کیا جائے گا یا دوسرا بدن ملے گا یا روح کو زندگی عطا ہوگی) تو قرآن عزیز نے ارشاد فرمایا کہ ان کو یہ حکم دیا گیا: ''فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (البقرۃ: ۲۶۰)'' اچھا تو تم چار پرندے پکڑ لو پھر ان کو پال کر اپنے لئے ہلا (سکھا) لو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دو اور پھر ان سب کو بلاؤ اور دیکھو تمہارے پاس سب دوڑتے چلے آئیں گے اور خوب یقین کرلو اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں۔

ف: چونکہ انسان بھی چار عناصر سے مرکب ہے اس لئے شائد چار پرندوں کا حکم فرمایا اور انسان کو پرندوں کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ بدن مٹی کا ہے مگر روح آسمانی ہے جیسا کہ پرندہ اڑتا تو ہوا میں ہے مگر آب ودانہ زمین سے لیتا ہے۔ (واللہ اعلم)

اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کو اس امر کا مشاہدہ کراتے ہوئے فرمایا: ''فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرۃ: ۲۵۹)'' سو اللہ تعالیٰ نے اس (عزیر علیہ السلام) کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا اور پھر پوچھا کہ تو کتنے دنوں اس حالت میں رہا حضرت عزیر علیہ السلام نے جواب دیا ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس تک رہا ہے، تو اپنے کھانے کی اور پینے کی چیز کو دیکھ لے کہ نہیں گلی سڑی اور اپنے گدھے کی طرف نظر کر اور تاکہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنادیں اور اس گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کر ہم اس کو کس طرح ترتیب دیئے دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں، پھر جب یہ کیفیت اس شخص کو واضح ہوگئی تو کہہ اٹھا کہ بے شک میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کا ایک واقعہ ذکر فرمایا کہ جب ان میں ایک آدمی قتل ہو گیا اور وہ بارہ فرقے ایک دوسرے کے ذمہ لگاتے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم ان کو سنایا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور اس گائے کا ایک ٹکڑا لے کر اس مردہ کو ماردیں یہ قاتل کا نام بتادے گا۔ چنانچہ انہوں نے کچھ دیر بعد اس پر عمل کیا، جونہی مردہ گائے کا ایک حصہ اس مقتول کو مارا تو وہ بول اٹھا، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ارشاد فرمانے کے ساتھ یہ بھی فرمایا: ''کذالک یحی اللہ الموتی ویریکم اٰیتہ لعلکم تعقلون (البقرۃ:۷۳)'' اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور اب تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لیا کرو۔

اس قصہ کے دو نتائج قرآن حکیم نے اس آیت میں ارشاد فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح مردوں کو زندہ فرمادے گا اس کو تم بعید نہ سمجھو اور نہ خلاف عقل سمجھو گائے بھی ذبح شدہ مردہ اور وہ انسان بھی مقتول مردہ، مگر مردہ کے بدن کا ایک حصہ جب مردہ پر مارا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اس کو تم مشکل اور محال نہ سمجھو اور دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں بتاتا رہتا ہے تاکہ تم بات کو سمجھ لو۔

موت کی حقیقت

سب سے بڑی غلطی جو اس عقیدہ کے سمجھنے میں لگ جاتی ہے وہ موت کی حقیقت سے ناواقفیت ہے ظاہر بین یہ سمجھ لیتے ہیں کہ موت اس فنا کا نام ہے جس پر ایک انسان موت کے آنے پر جس طرح صفحۂ زمین سے اٹھ جاتا ہے اسی طرح وہ مٹی میں مل کر یا آگ وغیرہ میں جل کر لاشئی اور معدوم محض بن جاتا ہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور اسلامی عقائد کی رو سے بالکل غلط ہے کیونکہ موت اسی طرح خداوند قدوس کا ایک امر ہے، جیسا کہ ''حیات'' اللہ کا امر ہے حیات اور موت دو مستقل حقیقتیں ہیں۔

ارشاد فرمایا: ''خلق الموت والحیوۃ (الملک:۲)'' اللہ تعالیٰ نے موت اور حیات کو پیدا فرمایا۔

یعنی موت بھی ایک وجودی حقیقت ہے جیسا کہ پیدائش اور حیات ایک وجودی صفت ہے، فقہ حنفی کی مستند کتاب ''درمختار'' میں فرمایا: ''وَالْمَوْتُ صِفَۃٌ وُجُوْدِیَۃٌ خُلِقَتْ ضِدُّ الْحَیٰوۃ'' اور موت بھی ایک وجودی صفت ہے جو حیات کی ضد کے طور پر پیدا کی گئی ہے۔

یہ فنا کا نام نہیں بلکہ دوسرے جہاں کے لئے تیاری کا زمانہ اور مکان ہوتا ہے اس لئے موت کو ولادت ثانیہ (دوسری پیدائش) کہا جاتا ہے۔ (مرقاۃ ج۱ ص۱۷۶)

اسی وجہ سے عرف عام میں موت پر انتقال کا لفظ بھی بولا جاتا ہے، موت کے بعد انسان معدوم محض اور لاشئ نہیں ہو جاتا بلکہ وہ ایک دوسرے جہاں کو منتقل ہو جاتا ہے اور وہاں کے مطابق اسے حیات حاصل ہو جاتی ہے، ارشاد قرآنی ہے: ''کل نفس ذائقۃ الموت (آل عمران:۱۸۵)'' ہر جی موت کو چکھنے والا ہے۔

''کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون (العنکبوت:۵۷)'' ہر جی موت کو چکھنے والا ہے پھر ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ان ارشادات کی روشنی میں واضح ہے کہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جاتا ہے، موت کے وقت اگرچہ انسانی بدن سے روح نکل جاتی ہے مگر روح کا تعلق اس بدن کے ساتھ رہتا ہے امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا، جس

کا ترجمہ درج ذیل ہے: ''انسان کا بدن روح کا مکان نہیں کہ بدن کے فنا سے روح بھی فنا ہو جائے بلکہ بدن کی اس ہیئت کے بدل جانے کے بعد بھی روح کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے۔'' (جواہر الغزالی ص ۲۶)

اس کی مثال میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سورج زمین سے کئی کروڑ میل کے فاصلے پر ہے مگر سورج کی گرمی اور روشنی زمین پر اثر انداز ہوتی ہے۔

ف: بظاہر انسان کے بدن میں ایک ہی روح سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ روح کی کئی اقسام ہیں جن میں سریانی اور طریانی تو مشہور ہیں۔ اس کی واضح مثال یوں سمجھ لی جائے کہ جب انسان سو جاتا ہے تو اس کے بدن کا ایک روح تو کائنات کی سیر کرتا ہے اور بدن سے گویا نکل جاتا ہے مگر دوسرا روح اس کے بدن میں رہتا ہے۔ چنانچہ ارشاد قرآنی میں نیند اور موت کو یکجا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الزمر: ۴۲) ''اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک کے لئے اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

ف ۱: ملاّ علی قاری حنفی نے فقہ اکبر کی شرح میں فرمایا ہے کہ روح کا تعلق انسان کے بدن کے ساتھ پانچ قسم پر ہے اور ان تعلقات کے احکام بھی الگ الگ ہیں۔

پہلی قسم: کا تعلق تو بدن کے ساتھ اس وقت ہوتا ہے جب انسان ماں کے رحم میں ہوتا ہے (پانی کی بوند سے لے کر پوری تخلیق تک) اگر روح کا تعلق نہ ہو تو وہ پانی کی بوند کس طرح کامل انسان بن سکتی ہے۔

دوسری قسم: کا تعلق ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد کا ہے جس کی وجہ سے بچہ دن بدن بڑھتا رہتا ہے۔

تیسری قسم: کا تعلق نیند میں ہوتا ہے۔ ایک جہت سے تو تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے اور ایک جہت سے بدن سے الگ رہتا ہے۔

چوتھی قسم: کا تعلق برزخ میں ہوتا ہے کہ اگرچہ روح بدن سے جدا ہو جاتا ہے مگر یہ انقطاع کلی نہیں ہوتا کہ بدن بالکل بلا روح کے رہے بلکہ روح کا اس بدن پر ڈرڈ ذ گاہ بگاہ رہتا ہے۔ مثلاً جب سلام کہنے والا سلام کہتا ہے تو اس کا جواب دینے کے لئے روح کا اعادہ کر دیا جاتا ہے یا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اس کو دفن کرنے والے جب واپس ہوتے ہیں تو ان کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے، مگر اس اعادہ سے پورے بدن کی حیات قیامت سے پہلے نہیں ہو سکے گی۔

پانچویں قسم: کا تعلق اس دن ہوگا جب کہ اجساد اور اجسام کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور یہ کامل تعلق رہے گا۔ کیونکہ اس تعلق کے بعد نہ تو نیند آئے گی اور نہ ہی موت آئے گی اور نہ ہی بدن پر امراض وغیرہ کا اثر ہوگا۔ (شرح عقیدہ طحاوی ص ۳۹۹)

ف ۲: اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغوی نے نقل کیا ہے کہ نیند میں روح نکل جاتی ہے، مگر اس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی۔ (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا

ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے لیکن تعلق کا انقطاع ویسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے۔'' (حاشیہ تفسیر عثمانی)

چنانچہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ فرماتے ہیں کہ اگر ایک بدن میں دو روح مان لئے جائیں تب بھی درست ہے جن میں سے ایک روح تو موت پر جنت یا دوزخ میں جا پہنچا اور دوسرا بدن کے ساتھ ہے جس سے برزخی واردات اور حالات کا علم ہوتا ہے۔ اس کی مثال میں حاملہ عورت کو پیش کیا جا سکتا ہے جس کے بدن میں دو روح ہوتے ہیں ایک کا تعلق تو اس کے اپنے بدن کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک روح کا تعلق اس حمل کے ساتھ ہوتا ہے جو اس کے پیٹ میں ہے مگر بظاہر ایک ہی روح نظر آتی ہے۔ ہمارے سمجھنے کے لئے بقدر ضرورت یہی کافی ہے، وضاحت کے لئے حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا مختصر مگر جامع رسالہ ''الفتوح ممایتعلق بالروح'' اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا مختصر مگر جامع رسالہ ''الروح فی القرآن'' کا مطالعہ مفید ہے۔ تفصیل کے لئے علامہ ابن القیم کی کتاب الروح کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

اس لئے بعض اموات کو مردہ کہنے سے بھی منع کرتے ہوئے فرمایا: ''وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرۃ: ۱۵۴)'' اور مت کہو ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہیں کہ وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں ہے۔

ہوسکتا تھا کہ کوئی عقلِ خام کا پجاری یہ کہہ دیتا کہ چونکہ ان کے کارنامے زندہ ہیں، اس لئے ان کو احتراماً مردہ نہ کہا جائے اس لئے علیم وخبیر خداوند تعالیٰ نے اس کی پوری وضاحت کرتے ہوئے پر فرمایا: ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ (آل عمران: ۱۶۹)'' اور تو ہرگز نہ سمجھ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں اس انعام پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اپنے فضل سے۔

پہلی آیت میں مضارع کا صیغہ ارشاد فرمایا جو حال واستقبال کے لئے آتا ہے اور دوسری میں ماضی کا صیغہ ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی ''لَا تَحْسَبَنَّ'' کا صیغہ فرمایا جو نون ثقیلہ کے ساتھ مؤکد ہے یعنی ہرگز یہ خیال بھی نہ کرنا کہ شہید فی سبیل اللہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور ان کو خوراک دی جاتی ہے۔

آخری دور کے محقق امام اہل حدیث علامہ شوکانی یمنی (م ۱۲۵۰ھ) نے شہیدوں کے رزق کے بارے میں فرمایا: ''اَلْمُرَادُ بِالرِّزْقِ الْمَعْرُوفِ فِي الْعَادَاتِ كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ جُمْهُورُ السَّلَفِ'' (تفسیر فتح القدیر)

''اس رزق سے مراد کوئی روحانی رزق نہیں بلکہ وہی خوراک اور رزق ہے جو عادت کے طور پر معروف ومشہور ہے اور یہی جمہورِ سلف کا قول ہے۔''

اور یہ حیات اور رزق اور بہترین رہائش کی جگہ صرف شہیدوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جس نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی، دین کے لئے زندہ رہا، دین کی راہ میں مرا، اس کو بھی یہ حیات اور رزق حاصل ہے۔ ارشاد قرآنی ہے: ''وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ وَإِنَّ اللهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ (الحج: ۵۸، ۵۹)'' اور جو لوگ گھر چھوڑ آئے اللہ کی راہ میں پھر مارے گئے یا مر گئے البتہ ان کو دے گا اللہ روزی خاصی اور اللہ ہے سب سے بہتر روزی دینے والا البتہ پہنچائے گا ان کو ایسی جگہ جس کو وہ پسند کریں گے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے تحمل والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجر فی سبیل اللہ کی موت طبعی یا بطور شہادت کو اپنے ہاں مقبولیت اور مغفرت کا ذریعہ فرمایا کہ ان کو موت کے بعد "رزقاً حسناً" دیا جاتا ہے اور ان کو ایسی جگہ داخل کیا جائے گا جس کو وہ پسند کریں گے اس سے مراد قبر ہی ہے۔

ف: اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دینے کی خبر کو مؤکد" بہ لام تاکید" اور مؤکد" بانون ثقیلہ" فرمایا ہے۔ یعنی ضرور اللہ تعالیٰ ان کو رزق بھی دے گا اور پسندیدہ جگہ بھی دے گا یعنی اس جہاں سے جاتے ہی ان کو جنت عطاء کر دی جائے گی جیسا کہ سید دو عالم ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو جنگ موتہ میں شہید کر دیئے گئے کو دیکھ کر فرمایا: "رَأَیْتُ جَعْفَرَ یَطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ فِی الْجَنَّةِ" میں نے دیکھا کہ جعفر اپنے دونوں پروں کے ساتھ جنت میں اُڑ رہا ہے۔ (ترمذی شریف)

اس کی تشریح میں قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: "جعفر طیار اپنے بدن کے ساتھ اُڑ رہے تھے۔" (کوکب دری ج ۲ ص ۳۱۵)

اسی مشاہدہ سید دو عالم ﷺ کو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے پوری تفصیل کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں روایت فرمایا ہے: "ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے قریب ہی اسماء بنت عمیس بیٹھی تھیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا "وعلیکم السلام" پھر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا اگرچہ بظاہر کوئی سلام دینے والا تجھے نظر نہیں آتا مگر بات یہ ہے کہ ابھی حضرت "جعفر رضی اللہ عنہ "جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کے ہمراہ یہاں سے گزرے اور ہم کو سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا۔ جعفر نے مجھے سلام کرنے کے بعد اپنا سارا واقعہ سنایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کے بدلے میں دو پر عطاء فرمائے ہیں جن کے ساتھ میں جنت میں جہاں چاہتا ہوں جاتا ہوں اور جو چاہوں اس کے پھلوں سے کھاتا ہوں۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا پھر تو جعفر کتنا خوش نصیب ہے مگر میں خیال کرتی ہوں کہ لوگ شاید اس بات کو نہ مانیں تو اگر آپ جلسہ عام میں فرمائیں تو بہتر رہے گا۔ چنانچہ جناب رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور ممبر پر رونق افروز ہو کر سارا واقعہ بیان فرمایا۔" (شرح الصدور ص ۱۰۲)

اسی طرح بعض شہداء کی برزخی زندگی اور ان کے دربار خداوندی میں مقبول ہونے کے حالات کو بھی مخبر صادق جناب سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (شہید احد) کے بیٹے جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے والد ماجد کی شہادت پر مجھ سے ایک دن سید دو عالم ﷺ نے اس قدر حزن و ملال کا سبب پوچھا تو میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ میرے والد ماجد شہید ہو گئے اور کافی کنبہ اور قرض چھوڑ گئے ہیں۔ اس لئے میں پریشان رہتا ہوں تو حضور انور ﷺ نے فرمایا: "مَا کَلَّمَ اللّٰہُ اَحَدًا اِلَّا مِنْ وَّرَاءِ حِجَابِهٖ وَاَحْیٰی اَبَاکَ فَکَلَّمَهٗ کِفَاحًا" اللہ تعالیٰ نے کسی کے ساتھ بھی بالمشافہ بات چیت نہیں کی مگر تیرے باپ کو زندہ فرما کر اس کے ساتھ بالمشافہ (روبرو) بات فرمائی اور اس سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے تو تیرے باپ نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں مجھے دنیا میں زندہ بھیج دیا جائے تاکہ دوبارہ شہادت سے سرفراز ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے پہلے فیصلہ فرما دیا ہے کہ یہاں آنے والے واپس دنیا میں نہ جائیں گے۔ (ترمذی تفسیر آل عمران)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ: "اگرچہ یہ انعام و اکرام غزوہ احد کے سب شہداء کو عطاء ہوا تھا مگر سب سے پہلے حضرت عبداللہ کو یہ شرف عطاء ہوا۔" (کوکب دری ج ۲ ص ۲۰۴)

اسی طرح بعض اموات کے بدنوں کا سلامت رہنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے بعض سعادت مندوں کو بھی حاصل ہوا۔ چند تاریخی واقعات نقل کئے جاتے ہیں:

۱...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں نجران کے ایک آدمی نے ایک کھنڈر کھودا تو دیوار کے نیچے ایک مردہ نوجوان بیٹھا ہوا پایا جس نے اپنی کنپٹی پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور ایک انگلی میں انگشتری بھی تھی جس پر ''اللہ رَبِی'' لکھا ہوا تھا۔ نجران کے لوگوں نے یہ سارا واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نوجوان کو اس حال پر رکھا جائے۔

ف: اس نوجوان کا نام عبداللہ التامر تھا اور یہ ان نوجوانوں میں تھا جو اصحاب الاخدود کا شکار ہوئے تھے، جن کا ذکر سورۃ البروج میں ہے۔

۲...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب میدان احد میں زیر زمین نہر کھودی گئی تو:

الف: حضرت عبداللہ بن عمرا اور عمرو بن جموح رضی اللہ عنہم کی نعش بالکل سلامت اسی طرح نکلی کہ زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا جب ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہہ نکلا اور تھوڑی دیر بعد ہاتھ وہاں جا کر چپک گیا۔

ب: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ نہر کھودنے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا کہ اپنے اپنے شہداء کو یہاں سے ہٹالیا جائے، تو جن لوگوں نے اپنے رشتہ داروں کی قبروں کو کھود کر وہاں سے نکالا وہ سارے کے سارے ایسے تھے جیسا کہ ابھی غسل دیا گیا ہو، ان کے بدنوں سے پانی نچڑ رہا تھا، ایک شہید کے پاؤں پر غلطی سے کدال لگ گیا تو اس سے تازہ خون بہہ نکلا۔ (المصنف جز ۳ ص ۵۴۷ وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۱۷)

ابو سعید نے فرمایا کہ اب کوئی منکر حیات شہداء اس کا انکار نہ کر سکے گا۔

۳...... مشہور محدث، مفسر، مؤرخ اسلام علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی مقبول اور مشہور ترین کتاب المنتظم میں کئی نادر واقعات کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے صرف دو درج کئے جاتے ہیں۔

الف: محمد بن یحییٰ ایک شخص فوت ہو گیا، اس کو دفن کر دیا گیا۔ رات کو کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ اچانک بیٹھ گیا اور دوڑتا ہوا گھر آ پہنچا کافی زمانہ زندہ رہا۔ اس کو حامل کفنہ کہا جاتا تھا۔ (یعنی وہ آدمی جو اپنا کفن اٹھا کر لے آیا)

ب: اسی طرح ایک آدمی کے دفن کے بعد جب کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ زندہ ہو کر بھاگ آیا پھر کافی زمانہ زندہ رہا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی دیا جس کا نام مالک تھا۔ (ج ۶ ص ۱۱۴)

۴...... دلائل الخیرات کے مرتب حضرت مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کا وصال ۸۰۰ھ میں سو برس کی عمر میں ہوا مگر ستر (۷۰) سال بعد ان کی میت کو مراکش لے جانے کے لئے جب قبر کو کھودا گیا تو بدن اور کفن بالکل صحیح و سالم تھا۔

(مکاتیب شیخ الاسلام ج ۲ ص ۲۳۱)

۵...... گجرات کے ایک ولی اللہ صالح خانجیو صدیقی کو گجرات کے ظالم حاکم نے پھانسی کا حکم دیا۔ جونہی آپ کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا گیا، آپ نے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ آپ کا بدن زمین سے اٹھایا گیا اور روح پرواز کر گئی مگر جب پھندا نرم ہونے کے بعد بدن زمین پر آ لگا تو آپ کے بدن میں روح کا اعادہ ہوا اور آپ نے کلمہ شہادت کا باقی حصہ بھی پڑھ لیا۔ (نزہۃ الخواطر ج ۴ ص ۱۰۲)

۶...... مندرجہ ذیل واقعہ سب سے زیادہ عجیب اور قرآنی فیصلے کی تصدیق ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ ہمارے اسی زمانہ کا ہے اور اس کے عینی گواہ جناب سید لطافت حسین صاحب کے الفاظ میں ہے: ''دریائے دجلہ کے کنارے سیدنا حضرت عبداللہ بن جابر اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں۔ دریا مزارات کو کاٹتا ہوا بالکل ان مزارات کی جڑ میں پہنچ گیا اور خیال تھا کہ چند روز میں یہ مزارات مقدسہ دریا برد ہو جائیں گے۔ اس واسطے حکومت عراق نے تجویز کیا کہ ان اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک نعشیں قبور سے کھود کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں دفن کر دی جائیں۔ مجھ کو خبر ذرا دیر سے ملی۔ لیکن الحمدللہ! ان اصحاب کبار کے جنازوں میں شرکت اور کندھا دینے کا موقع اچھی طرح مل گیا۔ تقریباً آٹھ دس ہزار آدمی تھے۔ میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں، کہاں میں سیاہ کار اور کہاں یہ اصحاب کبار رسول اللہ ﷺ کے جنازوں کی شرکت، جو سماں اس وقت تھا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے لیکن اس واقعہ نے میرے دل میں ایک گونہ تسکین پیدا کر دی۔ اللہ کریم بحرمت ان بزرگوں کے ہم سب کی عاقبت بخیر فرمائے۔ جس وقت ان اصحاب کے جنازے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے سامنے رکھے گئے، ایک ضعیف قاری نے سورۃ الانبیاء کا رکوع ''اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی'' بڑی رقت سے پڑھنا شروع کیا۔ قرأت کی موزونیت، قبر سے نکلے ہوئے جنازوں کی موجودگی اور خلق کی آہ وبکا نے قیامت کا نمونہ برپا کر دیا تھا۔ اکثر آدمی روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ نعشیں تیرہ سو برس گزرنے کے بعد بھی سالم تھیں۔ کفن ہاتھ لگانے سے بوسیدہ تھا، ایک صاحب کی داڑھی سفید تھی اور ایک کی سیاہ۔'' (رسالہ صدق لکھنؤ مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۴ء)

ف: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ (حم السجدۃ: ۵۳)'' ہم ان کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں اطراف عالم میں۔

ف: ان دونوں سعادت مندوں کا مختصر سا حال درج ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

آپ کے والد کا نام حسیل اور لقب یمان ہے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ العبسی ہے۔ صاحب سر (رسول اللہ ﷺ کے رازدار) صحابی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے گزشتہ اور آئندہ قیامت تک ہونے والے تمام واقعات بیان فرمائے ہیں۔ (صحیح مسلم) اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی پیروی فرماتے۔ اگر وہ ان کی نماز جنازہ میں شرکت فرماتے تو آپ بھی تشریف لے جاتے، ورنہ آپ بھی شرکت نہ فرماتے۔ آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ وغیرہم اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں اور آپ کو کاتب نبی ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ۳۵ھ اور بقول بعض ۳۶ھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چالیس روز بعد وفات پائی اور آپ کا مزار مبارک دریائے دجلہ کے کنارے ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

کنیت ابوعبداللہ ہے۔ انصاری سلمی اور مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ کثرت سے روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر سمیت کل اٹھارہ (۱۸) معرکوں اور غزوات میں حصہ لیا۔ شام اور مصر بھی تشریف لے

گئے۔ اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ۴۷ھ میں بعمر ۹۴ برس وفات پائی۔ آپ سے بہت زیادہ تعداد نے روایت کی ہے۔ آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد (۱۵۴۰) ہے۔ متفق علیہ ۶۰، صحیح بخاری ۲۶، صحیح مسلم ۱۲۶، ہیں۔ آپ کا مزار مبارک دریائے دجلہ کے کنارے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے قریب ہے۔

حیات بعد الموت کی تصدیق کا ایک عجیب واقعہ

اسود عنسی جھوٹے نبی نے ابو مسلم خولانی سے یہ کہا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ تو ابو مسلم نے کہا کہ میں تیری بات نہیں سن رہا۔ پھر اسود عنسی نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (ﷺ) تو ابو مسلم خولانی نے کہا کہ بے شک میں سید دوعالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتا ہوں، تو اسود عنسی کے حکم سے آگ جلائی گئی اور اس آگ میں ابو مسلم خولانی کو ڈال دیا گیا مگر لوگوں نے دیکھا کہ ابو مسلم زندہ ہے اور نماز پڑھ رہا ہے اور وہ آگ ٹھنڈی ہو چکی ہے۔

امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ابو مسلم مدینہ منورہ آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھا کر یوں فرمایا: ''اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِی لَمْ یُمِتْنِی حَتّٰی اَرَانِی فِی اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَنْ فَعَلَ بِهٖ کَمَا فَعَلَ بِاِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ'' اس اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے جس نے مجھے اپنی زندگی میں حضور ﷺ کا ایک ایسا امتی دکھا دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے وہی فضل فرمایا جو ابراہیم علیہ السلام پر فرمایا تھا۔ (کتاب النبوات از ابن تیمیہ مطبوعہ مصر ۱۳۴۶ھ ص ۲۶۵)

میت کا بعض واقعات کی اطلاع دینا

علامہ ابن القیم نے ایسے کئی واقعات ذکر کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کبھی کبھی افہام و تفہیم بھی کر دیتے جیسا کہ:

۱...... حضرت صعب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عوف نے ان کو خواب میں دیکھا تو دوسری باتوں کے علاوہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میں نے فلاں یہودی سے دس دینار قرض لئے تھے وہ فلاں جگہ پڑے ہیں وہ اس کو دے دیں۔ نیز میری بیٹی چھ دن کے بعد مر جائے گی۔ چنانچہ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے اس جگہ سے دس دینار لے کر ادا کر دیئے اور واقعی ان کی بیٹی چھ دن کے بعد فوت ہو گئی۔

۲...... حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کسی نے ان کی زرہ اتار کر ایک پوشیدہ جگہ پر رکھ دی۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ ادھر تو ایک آدمی کو خواب میں آئے کہ جا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہہ دے کہ میری زرہ فلاں آدمی نے فلاں جگہ چھپا رکھی ہے وہاں سے لے لیں اور ادھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خواب میں آئے کہ مجھ پر جتنا قرض ہے میرے مال سے ادا کر دیجئے نیز میرا فلاں غلام بھی آزاد کر دیجئے۔

چنانچہ ان دونوں جلیل القدر صحابیوں نے (حضرت خالد رضی اللہ عنہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) ان کی اس اطلاع کو درست سمجھ کر اس پر عمل فرمایا اور وہ سب باتیں درست نکلیں، یہ واقعہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے کا ہے کسی نے اس پر انکار نہیں کیا تو گویا یہ اجماع بن گیا۔ (کتاب الروح و شرح الصدور)

مزارات اہل اللہ سے فیض باطنی

جیسا کہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ موت کے بعد بھی میت کے بدن کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ ادراک اور سماع رکھتا ہے اس لئے جب کوئی صاحب دل کسی اللہ کے برگزیدہ بندے کی قبر پر مراقب ہوتا ہے تو صاحب قبر سے اکتساب فیض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہو جاتا ہے، مشہور فلسفی اور مفسر امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الکتاب العالیۃ'' میں زیارت قبور کے فوائد میں فرمایا: ''جب کوئی انسان کسی کی قبر پر جاتا ہے اور کچھ دیر ٹھہرتا ہے تو اس صاحب قبر میں اور اس زیارت کرنے والے میں ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے، اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے جیسا کہ ایک آئینہ دوسرے آئینے کے سامنے ہو اب ایک کا فیض دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے اگر میت زائر سے زیادہ قوی ہے تو اس کا فیض زائر پر اثر انداز ہوتا ہے اور اگر زیارت کرنے والا قوی ہے تو اس کی برکات سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔'' (السیف الصقیل ص ۱۲۹)

قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز سے پوچھا گیا کہ بعض صوفی قبور اولیاء پر چشم بند کر کے بیٹھتے ہیں اور سورۃ الم نشرح لک پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے۔

جواب: اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۹۶)

ف ۱: معلوم ہوا کہ شہداء کے بغیر بھی دوسرے بعض سعادت مندوں کے بدن سلامت رہتے ہیں۔ مٹی ان پر اثر نہیں کر سکتی جیسا کہ: ''حافظِ قرآن عزیز، اذان کہنے والا، عالم باعمل جس کی شکل میں سید دو عالم ﷺ کسی کو خواب میں نظر آئیں۔''

ف ۲: بعض اموات کے متعلق روایات میں ہے کہ وہ اذان اور اقامت کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، قرآن عزیز کی تلاوت کرتے ہیں، حج کے لئے بھی جاتے ہیں۔

(فیض الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۸۳، از علامہ انور شاہ مرتبہ مولانا بدر عالم میرٹھی)

جب اُمت کے بدن سلامت رکھے جا سکتے ہیں تو سید الانبیاء ﷺ کے جسد اطہر کو کس طرح مٹی کے حوالہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد عالی: ''اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ'' بالکل صحیح ہے۔

تو جب بدن سلامت رہے تو روح تو سب کی سلامت رہتی ہے زندگی روح اور بدن کی سلامتی اور ان کے باہمی تعلق کا ہی تو نام ہے۔

ف: قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے فرمایا: ''روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی۔'' (فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۸۳)

بعض اموات کے معمولات قبر میں

جب یہ بات اسلامی تعلیمات سے ثابت ہوگئی کہ مرنے کے بعد قبر میں بدن کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے اور اسے برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے اس برزخی زندگی میں بھی میت وہ نیک اعمال کرتا رہتا ہے جو اس کو دنیا میں پسند اور مرغوب تھے۔ کیونکہ اہل جنت کے لئے خداوند قدوس کا یہ ارشاد ہے: ''ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون (السجدۃ: ۳۱)'' اور تم کو ملے گا اس جنت میں جو تمہارے دل چاہیں گے اور تم کو وہ بھی ملے گا جو تم مانگو گے۔

اگرچہ اس رحمت اور مہربانی کا کامل ظہور تو قیامت کے دن ہوگا مگر چونکہ قبر بھی قیامت کی پہلی منزل ہے اس لئے یہاں بھی اس کے پرتو کا ظہور رہتا ہے۔

اسی طرح بعض احادیث میں آتا ہے کہ جس مسلمان کو قرآن مجید کی تلاوت کی عادت ہوتی ہے اس کو قبر میں مصحف شریف دیا جاتا ہے تاکہ وہ تلاوت کرے۔ البتہ اتنی بات ہے کہ دنیا میں ہم عبادات کے مکلف ہوتے ہیں اور برزخی زندگی میں مکلف نہیں رہتے بلکہ اپنی دلی محبت اور پسندیدگی کی وجہ سے ان عبادات اور معمولات کو کرتے رہتے ہیں۔

جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سفر میں ایک جگہ اپنا خیمہ لگایا تو زمین سے سورۃ ملک پڑھنے کی آواز آتی رہی، واپسی پر سید دوعالم ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ھی الناجیۃ ھی المنجیۃ'' (مشکوۃ)

ف: منکرین حیات اکثر حافظ ابن تیمیہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ اکثر عقائد میں ان کے خلاف ہیں۔ آل الشیخ میں سے علامہ شیخ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب ''مصباح الظلام'' میں فرمایا ہے کہ: ''جب اکثر اموات کی قبروں سے قرآن کی آواز سنی جاتی ہے تو حضور انور ﷺ کی قبر انور سے کیوں بعید سمجھا جائے گا؟'' (کتاب مذکور ص ۲۹۳)

فانی جہان سے باقی جہان کو روانگی

یہ بات شرعاً اور عقلاً اور مشاہدۃً بالکل حقیقت ہے کہ ہر انسان پر اس کی عمر طبعی کامل ہونے پر موت آجاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر شدہ وقت پر وفات پا جاتا ہے، مگر جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یہ موت عدم محض یا بالکل ملیامیٹ ہونے کا نام نہیں بلکہ یہ وفات کہلائی جاتی ہے اور اس کو انتقال بھی کہا جاتا ہے یعنی اس دنیاوی زندگی کو چھوڑ کر دوسری زندگی کی طرف منتقل ہو جانا ہے۔ شاید یہی حکمت ہے کہ قرآن حکیم نے وفات اور موت کے ساتھ ایک اور جہان کی طرف لوٹائے جانے کا ارشاد فرمایا ہے یعنی وفات کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ مرنے والا اب ختم ہو گیا بلکہ وہ تو اپنی دوسری منزل کی طرف لوٹ گیا یا لوٹایا گیا۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے: ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (البقرۃ:۲۸)'' کس طرح منکر ہوتے ہو خدا تعالیٰ سے حالانکہ تم بے جان تھے پھر زندہ کیا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر زندہ کرے گا تم کو پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ (الانبیاء:۳۵)'' ہر جی کو چکھنی ہے موت اور ہم تم کو جانچتے ہیں برائی سے اور بھلائی سے آزمانے کو اور ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔

''ان الینا ایابھم۔ ثم ان علینا حسابھم (الغاشیۃ:۲۵، ۲۶)'' بے شک ہماری طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے اور پھر ہم پر ان کا حساب لینا ہے۔

''قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون (السجدۃ:۱۱)'' آپ ﷺ فرما دیجئے تم کو وفات دے گا موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

''فسبحٰن الذی بیدہ ملکوت کل شئی والیہ ترجعون (یٰس:۸۳)'' پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

قرآن عزیز کی سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت میں یہ بھی ارشاد فرمایا: ''ان الی ربک الرجعی (العلق:۸)'' بے شک تیرے رب کی طرف پھر جانا ہے۔

اس رجوع الی اللہ اور انتقال کا جامع اور مختصر حال قرآن کریم نے یوں ارشاد فرمایا: ''كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ۔ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ۔ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ۔ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ۔ إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ (القیامۃ:۲۶ تا ۳۰)'' ہرگز (اور کوئی بات نہیں) جس وقت جان پہنچے سینہ کی ہنسلی تک اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا اور وہ سمجھا کہ اب وقت آیا جدائی کا اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی، تیرے رب کی طرف ہے اس دن کھنچ کر چلا جانا۔

یعنی اب اس زمین پر چلنا پھرنا تو ختم ہوگیا اب تو اپنے رب کی طرف چلایا جائے گا، اس سفر کی ابتداء اور آخری منزل کو یوں ارشاد فرمایا: ''فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ۔ وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ تَنْظُرُونَ۔ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ۔ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ۔ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ۔ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ۔ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ۔ فَسَلَامٌ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ۔ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ۔ فَنُزُلٌ مِنْ حَمِيمٍ۔ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ۔ إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ (الواقعۃ:۸۲ تا ۹۵)'' پھر کیوں نہیں جس وقت جان حلق کو پہنچے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو اور ان کے پاس ہیں تم سے زیادہ قریب ہم پر تم نہیں دیکھتے پھر کیوں نہیں۔ اگر نہیں تم کسی کے حکم میں تو کیوں نہیں پھیر لیتے اس روح کو اگر تم سچے ہو۔ پس اگر وہ آدمی ہوا خدا کے مقرب لوگوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ ہے نعمت کا اور اگر وہ ہوا داہنے والوں سے تو سلامتی پہنچے تم کو داہنے والوں سے اور جو ہوا جھٹلانے والوں بہکنے والوں سے تو مہمانی ہے جلتا پانی اور ڈالنا آگ میں بے شک یہی بات ہے لائق یقین کے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ''یعنی تم ایک منٹ کے لئے نہیں روک سکتے۔ اس کو اپنے ٹھکانے پر پہنچنا ضروری ہے۔ اگر وہ مردہ مقربین میں سے ہوگا تو اعلیٰ درجہ کی روحانی اور جسمانی راحت وعیش کے سامانوں میں پہنچ جائے گا اور اگر اصحاب یمین میں سے ہوا تب بھی کچھ کھٹکا نہیں:......

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں یعنی خاطر جمع رکھ ان کی طرف سے یا یہ مطلب ہے کہ اصحاب یمین کی طرف سے اس کو سلام پہنچے گا یا اس کو کہا جائے گا کہ تیرے لئے آئندہ سلامتی ہی سلامتی ہے اور تو اصحاب یمین میں شامل ہے، بعض احادیث میں ہے کہ موت سے پہلے ہی مرنے والے کو یہ بشارتیں مل جاتی ہیں اور اسی طرح مجرموں کو ان کی بدحالی کی اطلاع دے دی جاتی ہے۔''

برزخی زندگی کی ابتداء

اب اس زندگی کے خاتمہ پر دوسری زندگی شروع ہوگئی، جس کو قرآن کریم نے برزخی زندگی کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ یعنی اب دنیا والوں اور ان مسافران آخرت کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا گیا ہے۔ ان کے حالات اب یہ نہ دیکھ سکیں گے۔ کبھی کبھی عبرت اور زیادۃ یقین کے لئے کسی سے پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ مگر اب پردہ ہی رہے گا۔ قرآن عزیز کا ارشاد گرامی ہے: ''قُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ۔ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ۔ حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ۔ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ

وَرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (المومنون:۹۷تا۱۰۰) ''اور کہہ اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی چھیڑ سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اے رب اس سے کہ میرے پاس آئیں (موت کے وقت) یہاں تک کہ جب پہنچے ان میں سے کسی کو موت کہے گا اے میرے رب مجھ کو پھر بھیج دو شاید میں کچھ بھلا کام کرلوں اس میں جو پیچھے چھوڑا ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے کہ وہی کہتا ہے اور ان کے پیچھے پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں۔

یعنی اب دوسرا جہان شروع ہوگیا ہے وہ تم زندہ لوگوں کو نظر نہیں آئے گا مگر وہاں مستقل اس جہان کے مطابق زندگی شروع ہوجائے گی، جس طرح دیوار یا پردہ کے پیچھے کوئی کام ہوتا ہو تو وہ دوسروں کو نظر نہیں آتا مگر وہ ہوتا ضرور ہے۔

ف: برزخ کا معنی پردہ اور آڑ ہے دو چیزوں کے درمیان، جیسا کہ سورۃ الرحمن میں فرمایا: ''مرج البحرین یلتقیان۔ بینہما برزخ لا یبغیان (الرحمن:۱۹، ۲۰) ''اسی اللہ تعالیٰ نے دو دریا چلائے جو مل کر تو چلتے ہیں مگران دونوں کے درمیان ایک رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے ایک کا پانی دوسرے میں نہیں چڑھ سکتا۔

اسی طرح سورۃ الفرقان میں فرمایا: ''وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا (الفرقان:۵۳) ''اور وہی اللہ ہے جس نے ملے ہوئے چلائے دو دریا، یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا ہے اور یہ کھاری ہے کڑوا اور رکھا ان کے بیچ پردہ اور آڑ رکھی ہوئی۔

یہ دوسری زندگی اس کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے فوراً شروع ہوجاتی ہے جیسا کہ محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا: ''مُردن ایں طرف زیستن آں طرف'' یعنی ادھر موت واقع ہوئی اور ادھر پھر زندہ ہوگیا۔

ف: حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا قصیدہ بہ عنوان ''عالم برزخ و تشکل اعمال، عقیدہ حیات قبر'' احادیث میں کے عنوان میں آرہا ہے۔

برزخ کا معنی وہ پردہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان ہو مگر وہ نظر نہ آئے، جیسا کہ سورج اور سائے کے درمیان پردہ ہوتا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۴ ص ۲۲۲)

چونکہ میت کے حالات اور قبر کے واقعات دنیا اور قیامت کے درمیان ایسا پردہ ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے، اس لیئے ان کو برزخ فرمایا ہے۔

عقائد کا سمعی ہونا

اسلامی عقائد سارے کے سارے سمعیات کہلاتے ہیں یعنی توحید باری تعالیٰ، رسالت کونین ﷺ و جملہ انبیاء علیہم السلام اور متعلقات رسالت وحی، آسمانی کتابیں، فرشتے، تقدیر، قبر کا ثواب اور عذاب قیامت، ان سب عقائد کا تعلق سمعیات سے ہے۔ یعنی ہم نے سید دو عالم ﷺ سے سن کر قبول کئے ہمارے اپنے عقل اور فہم و فراست کو اس میں دخل نہیں۔ یہی حکمت ہے کہ سید دو عالم ﷺ کی تعلیمات کو ''سمعیات'' کے ساتھ تعبیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''رَّبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا (آل عمران:۱۹۳) ''اے ہمارے رب ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو پکار رہا تھا ایمان کے لئے یوں کہہ کر کہ ایمان لے آؤ اپنے رب پر، پس ہم ایمان لے آئے۔

اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ کو صرف اپنے عقل و دلائل سے مانتا ہوں تو وہ مسلمان نہیں جب تک یہ

نہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اس تعلیم اور ارشاد پر عمل کرتے ہوئے جو نبی کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے...... یہی وجہ ہے کہ علم عقائد کی ہر کتاب یعنی عقائد نسفی سے لے کر تمام کتب عقائد میں السمعیات کو ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی جو عقیدہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا اس کو ماننا ضروری ہے۔ اپنے ناقص علم اور تجربے اور مشاہدہ کو ایمان کی بنیاد نہ سمجھنا چاہئے۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے مسیح علیہ السلام اور ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار کر دیا ہے کہ یہ بات ان کی سمجھ اور ناقص علم میں نہیں آتی کہ ایک انسان کس طرح تقریباً دو ہزار سال سے نہ صرف زندہ ہے بلکہ اس کو آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم کی واضح اور روشن آیات، احادیث متواترہ اور علماء امت کا اجماع اور اولیاء ملت کا اس عقیدہ پر آج تک اتفاق ہے۔ اسی طرح حیات قبر اور دوسرے برزخی عقائد کا بعض لوگوں نے سرے سے انکار کر دیا اور بعض نے غلط تاویلات کر دیں اور اسی عقل پرستی کا شکار ہو کر معراج جسمانی، جنت، دوزخ، ملائکہ اور جنات کا انکار کر دیا۔

میت کا بعض امور میں ادراک اور شعور

جب ایک مسلمان پر موت کا وقوع ہو جاتا ہے بظاہر اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے مگر اس کو حسب ارشاد سید دو عالم ﷺ مندرجہ ذیل امور کا علم ہوتا ہے، جن کا خلاصہ بحوالہ کتب درج ہے۔

۱...... سید دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "اِنَّ الْمَیِّتَ لَیَعْرِفُ مَنْ یَحْمِلُہٗ وَیَغْسِلُہٗ وَمَنْ یُدْلِیْہِ فِیْ قَبْرِہٖ" بے شک میت پہچانتی ہے اس کو جو اس کو اٹھاتا ہے اور اس کو غسل دیتا ہے اور جو اس کو قبر میں اتارتا ہے۔ (جمع الفوائد ص ۲۳۱)

میت کا چار پائی پر پیغام سننا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرنے والے مسلمان کی معرفت سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجا کرتے تھے، جیسا کہ: "محمد بن المنکدر فرماتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اس وقت پہنچا جب کہ وہ سکرات موت میں مبتلا تھے، ان سے عرض کیا سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں میرا سلام کہہ دینا۔"

یہ حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے جس کو مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے اور محمد بن المنکدر رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی جن کے علم، عمل، تقویٰ پر علماء عصر کا اتفاق ہے اور جابر بن عبداللہ دونوں باپ بیٹا صحابی رضی اللہ عنہما ہیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

اور یہ سلام بھیجنا صرف سید دو عالم ﷺ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ بعد میں یہ پیغام سلام کا سلسلہ جاری رہا جیسا کہ: "اَخْرَجَ الْبُخَارِیْ عَنْ خَالِدَۃَ بِنْتِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَنِیْسٍ قَالَتْ جَاءَتْ اُمُّ اَنِیْسٍ بِنْتُ اَبِیْ قَتَادَۃَ بَعْدَ مَوْتِ اَبِیْہَا بِنِصْفِ شَہْرٍ اِلٰی عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَنِیْسٍ وَھُوَ مَرِیْضٌ فَقَالَتْ یَا عَمِّ اِقْرَأْ اَبِی السَّلَامَ" بخاری نے عبداللہ بن انیس کی صاحبزادی خالدہ سے اس بات کو بیان کیا ہے کہ ابو قتادہ صحابی (رضی اللہ عنہ) کی صاحبزادی ام انیس اپنے والد کی وفات کے پندرہ دن بعد عبداللہ بن انیس کے پاس آئی۔ جب کہ وہ مرض الموت کے مریض تھے اور یہ کہا کہ اے چچا میرے والد کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ (مرقاۃ)

صحیح احادیث میں مندرجہ ذیل واقعہ موجود ہے جس کو سعودی عرب کے سابق شیخ الحرم اور پہلے سفیر پاکستان علامہ عبدالحمید خطیب مرحوم نے اپنی کتاب (مناجات اللہ ص ۲۷) پر ذکر فرمایا ہے: "جب بشر بن براۃ بن

معمر فوت ہو گئے تو ان کی والدہ کو سخت صدمہ ہوا، اس نے سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ بنوسلمہ میں سے کوئی نہ کوئی مرتا ہی رہے گا۔ کیا مرنے کے بعد اموات ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور کیا میں اپنے بیٹے بشر کو کسی میت کی وساطت سے سلام بھیج دیا کروں۔ اس کے جواب میں حضور پر نور ﷺ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اے بشر کی ماں اموات ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان لیتی ہیں اس کے بعد جب بھی کوئی قبیلہ بنوسلمہ میں سے مرجاتا تو بشر کی والدہ اپنے بیٹے کو اس کی معرفت سلام بھیج دیتی تھی۔

وفات کے وقت میت کے اعمال کی جانچ پڑتال

احادیث میں موجود ہے کہ جب کسی مسلمان کی روح کو قبض کرنے کے لئے فرشتے آتے ہیں تو اس وقت شیطانی حملہ بھی ہوتا ہے کیونکہ شیطان نے یہ کہا تھا کہ میں ان پر آخر تک حملے کرتا رہوں گا۔ جیسا کہ ارشاد قرآن عزیز ہے: "قال انظرنی الیٰ یوم یبعثون (الاعراف: ۱۴)" ابلیس نے کہا تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ یہ اٹھائے جائیں گے۔

اس لئے سید دو عالم ﷺ نے نیک اعمال کے فوائد ارشاد کرتے ہوئے فرمایا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"نماز مومن کے سر کے قریب آ جاتی ہے اور زکوٰۃ دائیں جانب اور روزہ بائیں جانب اور دوسرے نیک اعمال پاؤں کی جانب (ہو کر شیطانی خطرات کا تحفظ کرتے ہیں) ہر عمل اس جہت پر حملہ کرنے والوں سے یہ کہتا ہے کہ اس طرف سے تو حملہ نہیں کر سکتا۔" (جمع الفوائد ص ۲۴۱)

میت کو جب اٹھا کر لے جاتے ہیں تو اگر وہ میت جنتی ہے تو اٹھانے والوں سے کہتا ہے مجھے جلدی جلدی لے چلو اور اپنے گھر پہنچا دو۔ جیسا کہ کوئی قید سے آزاد ہو کر اپنے گھر جلدی پہنچنے کے لئے بے قرار ہوتا ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو شور مچاتا ہے کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ جیسا کہ کسی کو حوالات یا جیل خانے لے جاتے ہیں۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک مستقل باب مندرجہ ذیل عنوان سے بیان فرمایا ہے: "بَابُ قَوْلُ الْمَيِّتَ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ قَدِّمُونِي"

"عَنْ اَبِى سَعِيدِ الْخُدْرِيّ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ ذٰلِكَ قَالَتْ لِاَهْلِهَا يَاوَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ" ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب میت کو جنازہ پر رکھا جاتا ہے اور اس کو مرد اٹھا کر لے جاتے ہیں تو اگر وہ مرنے والا نیک ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر برا ہوتا ہے تو گھر والوں کو کہتا ہے کہ یہ لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں، اس کی آواز کو انسان کے بغیر ہر چیز سنتی ہے اگر انسان سن لیتا تو بے ہوش ہو جاتا۔

ف: بخاری رحمہ اللہ کا جو درجہ اور مقام اسلام میں ہے اس کو سب جانتے ہیں، اس کو قرآن عزیز کے بعد دوسرا درجہ دیا جاتا ہے۔ اس امام بخاری نے اپنی صحیح میں قول المیت کا باب بیان فرمایا ہے یعنی وہ بدن جس کو میت کہا گیا ہے، بظاہر وہ میت ہے، مگر شرعی طور پر اس کی موت فنا کامل نہیں بلکہ وہ اب بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول رہا ہے۔ حدیث میں صاف موجود ہے کہ جو بدن اٹھانے والوں نے اٹھایا ہوا ہے وہی اپنی زبان سے کہہ رہا ہے۔ حضور انور ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے مگر انسان نہیں سن سکتا اور اس کی وجہ بھی

ارشاد فرمادی کہ اگر ہر انسان سن لے تو وہ اس ہیبت سے بے ہوش ہو جائے۔

ف: عقل کے پرستاروں کی بات صحیح ہے یا سید دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی صحیح ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ جو حضور انور ﷺ نے فرمایا وہ بالکل صحیح اور سچ ہے: ''فالحمدللہ علی ذٰلک''

ف: خلافت راشدہ کے دور میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ: ''حضرت عثمان غنی ﷛ کے زمانہ میں زید بن خارجہ ﷛ کی وفات ہوئی۔ ابھی حضرت عثمان ﷛ کی تشریف آوری کا انتظار تھا کہ حضرت زید ﷛ نے دو دفعہ اپنے چہرہ سے کپڑا اٹھایا اور دو دفعہ کہا: ''السلام علیکم'' تم سب خاموش رہو اور ادھر کان لگاؤ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (ﷺ) یہ بات پہلی کتاب میں بھی ہے سچے ابوبکر ﷛ نے سچ کر دکھایا جو جسمانی لحاظ سے تو کمزور تھے مگر اللہ تعالیٰ کے دین کو جاری کرنے میں بڑے بہادر تھے۔''

اس روایت کے راوی نعمان بن بشیر ﷛ ہیں اور اس روایت کو علامہ ذہبی ﷫ نے تہذیب میں ذکر کیا ہے۔ سعودی عرب کے جدید محقق مورخ احمد بن عبدالحمید عباسی نے اپنی کتاب تاریخ مدینہ جس کا نام عمدۃ الاخبار ہے میں اس کو درج فرمایا ہے۔ (ص ۲۱۳)

محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ﷫ نے اپنی کتاب (اکفار الملحدین ص ۵) میں استناد کے لئے نقل فرمایا ہے۔

ف: حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے سید دو عالم ﷺ کے سفر آخرت کے بعد جو کام دین اسلام کی سربلندی کے لئے کیے، ان کی نظیر نہیں ملتی۔ یعنی مرتدوں کا صفایا، مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی اور جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کا قتل اور اس فتنے کا پورا استیصال۔

ف: امام بیہقی ﷫ نے فرمایا ہے کہ موت کے بعد کلام کرنے کو صحیح سند کے ساتھ کافی علماء نے روایت کیا ہے۔ (رسالہ تبشیر الاصفیاء ص ۸)

محدث کبیر محمد بن عبدالواحد بن احمد المقدسی (م ۶۴۳ ھ) نے ایک کتاب بنام ''کلام الاموات'' تحریر فرمائی ہے۔

اموات کے ورثاء اور عام مسلمانوں پر حقوق

جب ایک مسلمان اس دنیا سے جانے والا ہو تو اس کو یوں ہی نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ اس کی نجات اور عالم برزخ اور حشر میں کام آنے والے اعمال کی طرف ورثاء اور دوسرے مسلمانوں کو توجہ دینی چاہئے۔ سید دو عالم ﷺ نے اس بارہ میں جو ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

۱...... ''لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' قریب المرگ مسلمانوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔

۲...... ''اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ اَوِ الْمَیِّتَ فَقُوْلُوْا خَیْرًا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ'' جب تم کسی بیمار یا میت کے پاس جاؤ تو نیکی کی بات کہو کیونکہ فرشتے بھی تمہارے کہنے پر آمین کہتے ہیں۔

۳...... ''اِقْرَؤُا سُوْرَۃَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ'' قریب المرگ مسلمانوں پر سورہ یٰس کی تلاوت کرو۔

۴...... سید دو عالم رحمت دو عالم خود بھی قریب المرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: ''سید دو عالم ﷺ میرے گھر تشریف لائے۔ جب کہ میرے خاوند ابوسلمہ بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے اور ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ رحمت دو عالم ﷺ نے اپنے بابرکت ہاتھوں سے ان کی آنکھوں کو بند کرتے ہوئے فرمایا کہ جب روح کو قبض کیا جاتا ہے تو آنکھ اس کو دیکھتی ہے۔ یہ سن کر (گھر والوں کو ابوسلمہ کی موت کا یقین ہوا) تو کچھ لوگوں نے آہ و فغاں شروع کر دی۔ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا منہ سے وہی بات نکالو جو بہتر ہو، فرشتے تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا یا اللہ ابوسلمہ کو بخش دے اور اس کا درجہ ہدایت پانے والوں میں بلند فرما۔ اس کے پسماندگان کو اس سے بہتر بدل عطاء فرما۔ اے سب جہانوں کے پروردگار ہم کو اور اس کو بھی بخش دے اور اس کی قبر کو وسیع تر فرما دے اور اس کے لئے اس کی قبر کو پرنور بنا دے۔''

سید دو عالم ﷺ کے اس بابرکت عمل سے ثابت ہوا کہ: ''قریب المرگ آدمی کے پاس جائے اور اس کے اعضاء کو اس طرح کر دے کہ دیکھنے والے وحشت محسوس نہ کریں اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔''

ف: حضور ﷺ کی دعا (کہ اس کے گھر والوں کو اس سے بہتر بدل عطاء فرما) یوں قبول ہوئی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سید دو عالم ﷺ نے نکاح فرما لیا۔

ف: علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ میت کو تلقین کرنا اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں احادیث کی روشنی میں حقیقی معنی پر ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ البتہ معتزلہ کے ہاں چونکہ دوبارہ زندہ کرنا قبر میں محال ہے، اس لئے تلقین کا کوئی فائدہ نہیں۔ (ج ۱ ص ۶۲۸)

۵...... میت کو شریعت کے مطابق لباس پہنایا جائے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنی حالت قریب المرگ میں نئے کپڑے طلب فرما کر پہن لئے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں نے خود سید دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ: ''آپ نے فرمایا ہے کہ میت کو انہی کپڑوں میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا جن میں اس کی موت واقع ہوئی تھی۔''

۶...... سید دو عالم ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کو جب کفن پہناؤ تو اچھا پہناؤ۔ (جو شریعت کے مطابق ہو)

۷...... سید دو عالم ﷺ کے ساتھ ایک صحابی سفر میں تھا جس نے احرام پہنا ہوا تھا، اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی تو سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اِغْسِلُوْہُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّ کَفِّنُوْہُ فِیْ ثَوْبَیْہِ وَلَا تَمَسُّوْہُ بِطِیْبٍ وَّلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَہٗ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مُلَبِّیًا'' اس کو خالص پانی میں ڈالے ہوئے بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دے دو اور ان ہی احرام کے دو کپڑوں کو کفن بنا دو اور اس کے سر پر کپڑا نہ ڈالو اور نہ ہی اس کو عطر لگاؤ کیونکہ یہ قیامت کے روز قبر سے تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

ف: اس حدیث سے واضح ہے کہ میت اب بھی معدوم محض نہیں بلکہ اس کو دوسرے جہان کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس حال میں دنیا سے جائے گا اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔

غسل اور تکفین کے بعد اب اس میت کو اٹھایا جائے۔ اس کے پیچھے جانا ایمان کی عظیم علامت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام "بَابُ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ مِنَ الْاِیْمَانِ" ہے۔ میت کو آگے رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جائے جو اس کے لئے مغفرت کی دعا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اموات کو زندہ لوگوں کی دعاؤں اور دیگر اعمال سے فائدہ ملتا ہے۔ اگر میت بالغ ہے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے اور اگر نابالغ ہے تو اس کو دربار خداوندی میں اپنا شفیع پیش کرتے ہوئے یوں درخواست کرے: "وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا" یا اللہ اس بچے کو ہم سب کی شفاعت کرنے والا بنا اور اس کی شفاعت قبول بھی فرما۔

جنازہ جس قدر ہو سکے زیادہ آدمی پڑھیں، جنازہ کے پیچھے پیچھے جائے اور سوائے عذر کے پیدل جائے کیونکہ فرشتے بھی ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ سید دو عالم ﷺ ایک جنازہ پر پیدل تشریف لے جا رہے تھے اور کچھ لوگ سواریوں پر جنازہ کے لئے جا رہے تھے ان کو دیکھ کر امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَلَا تَسْتَحْیُوْنَ اَنَّ مَلٰٓئِکَةَ اللّٰهِ عَلٰی اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰی ذَوَابِکُمْ" کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ اللہ کے فرشتے تو پیدل آ رہے ہیں اور تم چار پایوں پر سوار ہو کر آ رہے ہو۔ (مشکوۃ)

جب تک جنازہ رکھا نہ جائے احترام ملائکہ کے لئے کھڑا رہے۔

میت کے لئے قبر کو لحد بنائے حضور انور ﷺ نے فرمایا: "اللحد لنا" لحد ہم مسلمانوں کے لئے ہے اگر زمین اس قابل نہ ہو تو دوسرے طریقہ کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

جب میت کو قبر میں اتارے تو کوئی نیک آدمی اتارے جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ سید دو عالم ﷺ اموات کو قبر میں سر کی جانب سے اتارا کرتے تھے اور یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "بِسْمِ اللّٰهِ رَفَعْنَاکَ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَلَّمْنَاکَ"

اگر مرد ہو تو کاف پر زبر اور عورت ہو تو زیر پڑھے۔ اس دعا میں بھی میت کو خطاب ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ سنتا ہے۔

قبر پر مٹی ڈالی جائے۔ سید دو عالم ﷺ نے تین مٹھی میت کے سر کی طرف ڈالی ہیں۔ قبر تیار ہو جانے پر حسب ارشاد سید دو عالم ﷺ قبر کے سر کی جانب سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کی جانب سورہ بقرہ کی آخری آیات تلاوت کی جائیں اور سر کی جانب سے شروع کر کے پاؤں تک پانی کا چھڑکاؤ کیا جائے۔

قبر کے پہچاننے کے لئے کوئی پتھر وغیرہ علامت رکھی جائے جیسا کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ایک پتھر لا کر عثمان[1] بن مظعون رضی اللہ عنہ کے سر کی طرف رکھ کر فرمایا: "اُعْلِمُ بِهَا قَبْرَ اَخِیْ وَاَدْفِنُ اِلَیْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِیْ" اس پتھر کو میں اپنے بھائی کی قبر کی نشانی بناتا ہوں اور اس کے قریب اپنے خاندان کے اموات کو دفن کروں گا۔ (ابوداؤد و مشکوۃ)

---

[1] حضرت عثمان بن مظعون امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ اسلام لانے والوں میں آپ کا نمبر چودہ ہے اسلام سے پہلے بھی شراب سے احتراز کیا، اسلام لانے کے بعد ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ منورہ کا شرف حاصل کیا، بدر میں شریک ہوئے، اہل صفہ میں سے تھے اور سب سے پہلے مہاجرین میں سے آپ کا وصال ہوا اور جنت البقیع میں سب سے پہلے آپ ہی کی قبر بنی۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۷۸)

قبر پر برکت کے لئے کھجور کی سبز ٹہنی ایک یا دو رکھ دی جائیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان سے ایک مستقل باب "بَابُ وَضعِ الْجَرِیدِ عَلَی الْقَبرِ" بیان فرمایا ہے۔ حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں درمختار کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ: "قبر پر سبز گھاس کا اگانا بہتر ہے۔ (فیض الباری) مگر زینت کے پھول وغیرہ نہ ڈالے۔"

میت کے دفن کے بعد علماء صلحاء کا قبر پر تھوڑی دیر کے لئے وعظ ونصیحت کرنا بھی میت کا ایک قسم کا حق ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق بھی ایک باب "بَابُ مَوْعِظَۃِ الْمُحَدِّثِ عِندَ الْقَبرِ" بیان فرمایا ہے، جس کی شرح میں حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قبر کے نزدیک وعظ ونصیحت فرمانا ان اذکار اور اعمال میں سے نہیں جو مکروہ ہیں بلکہ یہ جائز اور بہتر ہے کہ آدمی قبروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتا ہے، خود سید دو عالم ﷺ نے ایک قبر پر وعظ ارشاد فرمایا جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے محدثین نے نقل فرمایا ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس امر کی وصیت بھی فرمائی ہے جیسا کہ حضور پرنور ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی، جس کا ترجمہ یہ ہے: "جب میں مرگیا تو میری میت کے ساتھ رونے والی کوئی نہ ہو اور نہ ہی آگ لے کر جائیں دفن کرنے کے بعد مجھ پر اچھی طرح مٹی ڈال دیں اور پھر میری قبر کے آس پاس اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہاری وجہ سے مجھے قبر کے ساتھ انس پیدا ہو جائے اور وہ جواب مجھے آجائے جو میں نے فرشتوں کو دینا ہے۔" (مشکوۃ)

یہ سارے کا سارا انتظام ایک مسلمان کے اس جہاں سے عالم برزخ کے لئے رخصت کرنے اور الوداع کرنے کے لئے رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اگر موت فنا محض کا نام ہوتا اور مٹ جانے کا نام ہوتا تو یہ سب احکام اور آداب ارشاد نہ فرمائے جاتے، امام الانبیاء نبی کریم ﷺ نے ان سب اعمال کو باعث اجر وثواب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: "مَنْ حَفَرَ قَبرًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَمَنْ غَسَّلَ مَیِّتًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِہٖ کَیَومِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ وَمَن کَفَّنَ مَیِّتًا کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ عَزّٰی حَزِینًا اَلْبَسَہُ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَصَلّٰی عَلٰی رُوْحِہٖ فِی الْاَرْوَاحِ وَمَنْ عَزّٰی مُصَابًا کَسَاہُ اللّٰہُ حُلَّتَینِ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّۃِ لَاتَقُومُ لَھُمَا الدُّنیَا وَمَنِ اتَّبَعَ جَنَازَۃً حَتّٰی یَقْضِیَ دَفْنَھَا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ ثَلَاثَۃَ قَرَارِیطَ الْقِیْرَاطُ مِنْھَا اَعْظَمُ مِنْ جَبَلِ اُحُدٍ وَمَنْ کَفَلَ یَتِیمًا اَوْ اَرْمَلَۃً اَظَلَّہُ اللّٰہُ فِی ظِلِّہٖ وَاَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ" جس کسی نے کسی کی قبر کھودی اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنائے گا اور جس نے میت کو غسل دیا گناہوں سے اس طرح پاک نکل جائے گا جیسا کہ اس دن تھا جس دن اسے ماں نے جنا تھا اور جس نے میت کو کفن پہنایا اس کو اللہ کریم جنت کا لباس پہنائے گا اور جس نے کسی غمناک کی دلجوئی کی اس کو اللہ تعالیٰ تقویٰ کا ایسا لباس پہنائے گا جس کی قیمت ساری دنیا بھی نہ ہو سکے گی اور جو جنازہ کے ساتھ جائے گا اور اس کے دفن تک اس کے ساتھ رہے گا اس کو اللہ تعالیٰ تین تین قیراط اجر لکھ دیں گے ایک قیراط احد پہاڑ سے بھی بڑا ہوگا اور جس نے کسی یتیم یا بیوہ کی تربیت اور پرورش کی اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے گا اور اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ (مجمع الفوائد ج ۱ ص ۲۳۰)

قرآن عزیز نے مسلمانوں کی ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ: "وَالَّذِینَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِینَ سَبَقُونَا بِالْاِیمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِی قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِینَ اٰمَنُوا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ (الحشر: ۱۰)" اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وہ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور

ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے باایمان گزر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کھوٹ حسد نہ رکھ اے ہمارے رب تو شفقت والا اور مہربان ہے۔

یعنی مسلمان اموات کا زندہ مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں اور زندہ مسلمانوں کے لئے اپنے دل میں حسد، بغض اور کینہ نہ رکھیں۔

حضور انور ﷺ سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ (قبیلہ بنوسلمہ کے ایک مرد) نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میرے والدین کے مرجانے کے بعد بھی کچھ ایسے حقوق میرے ذمہ لازم ہیں جن کو میں ادا کروں تو سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ چار حق تجھ پر باقی ہیں:

۱..... ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔

۲..... خداوند قدوس سے ان کی بخشش مانگنا۔

۳..... وہ کسی کے ساتھ کوئی وعدہ کر گئے ہوں تو اس کو پورا کرنا۔

۴..... اس کے رشتہ کا جوڑنا یعنی چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ سے تعلق قائم رکھنا۔ (ابوداؤد وابن ماجہ شریف)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدِھِمَا کُلَّ جُمُعَۃٍ غُفِرَ لَہٗ وَ کُتِبَ بَرًّا'' جو آدمی اپنے ماں باپ یا فقط ایک کی قبر کی ہر جمعہ کے دن زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھا جائے گا۔ (مشکوۃ بحوالہ بیہقی ومسند امام اعظم)

ف: یعنی اگر ماں باپ دونوں فوت ہو چکے ہوں تو ان کی قبروں پر ہر جمعہ جائے اور اگر ایک فوت ہو چکا ہو تو ایک کی قبر پر جائے۔ اگر اس مٹی کے ڈھیر میں کچھ نہیں تو جانے کا کیا فائدہ؟ (نعوذ باللہ منہ)

اموات کے لئے دعا کرنا ہر حال میں ان کے حق میں مفید ہے۔ اگر میت کی مغفرت ہو چکی ہے تو اس دعا اور ایصال ثواب سے اس کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے کے درجات جنت میں مزید بلند فرماتے ہیں تو وہ پوچھتا ہے کہ اے رب کریم میرے اعمال کا صلہ تو مجھے مل گیا ہے یہ کہاں سے آئے؟ تو فرمایا جاتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔'' (ترجمہ حدیث)

اور اگر خدانخواستہ میت عذاب میں مبتلاء ہے تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا: ''میت کی حالت قبر میں ڈوبنے والے فریادی کی طرح ہوتی ہے، وہ اس دعا کا شدت سے انتظار کرتا ہے جو اس کے ماں باپ یا بھائی یا کوئی دوست اس کے لئے کرتا ہے۔ جب وہ دعا دربار خداوندی میں قبول ہو کر اس کو پہنچتی ہے تو اس کو ساری دنیا سے زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ دنیا والوں کی دعاؤں کو قبر والوں کے لئے پہاڑوں کی صورت میں ثواب پیش کرتا ہے۔ (زیادہ) اور یاد رکھو کہ زندہ لوگوں کی طرف سے اموات کے لئے بہترین تحفہ یہ ہے کہ دربار خداوندی سے ان کے گناہوں کی بخشش مانگی جائے۔'' (مشکوۃ باب الاستغفار والتوبۃ)

دعا اور استغفار کے علاوہ مالی صدقہ کا بھی ثواب ملتا ہے جیسا کہ: ''حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت میری والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی

صدقہ دوں (جس سے میری ماں کو ثواب ملے) سید دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''الماء'' یعنی پانی کا صدقہ بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پانی کا کنواں کھدوا کر ماں کے نام پر صدقہ کے طور پر وقف کر دیا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔'' (مشکوۃ باب فضل الصدقہ)

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اچانک فوت ہو گئے تو ان کی ہمشیرہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے ایصال ثواب کے لئے کئی غلام آزاد فرمائے۔ (مشکوۃ شریف کتاب العتق)

اس سے معلوم ہوا کہ موت فناء محض کا نام نہیں بلکہ ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف جانے کا نام ہے اور وہاں اس جگہ کی حیثیت اور مناسبت سے احکام جاری رہتے ہیں۔

سفر آخرت میں امتیازی شان

بظاہر اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور نافرمان بندے ایک ہی طرز پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بشری تقاضوں میں تقریباً یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح موت کا واقع ہونا بھی سب کے لئے یکساں ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت فرمانبردار بندوں اور نافرمانوں کی موت وحیات میں فرق ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم کا ارشاد گرامی ہے: ''أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (الجاثیۃ: ۲۱)'' کیا گناہ کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم ان کو ایمانداروں اور نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے ان کا جینا اور مرنا برابر ہے وہ بہت ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

چنانچہ قرآن حکیم نے ہی نیکوں اور بروں کی موت کا منظر بھی پیش فرما دیا۔ ارشاد قرآنی ہے: ''الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ فَأَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ بَلَى إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (النحل: ۲۸)'' یہ کافر وہ لوگ ہیں کہ فرشتوں نے ان کی ایسی حالت میں روح نکالی تھی کہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔ پھر وہ اطاعت کا پیغام بھیجیں گے کہ ہم تو کوئی برا کام نہ کرتے تھے کیوں نہیں اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔

اور بروں، نافرمانوں، کافروں کی روح نکالنے کا منظر بھی قرآن عزیز نے پیش فرما دیا کہ: ''وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ (الانفال: ۵۰)'' اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے، مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا۔''

اور فرمانبرداروں، نیک انسانوں کی موت کا منظر قرآن کریم نے یہ پیش فرمایا کہ: ''الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (النحل: ۳۲)'' وہ پرہیزگار جن کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ پاک ہیں ان سے کہتے ہیں سلام ہو تم پر داخل ہو جاؤ جنت میں بسبب ان کاموں کے جو تم کرتے تھے۔

ان پرہیزگاروں کو روح قبض کرتے وقت یہ پیغام راحت اور رحمت دیا جاتا ہے کہ: ''يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً۔ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر: ۲۷ تا ۳۰)'' اے اطمینان والی روح اپنے رب کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

یعنی سعادت مندوں کو موت کے وقت یہ پیغام دیا جاتا ہے اور نیک بندے وجود مثالی میں حاضر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنی رحلت کے وقت فرمایا: ''حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تشریف لائے اور مجھ پر بڑی مہربانی فرمائی۔'' (ماہنامہ ''الفرقان'' مجدد الف ثانی نمبر ۸۸ مطبوعہ لکھنو)

ایسے سعادت مند اپنے ورثاء کو یہ پیغام بھیجتے ہیں: ''وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (آل عمران: ۱۷۰، ۱۷۱)'' اور وہ خوش بخت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم، خوش بخت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔

قرآن کریم نے پہلی امت کے ایک شہید کے اس پیغام کو جو اس نے جنت سے اپنی قوم کے نام بھیجا تھا ذکر فرمایا ہے: ''قیل الدخل الجنۃ قال یلیت قومی یعلمون۔ بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین (یٰس: ۲۶، ۲۷)'' کہا گیا جنت میں داخل ہو جا اس نے کہا اے کاش میری قوم بھی جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں کر دیا۔

اسی طرح بخاری و مسلم میں حدیث آتی ہے کہ جب بر معونہ کے واقعہ میں ستر (۷۰) قراء صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے تو انہوں نے بوقت شہادت یہ فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا... فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ قُتِلُوْا وَاِنَّهُمْ قَالُوْا... اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا'' (متفق علیہ)

''اے ہمارے اللہ! ہمارے نبی پاک ﷺ کو یہ پیغام پہنچا دے بے شک ہم آپ سے ملنے والے ہیں پس ہم آپ سے راضی ہیں آپ بھی ہم سے راضی ہو جائیں پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم! بے شک تمہارے بھائی قتل ہو چکے ہیں اور انہوں نے یہ پیغام دیا ہے۔'' (رضی اللہ عنہم)

امت محمدیہ ﷺ میں ایسے بہت سے سعادت مند گزرے ہیں جنھوں نے موت کے بعد عالم برزخ کے انعام و اکرام سے زندہ لوگوں کو خوابوں میں آگاہ کیا ہے تو جب عام فرمانبرداروں اور صلحاء کو موت کے بعد ایسے حالات اور ایسی کیفیات حاصل ہیں تو انبیاء علیہم السلام پھر خصوصاً سید دو عالم ﷺ کی حیات برزخیہ عام مسلمانوں سے کیوں نہ ممتاز اور عظیم الشان ہو گی جب کہ آپ ﷺ کو ابتداء اعطاء رسالت میں ہی یہ خوشخبری سنا دی گئی تھی۔

''وللاٰخرۃ خیر لک من الاولٰی (الضحیٰ: ۴)'' اور یہ بات یقینی ہے کہ آخرت بہت بہتر ہو گی آپ ﷺ کے لئے اس پہلی زندگی سے۔

ف: یہ آیت کریمہ بہت بڑی دلیل ہے امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کی شان رفیع کی کہ: ''دن بدن روضہ اقدس کی روحانی بہار میں اضافہ اور ترقی ہو رہی ہے۔ ہر سال لاکھوں شمع نبوت کے پروانے حج کے موقع پر صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہیں اور ویسے بھی ہر وقت روضہ اطہر بہت زیادہ مشتاقان جمال رحمت دو عالم سے آباد رہتا ہے اور اسی طرح حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، اسی طرح سید دو عالم ﷺ کو روضہ اقدس میں حیات کاملہ اعلیٰ اور افضل حاصل ہے۔''

وارداتِ برزخ کا اثر میت پر دفن سے پہلے

کبھی کبھی یہ بھی ہوجاتا ہے کہ موت کے بعد برزخی زندگی میں جو انعامات اور رحمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ہوتی ہیں، ان کا ظہور دفن سے پہلے ہی ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جو عذاب برزخ میں ہونے والے ہوتے ہیں کبھی کبھی ان کا ظہور دنیا میں بھی ہوجاتا ہے۔ الدرۃ الفاخرۃ اور دوسری کتابوں میں ایسی کئی علامات کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱...... حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ کے صحابی ہیں۔ ان کا لقب اسماء الرجال کی کتابوں میں ''غسیل الملائکہ'' درج ہے جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ: ''حنظلہ رضی اللہ عنہ کا لقب غسیل ملائکہ ہے۔ حضرت حنظلہ کا باپ عامر ایک بااثر راہب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو دولت اسلام سے مشرف فرمایا۔ غزوہ احد کی تیاری ہو رہی تھی کہ آپ کی شادی عبداللہ بن ابی رئیس مدینہ کی بیٹی جمیلہ کے ساتھ ہوئی۔ رات کو برأت تھی اور صبح کو احد کی جانب خروج تھا۔ اس لئے حضور انور ﷺ نے حنظلہ کو مدینہ میں رہنے کا حکم فرمایا، مگر عاشق رسول ﷺ نے رات تو کاٹی اور صبح سویرے ہی میدان کارزار میں پہنچ کر داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔ سید دوعالم ﷺ نے لاشہ کو دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں حالانکہ شہید کو غسل کی حاجت نہیں۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ حنظلہ شب عروسی کی وجہ سے جنابت میں تھے، غسل کا وقت نہ مل سکا، اس لئے فرشتوں نے غسل دیا۔ (الوقتہ الاسلامیہ ص ۱۵۶)

۲...... ''دوسری صدی ہجری کے مشہور محدثین حضرت ربعی رحمہ اللہ اور ربیع رحمہ اللہ دونوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک ان کو خاتمہ علی الایمان کا علم نہ ہوگا، وہ نہ ہنسیں گے۔ چنانچہ زندگی بھر وہ نہ ہنسے۔ مگر جب ان کی وفات ہوگئی اور ان کو غسل کے لئے تختہ پر ڈالا گیا تو وہ دونوں ہنس پڑے، جس کو وہاں کے سب حاضرین نے دیکھا۔''

اس واقعہ کو شارح مسلم امام نوی نے مسلم شریف کی شرح میں ذکر فرمایا ہے۔ (ص ۷، سائز کلاں)

اسی طرح تاریخ میں کئی ایسے واقعات کا ذکر ہے کہ بعض صلحاء کی موت کے فوراً بعد ان کی داڑھی کے سفید بال از خود سیاہ ہوگئے۔ (کیونکہ اہل جنت کو جوانوں کی شکل میں جنت میں داخل کیا جائے گا)

اس کے برعکس بعض بدبختوں کو قبر میں دفن کرنے سے پہلے ہی کیفیات بدل جاتی ہیں۔ شکل میں مسخ کے آثار ہویدا ہوجاتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں اور سب مسلمانوں کو برے خاتمہ سے محفوظ رکھے) آمین!

چنانچہ پہلی امتوں میں سے بعض کی شکلیں اسی دنیا میں مسخ ہوگئیں اور وہ موت کا شکار ہوگئے جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۶۵ اور سورہ اعراف کی آیت ۱۶۶ میں بنی اسرائیل کے ایک گروہ کا بندروں کی شکل میں مسخ ہونے کا ذکر ہے اور سورۃ المائدہ میں یہ بھی فرمایا: ''وجعل منهم القردة والخنازير (المائدة: ۶۰)'' یہ لوگ مرنے سے کچھ پہلے بندر اور خنزیر بن گئے اور پھر اسی شکل میں ہلاک کر دیئے گئے۔

اسی عذاب سے ڈراتے ہوئے سورۂ الواقعہ میں فرمایا: ''نحن قدرنا بينكم الموت وما نحن بمسبوقين۔ علی ان نبدل امثالكم وننشئكم في ما لا تعلمون (الواقعة: ۶۰، ۶۱)'' ہم نے مقرر کر دیا تمہارے بدلے درمیان موت کو اور ہم عاجز نہیں اس سے کہ تمہارے میں تم جیسے اور لوگ لے آئیں اور تم کو کھڑا کر دیں اس حالت میں جو تم نہیں جانتے۔

علامہ آلوسی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے اس کی یہ تفسیر نقل فرمائی ہے کہ: ''وَقَالَ الْحَسَنُ مِنْ كَوْنِكُمْ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ وَلَعَلَّ اِخْتِيَارَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْاٰيٰتِ تَنْحُو اِلَى الْوَعِيْدِ وَالْمُرَادُ نَحْنُ قَادِرُوْنَ عَلٰى هٰذَا اَيْضًا'' اور حسن نے فرمایا کہ اس تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ ہم تم کو بندروں اور خنزیروں کی شکلوں میں تبدیل کر دیں اور اس تفسیر کو بہتر سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ آیت حیات بعد الموت کے منکروں کو ڈرانے کے لئے ارشاد فرمائی اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ تمہاری شکلیں مسخ کر دیں۔ (روح المعانی)

بعض روایات میں آیا ہے کہ بعض بدبخت قبروں سے انسانی شکل کے علاوہ دوسری شکل میں اٹھیں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ''وننشئکم فی مالا تعلمون۔ ولقد علمتم النشاۃ الاولی فلولا تذکرون (الواقعۃ: ۲۱، ۲۲)''

دفن کے بعد واردات

دفن کے بعد اب میت کی دوسری زندگی کی پہلی منزل شروع ہوگئی ہے یہاں پر اس کو جنت یا دوزخ کے تواردات سے واسطہ ہوگا، اگر نیک ہے تو جنت کے لئے وہ تیار کیا جائے گا اور اگر خدانخواستہ دوزخی ہے تو دوزخ کے تواردات اس پر آتے رہیں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند برصغیر کے عظیم مفسر القرآن حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے سورۃ الانعام کی آیت ۹۸ کی تفسیر یہ فرمائی ہے: ''فمستقر ومستودع'' پھر کہیں تم کو ٹھہراؤ ہے اور کہیں سپرد رہنا۔

''بندہ اوّل سپرد ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں کہ آہستہ آہستہ دنیا کا اثر پیدا کرے پھر آ کر ٹھہرتا ہے دنیا میں، پھر سپرد ہوگا قبر میں کہ آہستہ آہستہ اثر آخرت کے پیدا کرے پھر جا کر ٹھہرے گا دوزخ یا جنت میں۔''

(موضح القرآن علی ہامش قرآن عزیز مترجم از شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمہ اللہ)

اب اس سے وہ سوالات کئے جائیں گے جو سید دو عالم ﷺ نے فرمائے کہ میت سے مندرجہ ذیل سوالات ہوتے ہیں۔

''مَنْ رَبُّکَ'' تیرا رب کون ہے؟
''مَنْ نَبِیُّکَ'' تیرا نبی کون ہے؟
''مَادِیْنُکَ'' تیرا دین کیا ہے؟

اسی لئے رحمت دو عالم ﷺ دفن کے بعد سب حاضرین کو میت کے ثابت قدم رہنے کے لئے دعا کا فرمایا کرتے تھے۔ حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ وَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ التَّثْبِيْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اس بھائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس کو ثابت قدم رکھے کہ اب اس سے پوچھا جائے گا۔ (رواہ ابوداؤد وصححہ الحاکم، بلوغ المرام ج ۱ ص ۱۱۰)

اس حدیث سے فقہ الحدیث کے عنوان سے استنباط کرتے ہوئے بلوغ المرام کی شرح ابانۃ الاحکام میں فرمایا ہے کہ:

۱...... دفن کے بعد میت کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے۔
۲...... فرشتوں کے سوالات کے جواب دینے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ثابت قدمی کی دعا کی جائے۔
۳...... میت کو زندہ کی دعا سے نفع پہنچتا ہے۔
۴...... قبر میں میت کو زندگی عطاء کی جاتی ہے۔
۵...... قبر میں سوالات کا ثبوت۔

ف: اس روایت کی تشریح میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے فرمایا ہے کہ: ''فَالْحَاصِلُ اَنَّ شَیْئًا مِنَ الْعَذَابِ یَبْدَءُ بِالْقَبْرِ ثُمَّ یَتِمُّ الْعَذَابُ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ جَهَنَّمَ'' پس حاصل یہ ہے کہ عذاب کا کچھ حصہ تو قبر سے شروع ہو جاتا ہے اور پھر وہ دوزخ کے داخلے پر کامل ہو جائے گا۔ (فیض الباری باب ما جاء فی عذاب القبر)

اور یہی معمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کا بھی رہا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت میں ہے: ''عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِیْبٍ رحمہ اللہ اَحَدَ التَّابِعِیْنَ قَالَ کَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اِذَا سُوِّیَ عَلَی الْمَیِّتِ قَبْرُهٗ وَانْصَرَفَ النَّاسُ عَنْهُ اَنْ یُقَالَ عِنْدَ قَبْرِهٖ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ یَا فُلَانُ قُلْ رَبِّیَ اللّٰهُ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ (ﷺ)'' حبیب کے بیٹے ضمرہ رحمہ اللہ جو کہ تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں بھی لوگ اس امر کو بہتر سمجھتے تھے کہ جب میت پر مٹی ڈال دی جائے اور لوگ واپس آنے لگیں تو اس کی قبر کے پاس یہ کہہ دیا جائے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار اے فلاں تو کہہ دے میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد ہے۔ (ﷺ)

اس روایت کی تشریح اور تائید میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی گئی ہے جس میں سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے: (یعنی دنیاوی باتوں کا جواب نہیں دیتا البتہ سلام کا جواب دیتا ہے جیسا کہ روایات میں ہے)

''فَاِنَّهٗ یَسْمَعُ وَلَا یُجِیْبُ'' یعنی میت سنتا ہے مگر تم کو جواب نہیں دے سکتا۔ (شرح البلغۃ الاحکام ج۲ ص۲۵۵، ۲۵۶)

اس روایت سے بھی یہی استدلال کیا ہے کہ میت کو قبر میں زندگی عطاء کی جاتی ہے۔

ف: یہ کتاب مکہ مکرمہ کے رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے تقسیم کی جاتی ہے۔

ف: حضور اکرم ﷺ نے تابعین کے دور کو بھی خیر القرون فرمایا ہے (سب زمانوں سے بہتر زمانے) یعنی تابعین کا قول اور عمل بھی دلیل سمجھا جائے گا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں قبر اور قبر کی راحت وعذاب

چونکہ اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں بھی اموات کو دفن کیا جاتا تھا اور اسلام میں اور دوسرے آسمانی دینوں میں بھی میت کو دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے جس جگہ میت کو دفن کیا جاتا ہے، اس کو قبر کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: ''ثم اماته فاقبره۔ ثم اذا شاء انشره (عبس: ۲۱، ۲۲)'' پھر اس کو مردہ کیا پھر قبر میں رکھوایا پھر جب چاہا اس کو اٹھا نکالا۔

چونکہ اکثر بلکہ تقریباً سب اموات کو دفن ہی کیا جاتا ہے اس لئے ان کے مدفن کو قبر کہا جاتا ہے۔ ویسے شاذ ونادر جو کوئی جل جائے یا جس نظام میں مردوں کو جلاتا ہو جیسا کہ ہندو دھرم میں یا اور کسی طریقہ پر مردہ کی لاش کو ختم کرنا ہو اس کے لئے وہی جگہ قبر کہلائے گی۔ مگر چونکہ اکثر اموات کو جو کہ کسی بھی آسمانی دین کو مانتے ہیں پھر خصوصاً مسلمانوں کے لئے تو دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے اس جگہ کو قبر کہا جاتا ہے۔ اسی قبر میں میت سے سوال وجواب ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے۔ ''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا وَجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْن'' یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے۔ امام الانبیاء ﷺ نے اس کے متعلق تفصیلی طور پر ارشادات فرمائے ہیں اور حدیث کی ہر کتاب میں باب ''عذاب القبر'' کے عنوان سے موجود ہے۔

قبر سے مراد وہی جگہ ہے جہاں کسی کو دفن کیا جاتا ہے۔ سید دو عالم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جنازہ کے بعد دفن تک قبر کے پاس قیام فرمایا کرتے تھے اور پھر اس میت کے لئے خود بھی دعائے مغفرت فرمایا کرتے اور صحابہ کرام کو بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے۔

تنبیہ: اگر اس مٹی کے گڑھے میں کچھ نہیں جو لاش دفن کی گئی ہے اس کو نہ اب کسی قسم کی راحت ہے اور نہ رنج وغم ہے بلکہ کوئی دوسرا ہوائی اور فرضی بدن تیار کیا گیا ہے تو سوچنے کی بات ہے کہ سید دو عالم ﷺ ان قبروں پر کیوں تشریف لے گئے؟ اور خداوند قدوس نے جس بد بخت فرقے کو دوزخی قرار دے دیا تھا ان کی قبروں پر کھڑا ہونے سے کیوں منع فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا: ''ولا تقم علی قبرہ (التوبۃ: ۸۴)'' اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر۔　　(ترجمہ شیخ الہند)

یعنی دعا واستغفار کے لئے یا اہتمام دفن کے لئے۔　　(حاشیہ شیخ الاسلام علامہ عثانی)

اسلامی عقیدہ یہی ہے کہ یہی مدفن قبر ہے اور اسی سے قیامت کے دن مردوں کو نکالا جائے گا۔ قرآن عزیز کی کئی آیات میں عقیدہ یہی ہے کہ یہی مدفن قبر ہے اور اسی سے قیامت کے دن مردوں کو نکالا جائے گا۔ قرآن عزیز کی کئی آیات میں یہ عقیدہ ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ: ''واذا القبور بعثرت (الانفطار: ۴)'' اور جب اکھیڑی جائیں گی قبریں۔

''افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور (العادیات: ۹)'' کیا اس کو وقت معلوم نہیں جب نکالے جائیں گے وہ جو قبروں میں ہیں۔

فرمایا: ''وان الساعۃ اٰتیۃ لا ریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبور (الحج: ۷)'' اور بے شک قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ اٹھائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں۔''

اس آیت میں واضح طور پر دو عقائد کا ذکر فرمایا:

۱...... قیامت آنے والی ہے اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

۲...... اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں یعنی:

الف: قیامت کے دن یہی بدن اور جسم اٹھایا جائے گا۔

ب: اس سے یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ قیامت سے پہلے بھی قبروں میں پڑے ہوئے لوگوں کو (حساب قبر کے لئے اٹھایا جائے گا)

ان آیات مبارکہ میں لفظ قبر صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد برزخی حیات اور اعمال کے مطابق جزا و سزا شروع ہو جاتی ہے اور اسلامی عقائد پر یقین رکھنے والوں کو نجات مل جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے: ''یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ (ابراھیم:۲۷) '' ثابت رکھے گا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔''

اس آیت کی تفسیر امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اَنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا سُئِلَ فِی قَبْرِہٖ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی یُثَبِّتُ اللہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ'' یہ حقیقت ہے کہ مسلمان سے جب قبر میں پوچھا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دیتا ہے تو یہی اس ارشاد قرآنی سے مراد ہے۔

اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسی مضمون کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے ایک روایت میں بیان کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عامر بن فرات سے بھی روایت کیا ہے جس کے متعلق محدث حارثی نے فرمایا ہے: ''ھو اصح الاسانید'' (الجواہر المضیہ ج۱ ص۲۹)

اور اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کے بارہ میں ارشاد فرمایا: ''سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم (التوبۃ:۱۰۱) ''ہم ان منافقوں کو جلدی ہی دو دفعہ عذاب دیں گے۔ پھر اس کے بعد بڑے عذاب کی طرف یہ لوٹائے جائیں گے۔

اس آیت میں تین عذابوں کا ذکر ہے۔ دو تو جلد ہی دیئے جائیں گے اور پھر عذاب عظیم کے حوالے کئے جائیں گے دو عذاب۔ ایک تو دنیا کا اور دوسرا قبر کا۔ کیونکہ عذاب عظیم تو قیامت میں ہوگا۔ ''ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم (البقرۃ:۱۱۴)''

اس کی نظیر میں فرعون اور فرعونیوں کے عذاب کو پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے فرمایا: ''وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ۔ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (المومن:۴۵، ۴۶) ''اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب، آگ ہے کہ دکھاتے ہیں ان کو صبح اور شام اور جس دن قیامت قائم ہوگئی (کہا جائے گا) داخل کردو فرعونیوں کو سخت سے سخت عذاب میں۔

اس آیت میں واضح فرمایا کہ فرعونیوں کو بہت برا اور سخت عذاب دیا گیا ہے۔ ادھر پانی میں غرق ہوئے اور اسی راستے سے جہنم کے دروازہ پر پہنچا دیئے گئے صبح و شام ان کو عذاب نار پر پیش کیا جاتا ہے اور پورا کامل اور شدید عذاب قیامت کے دن دیا جائے گا۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو اپنے ناقص علوم اور ناقص تجربات کی روشنی میں ناپنے والے اس امر کا کیا جواب دے سکتے ہیں کہ پانی تو آگ کو بجھاتا ہے نہ کہ آگ کو بھڑکاتا ہے مگر خداوند قدوس نے ان کو پانی میں غرق کر کے اسی پانی کے راستے سے آگ تک پہنچا دیا۔ جیسا کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے متعلق ارشاد فرمایا: ''اغرقوا فادخلوا انارا (نوح:۲۵) '' وہ پانی میں غرق کئے گئے اور اس کے بعد آگ میں داخل کردیئے گئے۔

ف: منافقوں اور فرعونیوں کے متعلق درج شدہ تینوں آیات سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حیات قبر پر استدلال کرتے ہوئے مفسر القرآن حضرت قتادہ اور ربیع بن انس کا ارشاد روایت کیا ہے کہ ان دو عذابوں میں سے پہلا عذاب تو دنیا کا عذاب ہے اور دوسرا قبر کا عذاب ہے۔

کافروں کے متعلق فرمایا کہ وہ دوزخ میں داخل تو بدلے کے دن (قیامت) کو ہوں گے مگر اس سے پہلے بھی وہ دوزخ سے دور نہیں رکھے جائیں گے۔ ارشاد قرآنی ہے: ''وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ۔ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ۔ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ (الانفطار: ۱۴ تا ۱۶)'' اور بے شک گنہگار دوزخ میں ہوں گے، داخل ہوں گے اس میں انصاف کے دن اور نہیں اس سے چھپ رہنے والے۔

جیسا کہ فرعونیوں کا حال قرآن عزیز نے ارشاد فرمادیا۔

ان کے برعکس اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کو جو انعام اور اعزاز ملتا ہے۔ سورۃ الواقعہ میں ارشاد فرمایا: ''فاما ان کان من المقربین۔ فروح وریحان وجنت نعیم (الواقعۃ: ۸۸، ۸۹)'' سو اگر ہوا وہ مقربین میں سے تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا۔

ف: تیسری صدی ہجری کے مفسر قرآن اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد قاضی صخر بن راشد نے خواب میں دیکھا تو ان کا حال پوچھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری کامل مغفرت فرمادی ہے۔ پھر سفیان ثوری کے بارے میں پوچھا تو فرمایا ان کا کیا پوچھنا وہ تو بڑے کامیاب ہیں۔ ''مَعَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ'' (الآیۃ) (مقدمہ کتاب الزہد والرقائق از ابن مبارک ص ۶۱)

عقیدۂ حیات قبر کا ذکر ارشادات رسول کریم ﷺ میں

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حدیث کی ہر کتاب میں باب عذاب القبر موجود ہے اور دوسرے بعض ابواب میں بھی قبر کے حساب وکتاب اور سوال وجواب کا ذکر ہے بلکہ علماء کرام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں جیسا کہ: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب البعث والنشور اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اثبات عذاب القبر قلمی موجودہ کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت مدینہ منورہ میں ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الروح اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التذکرہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح الصدور اور الدرۃ الفاخرۃ اور بیہقی ہند قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تذکرۃ الموتی والقبور وغیرہا کئی مستقل مبسوط کتابیں اس عقیدہ پر موجود ہیں۔ یہاں صرف چند احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱...... ''عَنْ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِلصَّلٰوةِ فَرَاَى النَّاسَ كَاَنَّهُمْ يَكْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرَى الْمَوْتَ فَاَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّهُ لَمْ يَاْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ اِلَّا تَكَلَّمَ فَيَقُوْلُ اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَيْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَاَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلٰى ظَهْرِي اِلَيَّ فَاِذَا وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيعِي بِكَ قَالَ فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ

الفَاجِرُ اَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَباً وَلَا اَهلاً اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ فَاِذَا وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِي بِكَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفُ اَضْلَاعُهُ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِي جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهُ سَبْعُوْنَ تِنِّيْناً لَوْ اَنَّ وَاحِداً مِّنْهَا نَفَخَ فِي الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَشْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ'' (رواہ الترمذی و مشکوٰۃ، باب البکاء والخوف، فصل الثانی)

''راوی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن سید دو عالم ﷺ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ کچھ لوگ گویا دل لگی اور خوشی میں ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم تمام لذتوں کو توڑنے والی (یعنی موت کو) کو یاد کرو تو میرا خیال ہے تم اس طرح مسرتوں میں گم نہ ہو جاؤ۔ پس اس موت کو زیادہ یاد کیا کرو تمہاری قبریں روزانہ یہ بات کہتی ہیں کہ میں اجنبی گھر ہوں، میں اکیلا رہنے والوں کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں میں کیڑوں کا گھر ہوں، جب ایماندار بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کہتے ہوئے یہ کہتی ہے کہ تو جب مجھ پر چلتا تھا تو مجھے دوسروں سے عزیز اور پیارا معلوم ہوتا تھا۔ آج تو میرے ہاں آ گیا تو دیکھ لے گا کہ میں تیرے ساتھ کس قدر شفقت اور محبت کا برتاؤ کرتی ہوں۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی قبر کو تا حد نظر وسیع کر دیا جاتا ہے اور جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب کافر یا نافرمان بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید نہیں کہتی بلکہ یوں کہتی ہے کہ تو جب میری پیٹھ پر چلتا تھا، تب بھی مجھے برا محسوس ہوتا تھا۔ آج تو میرے حوالے کر دیا گیا تو دیکھ لے گا کہ میں تجھے کیسی سزا دوں گی اس پر قبر تنگ کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پھنس جاتی ہیں۔ یہ بیان کرتے ہوئے حضور انور ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پھنسا کر لوگوں کو یہ بات دکھائی اور فرمایا کہ اس پر ستر سانپ مقرر کئے جاتے ہیں جو اتنے زہریلے ہوتے ہیں کہ اگر ایک سانپ بھی زمین پر آ کر سانس لے تو کبھی بھی اس پر سبزہ نہ اُگ سکے وہ سانپ اس کو ڈستے رہیں گے اور کاٹتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ حساب کے لئے پیش کیا جائے گا۔ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ سوا اس کے اور کوئی بات نہیں کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے باغ بن جاتی ہے اور یا آگ کے گڑھوں میں سے گڑھا بن جاتی ہے۔''

۲...... ''عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّهَا قَالَتْ سَاَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اکرم ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ضرور قبر کا عذاب حق ہے۔ (بخاری و مسلم)

۳...... ''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ'' ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم ﷺ ہم کو یہ دعا اتنی تاکید سے سکھایا کرتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے اور وہ یہ ہے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں دجال کے فتنہ سے۔'' (مسلم)

۴...... ''عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْقُبُوْرِ يُعَذَّبُوْنَ فِی قُبُوْرِهِمْ عَذَاباً تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے قبر والے (مجرموں کو) ایسا عذاب دیا جاتا ہے کہ اس عذاب کو چار پائے تک سنتے ہیں۔

ف: اسی حیات قبر کے متعلق مندرجہ ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے: ''وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِی سَعِيْدِ الْخُدْرِی رضی اللہ عنہ رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ يَعْلٰی وَالْاَجْزِی وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰی وَالْاَجْزِی وَعَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِی اَيُّوْبَ اَنْصَارِی رضی اللہ عنہ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اَخْرَجَاهُ وَعَنْ اَبِی بَكْرٍ صِدِّيْقٍ رضی اللہ عنہ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وَفِيْهِ اَيْضاً عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ وَاَبِی اُمَامَةَ وَمَيْمُوْنَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَيَعْلٰی ابْنِ سَبْلَةَ وَيَعْلٰی ابْنِ قُرَّةَ وَاُمِّ بَشِيْرٍ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہم'' یعنی ابوسعید خدری، ابوہریرہ، انس، ابوایوب انصاری، ابن عباس، ابوبکر صدیق، ابن عمر، عبدالرحمن، میمونہ، ابوامامہ رضی اللہ عنہم

(لوائح الانوار البھیہ ص ۱۳)

۵...... ''عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال یاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربک فیقول ربی الله فیقولان له مادینک فیقول دینی الاسلام فیقولان له ماهذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول هو رسول الله ﷺ فیقولان وما یدریک فیقول قرأت کتاب الله فامنت به وصدقت فذلک قوله یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت الأیة فینادی منادٍ من السماء ان صدق عبدی فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة وافتحوا له باباً الی الجنة فیفتح له قال فیاتیه من روحها وطیبها فیفسخ له فیها مدبصره واما الکافر فذکر موته قال ویعاد روحه فی جسده ویاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان من ربک فیقول هاه هاه لا ادری فیقولان مادینک فیقول هاه هاه لا ادری فیقولان ماهذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول هاه هاه لا ادری فینادی منادٍ من السماء ان کذب فافرشوه من النار والبسوه من النار وافتحوا له باباً الی النار قال فیاتیه من حرها وسمومها قال ویضیق علیه قبره حتی تختلف فیه اضلاعه ثم یقیض له اعمی اصم معه مرزبةٌ من حدید لو ضرب بها جبل لصار تراباً فیضربه بها ضربةً فیصیح صیحةً یسمعها مابین المشرق والمغرب الا الثقلین فیصیر تراباً ثم یعاد فیه الروح'' (رواہ احمد وابوداؤد)

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان میت کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ ہے۔ پھر اس سے سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اسلام۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں یہ کون مرد ہے جو تم میں بھیجا گیا۔ وہ کہتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ فرشتے اس سے پوچھتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے قرآن حکیم میں پڑھا۔ اس پر ایمان لایا اور اس کو سچ سمجھا اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر آسمان سے ندا آتی ہے میرے بندے نے سچ کہا اس کا اوڑھنا بچھونا جنت سے کر دو اور جنت کی طرف سے اس کے لئے دروازہ کھول دو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر اس میت

کے پاس وہاں کی خوشبو اور ہوا آتی ہے اور اس کی حد نظر تک قبر وسیع کر دی جاتی ہے اور کافر کے جسم میں بھی روح لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں تو نہیں جانتا پھر اس سے پوچھتے ہیں یہ کون ہے جو تم میں بھیجا گیا۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تو آسمان سے آواز دینے والا کہتا ہے کہ اس نے جھٹلایا اس کا اوڑھنا بچھونا آگ سے بنا دو اور آگ کی طرف سے دروازہ کھول دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس کے پاس آگ کی گرمی آتی ہے اور اس پر قبر اس حد تک تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں پھنس جاتی ہیں۔ پھر اس پر ایک اندھے اور بہرے فرشتے کو مقرر کیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے اگر پہاڑ کو مارے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے۔ وہ اس کو مارتا ہے جس پر وہ اس قدر چیختا ہے کہ سوائے جن و بشر کے سب مشرق و مغرب کی مخلوق سن لیتی ہے۔ پھر وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

۶...... ''وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ مَثُلَتْ لَہُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِھَا فَیَجْلِسُ وَیَمْسَحُ عَیْنَیْہِ وَیَقُوْلُ دَعُوْنِی اُصَلِّی'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے سامنے سورج غروب ہونے کا وقت آ جاتا ہے تو وہ قبر میں بیٹھ جاتا ہے اور اپنی آنکھیں ملتا ہے۔ جیسا کہ نیند سے جاگنے والوں کی عادت ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے مہلت دو تا کہ میں نماز عصر ادا کروں۔ (رواہ ابن ماجہ)

۷...... ''عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی ﷺ قال اَمَا فِتْنَۃُ الْقَبْرِ فَبِی تَفْتَنُوْنَ وَعَنِّی تَسْاَلُوْن'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قبر کا امتحان تو میرے ہی بارے میں ہے تم سے میرے ہی متعلق سوال کیا جائے گا۔ (کتاب السنۃ ص ۴۷)

نوٹ: یہ کتاب سلطان عبدالعزیز کے ذاتی خرچ سے طبع ہوئی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث میں یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے میت کو بٹھاتے ہیں۔ اس کے جسم میں روح لوٹا دیا جاتا ہے۔ وہ اپنی آنکھیں ملتا ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ تو فرماتے ہیں کہ جسم میں روح لوٹایا جاتا ہے اور جسمانی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور یہی مسلک حق اہل السنت والجماعت کا ہے۔ اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے مستقل باب بیان فرمایا ہے جس کا ترجمہ رکھا ہے: ''بَابُ اَنَّ الْمَیِّتَ یَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِھِمْ''

اگر یہ اور اس قسم کی دوسری احادیث ضعیف اور موضوع ہوتیں تو امام بخاری رحمہ اللہ جیسے امام حدیث ان کو درج نہ فرماتے۔ اگر آج کے بعض نئے متحدث ایسی روایات کو موضوع کہہ دیں تو ان کا کیا اعتبار ہے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ میت کو قبر اتنا دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں پھنس جاتی ہیں۔

امام احمد اور ابوداؤد کی روایت میں صاف موجود ہے۔ ''ثُمَّ یُعَادُ فِیْہِ الرُّوْحُ'' پھر اس میں روح لوٹایا جاتا ہے۔ اسی روایت میں ہے کہ روح اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔ ''ویعاد روحہ فی جسدہ'' اور اس کے جسم میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔ فی کا حرف وہاں آتا ہے جہاں بعد والی چیز پہلی کے لئے ظرف (برتن) ہو مطلب یہ ہے کہ روح اس طرح بدن میں لوٹایا جاتا ہے جس طرح برتن میں چیز ڈالی جاتی ہے۔ اگر برزخی جسم مراد ہوتا تو حضور ﷺ یہ فرماتے: ''فِیْ جَسَدِہٖ الْبَرْزَخِیِّ''

امام جلال الدین ﷫ نے فرمایا کہ: ''روح کا بدن کی طرف قبر میں لوٹایا جانا سب مردوں کے لئے صحیح احادیث سے ثابت ہے۔'' (کتاب الروح ص ۸۵)

پھر روح ڈالنا کیوں ہے؟ اس کو بھی سن لیجئے اور یہ وجہ اہلحدیث جماعت کی مترجمہ مشکوٰۃ سے لی گئی ہے، تا کہ معلوم ہو جائے کہ حیات بعد الموت کے قائل تمام فرقے اور جماعتیں ہیں سوائے چند لوگوں کے۔ ''پھر روح ڈالی جاتی ہے اس میں یہ شدت عذاب کے لئے اور سزا ہے اس کے منکر ہونے کی عذاب قبر سے۔'' (رحمت مہدات ص ۵۷)

شارح مشکوٰۃ مولانا محمد ادریس صاحب سابق استاذ حدیث دیو بند و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں کہ: ''کافر کی روح تو ہمیشہ سب سے نچلے درجے میں قید رہتی ہے مگر مومن کی روح آسمان، زمین اور جنت میں جہاں چاہے سیر کرتی ہے اور عرش مجید کے نیچے لٹکتی ہوئی قندیلوں میں جا کر آرام بھی کرتی ہے۔ مگر اس روح کا تعلق قبر میں بدن سے بھی پورا پورا ہوتا ہے۔ اسی لئے قبر میں قرآن کا پڑھنا، نماز کا پڑھنا، دلہن کی طرح آرام اور باعزت سونا، جنت کے اعلیٰ مقامات کو ملاحظہ کرنا یہ سب معاملات اس انسان کے ہاں بالکل سچے سمجھے جاتے ہیں جو اللہ کریم کے احکام اور اس کی قدرت پر ایمان رکھتا ہو۔'' (تعلیق الصبیح ج ۱ ص ۲۲۳)

چنانچہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ عذاب اور ثواب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے نہ کہ صرف روح کو یا صرف بدن کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ: ''قَالَ النَّوَوِی مَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ دَلَائِلُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَتَظَاهَرَتْ بِهِ الْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ رِوَايَةِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ فِي مَوَاطِنِ كَثِيْرَةٍ وَلَا يَمْنَعُ فِي الْعَقْلِ اَنْ يُّعِيْدَ اللّٰهُ تعالٰى الْحَيٰوةَ فِي جُزْءٍ مِّنَ الْجَسَدِ وَيُعَذِّبَهٗ وَاِذَا لَمْ يَمْنَعْهُ الْعَقْلُ بِهٖ وَجَبَ قُبُوْلُهٗ وَاعْتِقَادُهٗ وَقَدْ ذَكَرَ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِيُّ وَاَصْحَابُ السُّنَنِ اَحَادِيْثَ كَثِيْرَةً فِيْ اِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ بِالْجُمْلَةِ مَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ اِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ خِلَافًا لِّلْخَوَارِجِ وَمُعْظَمِ الْمُعْتَزِلَةِ وَبَعْضِ الْمُرْجِئَةِ فَاِنَّهُمْ نَفَوْا ذٰلِكَ'' امام نووی ﷫ نے فرمایا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب عذاب قبر کے متعلق جو ہے، اس پر قرآن کریم اور صحابہ کرام کی پوری جماعت سے کئی جگہ احادیث کے دلائل موجود ہیں اور عقلاء بھی یہ بات غلط نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے بدن کے کسی حصہ میں زندگی لوٹا دے۔ جب شرعاً اور عقلاً یہ بات درست ہے تو اب اس کا قبول کرنا اور اس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ بخاری و مسلم اور دوسرے محدثین حضرات نے عذاب قبر کے ثبوت میں بہت احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے۔ البتہ خارجی اور معتزلہ کے اکثر لوگ اور بعض مرجیہ اس کے منکر ہیں۔'' (انجاح الحاجۃ علیٰ ابن ماجہ شیخ عبدالغنی المجد دی الدہلوی)

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ: ''ثُمَّ السُّوَالُ عِنْدِيْ يَكُوْنُ بِالْجَسَدِ مَعَ الرُّوْحِ كَمَا اَشَارَ اِلَيْهِ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ'' میرے ہاں میت سے سوال جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ کے ہاں ہے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۲)

حضرت شاہ صاحب ﷫ نے اس عقیدہ کو اپنے فارسی کلام میں فرمایا ہے جو نہایت ہی جامع اور مدلل ہے، اوپر دی گئی مثال کو شاہ صاحب ﷫ نے بھی ذکر فرمایا ہے۔ یہ نظم پوری رسالہ ''دارالعلوم دیو بند'' کے نومبر ۱۹۵۷ء کے شمارے میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

عالم برزخ و تشکل اعمال

از محدث کبیر علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز

ظاہر و باطن اندر آں ہم چوں نواۃ و نخل داں
نے بعد او یک زدو جب بجب دو بدو

رشتہ ایں جہاں بہ تن جامہ آں جہاں بہ تن
رشتہ برشتہ نخ بہ نخ تار بتار پو بپو

ہست جزا ہمو عمل سم کہ خورد شود مرض
بیخ و شجر ہموں ہموں تخم و ثمر چنو چنو

قبر کہ بود دادرے سوئے جہان دیگرے
غیب شود شہود ازو دیدہ بدیدہ رو برو

منکشف آں جہاں شود گرچہ دریں جہاں بود
زندگی دگر چنو ذرہ بذرہ موبمو

مُردن ایں طرف بود زیستن دیگر طرف
روزن بازدیدہ طبقہ بطبقہ تو بتو

منقول از عقیدۃ الاسلام مؤلفہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ ارشاد حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

۱...... برزخ میں ظاہر و باطن کو اس طرح سمجھا جائے جس طرح کھجور کی گٹھلی ہوتی ہے جو بظاہر خشک اور بہت چھوٹی نظر آتی ہے مگر درحقیقت اسی میں کھجور کا بہت بڑا پودا پنہاں ہوتا ہے۔ اسے زمین میں بو دیا جائے تو بالکل پورے کا پورا اسی گٹھلی سے نمودار ہوتا ہے۔ اسی طرح قبر میں میت اپنے اعمال کے ساتھ ایک حقیقت ہے قیامت کے دن انہی اعمال کے ساتھ اسی قبر سے اٹھے گا۔

۲...... جس طرح انسان کی زندگی اس جہان میں اس بدن سے ہے۔ اسی طرح برزخ میں بھی زندگی اسی بدن سے ہوتی ہے۔ ذرہ بھی فرق نہیں ہوتا۔

۳...... جو اعمال کئے وہی جزا کی شکل میں ظاہر ہو جاتے ہیں جیسا کہ زہر کھانے والے پر زہر کا اثر بیماری کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے مگر یہ وہی زہر ہی ہوتی ہے یا جس طرح جس پودے کا بیج بویا جاتا ہے، اس کی جڑوں اور پھلوں میں وہی نمودار ہوتا ہے۔ یعنی کڑوے بیج سے کڑوا پودا، کڑوی شاخ، کڑوا پھل اور کڑوی جڑ نکلتی ہے اور میٹھے بیج سے سب کچھ میٹھا نکلتا ہے۔

۴...... قبر ایک مستقل جہان ہے جو چیزیں یہاں نظر نہیں آتیں وہ وہاں سامنے اور رُو برُو نظر آ جاتی ہیں۔

۵...... بظاہر انسان کی قبر اسی جہان دنیا میں نظر آتی ہے مگر اسے قبر میں دوسرا جہان نظر آ جاتا ہے۔ بالکل اِسی جہان کی طرح اُس جہان کی بھی زندگی ہوتی ہے۔

۶...... جونہی ایک انسان اِدھر مرتا ہے اُدھر زندہ ہو جاتا ہے اس کو ملنے والی جزا خیر یا سزا کے لئے اس کی قبر میں دریچہ کھول دیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چند اشعار میں سارا علم کلام سارا علم عقائد بیان فرما دیا جس کا تعلق عالم برزخ سے ہے۔ یعنی قیامت سے پہلے ہی دوسری زندگی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے قبر کو یا میت کو گٹھلی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو ظاہر میں بہت سخت خشک معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت اس میں پورا کھجور کا پودہ موجود ہے اس گٹھلی کو جب بویا جاتا ہے تو پودے کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ مردہ قبر سے زندہ ہو کر قیامت کو باہر نکلے گا۔

اسی قبر کو حدیث میں جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا فرمایا گیا۔ علماء عقائد نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں ہے جیسا کہ کئی انسانوں کی قبروں میں پھول دیکھے گئے اور کئی انسانوں کی قبروں پر آگ دیکھی گئی۔ (نبراس شرح عقائد نسفی)

۱...... جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''وَلَمَّا صَلّٰی عَلَیْہِ وَوُضِعَ فِی حُفْرَتِہٖ فَاحَ مِنْ تُرَابِ قَبْرِہٖ رَائِحَۃٌ طَیِّبَۃٌ کَالْمِسْکِ وَ جَعَلَ النَّاسُ یَخْتَلِفُوْنَ اِلٰی قَبْرِہٖ مُدَّۃً یَاْخُذُوْنَ مِنْ تُرَابِ قَبْرِہٖ وَ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ ذٰلِکَ'' جب امام بخاری رحمہ اللہ پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور ان کو قبر میں رکھا گیا تو اس سے کستوری کی طرح خوشبو پھیلنی شروع ہوگئی اور یہ سلسلہ کافی دنوں تک رہا لوگ آپ کی قبر مبارک پر آ کر اس مٹی کو لے جاتے رہے اور شان خداوندی اور احسان کریمی پر تعجب کرتے رہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۴)

حافظ الحدیث رحمہ اللہ نے اپنی عبارت میں حفرہ کا کلمہ بھی ارشاد فرمایا ہے جس کا معنی گڑھا ہے۔ یہ اس لئے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ گڑھا تو مٹی کا گڑھا ہی تھا۔ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے جسد اطہر کو اس میں اتارنے سے پہلے کوئی خوشبو نہیں تھی لیکن جونہی آپ کے جسد مبارک کو اس میں رکھا گیا تو ارشاد سید دو عالم ﷺ کے مطابق جنت کا دریچہ کھول دیا گیا اور وہ خوشبو اس حد تک موثر اور پائیدار تھی کہ قبر کے تمام ذرات خاک معطر ہو گئے اور باہر والوں کو بھی خوشبو آنے لگی۔

۲...... اسی پاکستان میں دور حاضر کے ولی کامل مفسر القرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ کا جب وصال ہوا تو تقریباً دو سال تک آپ کی قبر مبارک سے عجیب قسم کی خوشبو آتی رہی جس سے لاکھوں انسانوں نے اپنے دل و دماغ کو ظاہری اور باطنی انوار سے معطر کیا۔ سائنس دانوں نے تجربہ گاہوں میں اس مٹی کا تجزیہ اور تجربہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ یہ خوشبو کسی دنیاوی مادی چیز کی نہیں بلکہ اس کا تعلق دوسرے جہان سے ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فتنہ قبر پر یقین اور اس کا خوف

امت محمدیہ ﷺ کے بہترین گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سید دو عالم ﷺ کے ہر ارشاد پر یقین کامل تھا جو بھی حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے تھے بلا کسی غور و فکر کے اس پر یقین کامل لے آتے تھے۔ چنانچہ جب سید دو عالم ﷺ نے فتنہ قبر کا ذکر فرمایا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

۱...... ''قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَطِیْبًا فَذَکَرَ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ الَّتِیْ یُفْتَنُ فِیْھَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَکَرَ ذٰلِکَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّۃً حَالَتْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اَنْ اَفْھَمَ کَلَامَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَلَمَّا سَکَنَتْ ضَجَّتُھُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِیْبٍ مِنِّیْ اَیْ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ مَاذَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ آخِرِ قَوْلِہٖ قَالَ قَالَ قَدْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ قَرِیْبًا مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ'' سید دو عالم ﷺ نے اپنے خطاب میں اس فتنہ کا ذکر فرمایا جس سے انسان کو دوچار ہونا پڑتا ہے جونہی حضور انور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا سب مسلمانوں نے اس قدر زور سے رونا اور چلانا شروع کر دیا کہ میں

سید دو عالم ﷺ کے ارشاد کا آخری حصہ نہ سمجھ سکی جب مسلمانوں نے سکوت کیا تو میں نے اپنے قریب کے ایک بھائی سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے سید دو عالم ﷺ کے ارشاد کا آخری جملہ کیا تھا اس نے کہا سید دو عالم ﷺ نے فرمایا تحقیق میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں میں آزمائے جاؤ گے دجال کے فتنہ کے قریب۔ (مشکوۃ)

ف: اس ارشاد میں وحی کا حوالہ دے کر اس عقیدہ کو مزید ضروری قرار دیا۔

۲...... صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب بھی کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اس قدر روتے تھے کہ داڑھی کے بال بھیگ جاتے آپ سے پوچھا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے وقت تو نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر رو پڑتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے یہاں سے اگر نجات پالی تو آگے نجات مل جائے گی۔

ف: پہلے گزر چکا ہے کہ مرنے کے بعد بدن کی جو بھی حیثیت ہو جائے عذاب وثواب اسے ملتا ہے اس کی شہادت میں مندرجہ ذیل حدیث پیش کی جاتی ہے۔

ترجمہ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پہلی امت میں ایک مرد نے بہت زیادہ گناہ کئے تھے جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اس کو جلا دو اور اس کی راکھ کا آدھا حصہ تو دریا میں ڈال دو اور آدھا ہوا میں بکھیر دو بخدا اگر وہ اللہ کریم کے قابو میں آ گیا تو اس کو ایسی سزا دے گا جو آج تک کسی کو نہ دی ہوگی (یہ اس کا اپنا خیال تھا کہ اس طرح وہ عذاب سے بچ جائے گا) جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا مگر اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ وہ ساری راکھ جمع کر کے پیش کر دے اور خشکی کو بھی اسی طرح کا حکم دیا اس نے بھی سب راکھ کو پیش کر دیا اس سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تو نے یوں کیوں کیا؟ اس نے کہا تیرے خوف سے اور تو جانتا بھی ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں میں ہے)

ف: ایسی وصیت اسلام میں ناجائز ہے اور اس کا پورا کرنا بھی ناجائز ہے۔

حیات قبر و عذاب ونعیم پر اعتراضات کے جوابات

از حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ

"نَفَاهُ مُطْلَقًا مِنَ الْخَوارِجِ وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ كَضِرارِ ابْنِ عَمْرٍو وَبِشْرِ الْمَرِيسِيِّ وَمَنْ وَافَقَهُمَا وَخَالَفَهُمْ فِي ذَالِكَ اَكْثَرُ الْمُعْتَزِلَةِ وَجَمِيعُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَغَيْرِهِمْ. وَقَدْ اَخَذَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْكَرَامِيَّةِ مِنْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ اَنَّ السُّوالَ فِي الْقَبْرِ اِنَّمَا يَقَعُ عَلَى الْبَدَنِ فَقَطْ وَاِنَّ اللّٰهَ يَخْلُقُ فِيْهِ اِدْرَاكًا بِحَيْثُ يَسْمَعُ وَيَعْلَمُ وَيَلَذُّ وَيَأْلَمُ وَذَهَبَ ابْنُ حَزْمٍ وَابْنُ هُبَيْرَةَ اِلٰى اَنَّ السُّوالَ يَقَعُ عَلَى الرُّوْحِ فَقَطْ مِنْ غَيْرِ عَوْدٍ اِلَى الْجَسَدِ وَخَالَفَهُمُ الْجُمْهُوْرُ فَقَالُوْا تُعَادُ الرُّوْحُ اِلَى الْجَسَدِ اَوْ بَعْضِهٖ كَمَا ثَبَتَ فِي الْحَدِيْثِ وَلَوْ كَانَ عَلَى الرُّوْحِ فَقَطْ لَمْ يَكُنْ لِلْبَدَنِ بِذٰلِكَ اِخْتِصَاصٌ، وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ كَوْنُ الْمَيِّتِ قَدْ تَتَفَرَّقُ اَجْزَائُهٗ لِاَنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُعِيْدَ الْحَيَاةَ اِلٰى جُزْءٍ مِنَ الْجَسَدِ وَيَقَعُ عَلَيْهِ السُّوالُ كَمَا هُوَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يَجْمَعَ اَجْزَائَهٗ وَالْحَامِلُ لِلْقَائِلِيْنَ بِاَنَّ السُّوالَ يَقَعُ عَلَى الرُّوْحِ فَقَطْ اَنَّ الْمَيِّتَ قَدْ يُشَاهَدُ فِي قَبْرِهٖ وَلَا اِثْرَ مِنْ اِقْعَادٍ وَلَا غَيْرِهٖ وَلَا

ضَیِّقٌ فِیْ قَبْرِہٖ وَلَا سِعَۃَ وَکَذٰلِکَ غَیْرُ الْمَقْبُوْرِ کَالْمَصْلُوْبِ وَجَوَابُھُمْ اَنَّ ذٰلِکَ غَیْرُ مُمْتَنِعٍ فِی الْقُدْرَۃِ بَلْ لَہٗ نَظِیْرٌ فِی الْعَادَۃِ وَھُوَ النَّائِمُ فَاِنَّہٗ یَجِدُ لَذَّۃً وَاَلَمًا لَایُدْرِکُہٗ جَلِیْسُہٗ بَلِ الْیَقْظَانُ قَدْ یُدْرِکُ اَلَمًا وَلَذَّۃً لِمَا یَسْمَعُہٗ اَوْیَفْکُرُ فِیْہِ وَلَایُدْرِکُ ذٰلِکَ وَاِنَّمَا اَتَی الْغَلَطُ مِنْ قِیَاسِ الْغَائِبِ عَلَی الشَّاھِدِ وَاَحْوَالِ مَابَعْدَ الْمَوْتِ عَلٰی مَاقَبْلِہٖ وَالظَّاھِرُ اَنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی صَرَفَ اَبْصَارَ الْعِبَادِ وَاَسْمَاعِھِمْ مِنْ مُشَاھَدَۃِ ذٰلِکَ وَسَتَرَہٗ عَنْھُمْ اِبْقَاءً عَلَیْھِمْ اَنْ لَّایَتَدَافَنُوا وَلَیْسَتْ لِلْجَوَارِحِ الدُّنْیَوِیَّۃِ قُدْرَۃٌ عَلٰی اِدْرَاکِ اُمُوْرِ الْمَلَکُوْتِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ وَقَدْ ثَبَتَتِ الْاَحَادِیْثُ بِمَا ذَھَبَ اِلَیْہِ الْجُمْھُوْرُ کَقَوْلِہٖ اِنَّہٗ یَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِھِمْ وَقَوْلِہٖ تَخْتَلِفُ اَضْلَاعُہٗ لِضَمَّۃِ الْقَبْرِ وَقَوْلِہٖ یَسْمَعُ صَوْتَہٗ اِذَاضَرَبَہٗ بِالْمِطْرَاقِ وَقَوْلِہٖ یَضْرِبُ بَیْنَ اُذُنَیْہِ وَقَوْلِہٖ فَیُقْعِدَانِہٖ وَکُلُّ ذَالِکَ مِنْ صِفَاتِ الْاَجْسَادِ وَذَھَبَ اَبُوالْھُذَیْلِ وَمَنْ تَبِعَہٗ اِلٰی اَنَّ الْمَیِّتَ لَایَشْعُرُبِالتَّعْذِیْبِ وَلَا بِغَیْرِہٖ اِلَّا بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ وَقَالُوا حَالُہٗ کَحَالِ النَّائِمِ وَالْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ لَایَحِسُّ بِالضَّرْبِ وَلَابِغَیْرِہٖ اِلَّابَعْدَ الْاِفَاقَۃِ وَالْاَحَادِیْثُ الثَّابِتَۃُ فِی السُّؤَالِ حَالَۃَ تَوَلّٰی اَصْحَابُ الْمَیِّتِ عَنْہُ تَرُدُّعَلَیْھِمْ'' (فتح الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۱۸۵،۱۸۶)

''شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سب عقیدہ کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حیات قبر کا خوارج اور بعض معتزلہ (مثلاً ضرار بن عمرا اور بشیر المریسی) نے بالکل انکار کر دیا ہے مگر تمام اہل السنۃ والجماعت اور اکثر معتزلہ نے اس کو اسلامی عقیدہ قرار دیا ہے۔ ابن جریر کرامیہ نے یہ کہا ہے کہ قبر میں سوال صرف بدن سے ہوتا ہے اور اس بدن میں اللہ تعالیٰ یک گونہ قوت ادراک پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ سن سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے اور ابن حزم اور ابن ہبیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ سوال صرف روح پر ہوتا ہے بدن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا مگر جمہور ائمہ مذاہب اور علماء اسلام نے فرمایا کہ روح سارے بدن میں یا بدن کے کچھ حصہ میں لوٹایا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے اور اگر سوال و جواب صرف روح پر ہوتا تو بدن کا اس کے ساتھ اختصاص ذکر نہ کیا جاتا یہ شبہ نہ کیا جائے کہ میت گل سڑ جاتا ہے اس کے اجزاء بدن مٹی اور راکھ وغیرہ ہو جاتے ہیں بلکہ یہ یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ وہ اس کے بدن کے سب اجزاء کو یا بعض اجزاء کو زندہ کر دے اور جو عقل خام کے پرستار یہ کہتے ہیں کہ سوال و جواب کا تعلق صرف روح کے ساتھ ہے کیونکہ ہم کبھی کبھی دیکھتے ہیں کہ میت کو جس طرح قبر میں رکھا گیا وہ اسی طرح پایا گیا نہ تو اس کے بدن پر بٹھلانے اور بیٹھنے کا کوئی اثر پایا اور نہ قبر کو تنگ اور وسیع پایا بلکہ جیسا دفن کیا تھا ویسے پایا گیا۔ اسی طرح وہ آدمی جو صلیب لگایا گیا اور صلیب ہی پر مر گیا اس کے بدن پر بھی کوئی ایسا اثر یا علامت نظر نہیں آتی جس سے معلوم ہوتا کہ اس کے بدن سے سوال کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کے شبہات کا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ ممکن ہے بلکہ اس کی نظیر دنیا میں پائی جاتی ہے ایک آدمی نیند میں غم اور خوشی درد اور راحت کو محسوس کرتا ہے مگر اس کے پاس جاگنے والا اس کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی دیکھ سکتا ہے بلکہ زندہ آدمی بھی کبھی کبھی خوشی یا غم محسوس کرتا ہے مگر اس کے پاس بیٹھنے والے دوسرے آدمی کو اس کا احساس اور علم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ خود نہ بتائے۔ یہ مغالطہ دراصل اس لئے لگا کہ منکروں نے غائب کو حاضر پر قیاس کر کے ناپا اور سمجھنا چاہا اور بعد از موت کے حالات کا دنیاوی حالات کے ساتھ موازنہ کیا۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زندہ لوگوں کی آنکھیں اور کان اس لئے پھیر لئے اور اموات کے حالات پر پردہ ڈال دیا۔ اس امر کو باقی رکھنے کے لئے کہ لوگ اموات کو دفن

کرتے رہیں ان دنیاوی آنکھوں کی یہ طاقت نہیں کہ وہ ماوراء الدنیا کے حالات کا مشاہدہ کر سکیں۔ حالانکہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے جیسا کہ جمہور امت اسلامیہ کا مذہب ہے کہ میت ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ میت کی پسلیوں کو آپس میں پھنسا دیا جاتا ہے اور جب اس کو گرزوں کے ساتھ مارا جاتا ہے تو یہ سب مخلوق کو سوائے انس وجن کے سنائی دیتا ہے۔ اسی طرح سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد کہ بعض اموات کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے اور یہ ارشاد کہ میت کو وہ دونوں فرشتے بٹھاتے ہیں۔ یہ سب حالات اور اعمال تو بدن کے ہیں نہ کہ صرف روح کے اور ابوہزیل اور اس کے پیروکاروں نے کہا ہے کہ میت کے یہ واقعات اور حالات نیند کی طرح ہیں میت نہ خوشی محسوس کرتا ہے اور نہ درد اور غم مگر صحیح احادیث اس عقیدہ کی تردید کرتی ہیں۔''

عذاب جسد مع الروح کی مثال

بعض علماء کرام نے یہ مثال دی ہے کہ ایک باغ میں ایک اندھا اور ایک لولا شل جا پہنچے۔ شل آدمی نے اندھے سے کہا کہ اس باغ کے پودوں کے ساتھ بہت اچھے اچھے پھل لگے ہوئے ہیں، مگر میں لنگڑا ہونے کی وجہ سے نہ تو کھڑا ہو سکتا ہوں اور نہ اوپر چڑھ سکتا ہوں۔ اندھے نے کہا کہ تو میرے کندھوں پر چڑھ جا اور پھل توڑ لے دونوں کھالیں گے۔ کیونکہ میں بوجہ اندھا ہونے کے پھل اور پودے کو نہیں دیکھ سکتا۔ چنانچہ اس لنگڑے کو اندھے نے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور اس نے چوری کے ساتھ پھل توڑ لئے جو دونوں نے کھالئے تو اب سزا کے دونوں سزاوار ہیں۔

''اسی طرح بدن اور روح کا تعلق اور نسبت ہے۔''

ف: مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حساب وکتاب قبر، ایصال ثواب اور طلب مغفرت کے ان اسباب پر جو سید دو عالم رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ فقیہ العصر محدث کبیر عارف باللہ، استاذ العلماء خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب[1] سابق صدر مدرس مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کی وصیت سے چند جملے درج کر دیئے جائیں۔ آپ نے فرمایا:

۱...... ہر نماز کے بعد تین دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخش دیا کریں اور سال بھر میں ایک دفعہ قرآن شریف ختم کر کے اس کا ثواب مجھے بخش دیا کریں۔

۲...... میرے دفن کے بعد تھوڑی دیر میری قبر کے پاس دو تین آدمی بیٹھ کر تلاوت قرآن کریں اور میری قبر پر کھجور کی ایک شاخ گاڑ دیں۔

۳...... یہ سہولت ہو سکے تو مہینہ کے اندر ایک دفعہ یا سال میں میری قبر پر آ کر میرے لئے دعائے مغفرت کر لیا کریں اور ہر نماز کے بعد بھی میرے لئے مغفرت کی دعا کر دیا کریں۔

(منقول از تجلیات رحمانی مرتبہ حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب خلف الصدق محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۳۶)

---

[1] ضلع وتحصیل اٹک کا علاقہ چھچھ علم وفضل کے لحاظ سے بغداد ثانی سمجھا جاتا تھا۔ قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مولانا قطب الدین، وقت کے عظیم شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی، استاذ العلما مولانا سعد الدین، فقیہ النفس قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ممتاز مقام کے مالک تھے۔ اسی علاقہ کے فخر العلماء جنہوں نے برصغیر کے مرکزی دینی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں صدر مدرس رہ کر دینی، روحانی معارف کے دریا بہائے ہیں اور آج عرب وعجم میں ان کے تلامذہ اور مریدان باصفا کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ میرے کرم فرما حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب قدس سرہ العزیز بھی تھے۔ الحمدللہ علی احسانہ رزقنا اللہ اتباعھم!

عذاب ورحمت کا تعلق بدن سے ہے

قرآن وحدیث اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جس طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ برزخی عذاب وثواب کا محل وقوع یہی قبر ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ یہ عذاب وثواب اسی بدن کو روح کے ساتھ ہوتا ہے۔ احادیث میں سے جن ارشادات نبوت کو ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل امور کا ذکر بالکل واضح الفاظ میں ذکر ہے:

۱...... ''یُعَادُرُوحُهٗ فِی جَسَدِهٖ'' اس کا روح اس کے بدن میں لوٹایا جاتا ہے۔

۲...... ''یَمْسَحُ النَّوْم'' قبر میں روح ڈالے جانے کے بعد آنکھوں سے نیند کو دور کرنے کے لئے آنکھوں کو ملتا ہے۔

۳...... ''دَعُونِی اُصَلِّی'' مجھے چھوڑ دو تاکہ نماز عصر پڑھ لوں۔

۴...... ''مَثَلَتْ لَهُ الشَّمْسُ'' اسے قبر میں سورج ڈوبتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

۵...... ''تَخْتَلِفُ اَضْلَاعِهٖ'' قبر اس قدر دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں پھنس جاتی ہیں۔

یہ اور کئی ارشادات سید دو عالم ﷺ اس امر میں واضح ہیں کہ روح اور جسد دونوں کو راحت اور بصورت دیگر دونوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور یہی عقیدہ اہل السنۃ والجماعت کا ہے۔ جیسا کہ:

علم عقائد وکلام کی مستند کتاب شرح مواقف میں ہے: ''اَلْمَقْصَدُ الْحَادِیْ عَشَرَ اَحْیَا الْمَوْتٰی فِی قُبُورِهِمْ وَمَسْئَلَةُ مُنْكَرٍ نَكِيرٍ لَهُمْ حَقٌّ وَعَذَابُ الْقَبْرِ لِلْكَافِرِ وَالْفَاسِقِ كُلُّهَا حَقٌّ عِنْدَنَا وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ سَلَفُ الْاُمَّةِ قَبْلَ ظُهُوْرِ الْخِلَافِ وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ الْاَكْثَرُوْنَ بَعْدَهٗ وَاَنْكَرَهٗ ضَرَارِبن عمر وَبِشْرُ الْمَرِيسِی وَاَكْثَرُ الْمُتَاخِرِيْنَ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ الدَّالَّةُ عَلَيْهِ (عذاب القبر) اَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰی بِحَيْثُ تَوَاتَرَ الْقَدْرِ الْمُشْتَرَكِ'' گیارھواں مقصد مردوں کا قبروں میں زندہ کرنا اور منکر نکیر کا سوال کرنا یہ حق ہے اور کافر اور فاسق کے لئے قبر کا عذاب حق ہے اور اس پر امت کے تمام علماء سلف کا اتفاق رہا ہے۔ بعد میں ضرار بن عمرو اور بشیر المریسی اور اکثر متاخرین معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ صحیح احادیث شمار سے زیادہ اس عقیدہ کو بیان کرتی ہیں۔ الفاظ اور طرز ادا اگرچہ علیحدہ علیحدہ ہے، مگر قبر کی زندگی پر سب کا اتفاق حد تواتر تک ہے۔

اسی طرح علم کلام کی بلند پایہ کتاب تجرید الکلام مصنفہ مولانا نصیر الحق والدین محمد بن محمد طوسی میں اور اس کی شرح قوشجی میں اس عقیدہ پر مفصل اور مدلل بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''اَلْمَقْصَدُ السَّادِسُ فِی الْمَعَادِ... وَالْحَقُّ اَنَّ الْمَعَادَ الْجِسْمَانِیَّ وَالرُّوْحَانِیَّ كِلَاهُمَا وَاقِعٌ... فَالْمَعَادُ الْجِسْمَانِی مِنْ ضَرُوْرِيَاتِ دِيْنِ مُحَمَّدٍ (ﷺ) لِاَنَّهٗ اَمْرٌ مُمْكِنٌ اَخْبَرَ بِهِ الصَّادِقُ فَيَجِبُ الْاِيْمَانُ وَالتَّصْدِيْقُ بِهٖ''

(ص ۴۱۶، ۴۱۷، تجرید الکلام وشرح للقوشجی مطبوعہ تبریز)

ف: ضرار بن عمر کے متعلق حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ: ''ہارون الرشید کے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے پاس آیا کرتا تھا جب آپ کو معلوم ہوا کہ اس نے حیات قبر کا انکار کیا ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اس کو صلیب لگا دوں گا۔ چنانچہ وہ ڈر کر بغداد سے بھاگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی زندگی میں واپس نہیں آیا۔'' (فیض الباری از شاہ صاحب، باب ما جاء فی عذاب القبر)

فقہ اکبر مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں فرمایا: ''وَسُوَالُ مُنْکَرٍ وَّنَکِیْرٍ فِی الْقَبْرِ وَاِعَادَةُ الرُّوْحِ اِلَی الْعَبْدِ فِیْ قَبْرِهٖ حَقٌّ''

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی شرح میں فرمایا ہے: ''وَاعْلَمْ اَنَّ اَهْلَ الْحَقِّ اِتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَخْلُقُ فِی الْمَیِّتِ نَوْعَ حَیَاةٍ فِی الْقَبْرِ قَدْرَ مَا یَتَلَذَّذُ اَوْ یَتَاَلَّمُ'' اور تو جان لے کہ علماء حق کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے بدن میں قبر میں ایک قسم کی زندگی پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ آرام بصورت نجات کے اور دکھ بصورت عذاب کے محسوس کرتا ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

علم عقائد کی مشہور کتاب عقائد نسفی جو درس نظامی میں داخل ہے اور جس پر اس زمانے کے تمام عالم اسلامی (بخارا، ترک، شام، دمشق، ماوراء النہر وغیرہا) نے تصدیق کی۔ یعنی اس کتاب میں مذکورہ عقائد جمہور اہلسنت کے ہیں اس میں واضح موجود ہے: ''عَذَابُ الْقَبْرِ لِلْکَافِرِیْنَ وَلِبَعْضِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَتَنْعِیْمُ اَهْلِ الطَّاعَةِ فِی الْقَبْرِ بِمَا یَعْلَمُهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَیُرِیْدُهٗ وَسُوَالُ مُنْکَرٍ نَکِیْرٍ ثَابِتٌ بِالدَّلَائِلِ السَّمْعِیَّةِ''

''کافروں اور نافرمان مسلمانوں کے لئے قبر کا عذاب اور مطیع بندوں کے لئے قبر کی وہ نعمتیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور جو چاہے گا، اس طرح سے منکر نکیر کے سوالات ثابت اور حق ہیں۔ جیسا کہ جناب رسول کریم ﷺ سے سنا گیا ہے۔''

نوٹ: عقائد نسفی کی شرح، شرح عقائد تمام دینی مدارس میں داخل نصاب ہے اور علم عقائد کے طلباء کو پڑھائی جاتی ہے۔ شرح عقائد نسفی میں ہے: ''وَبِالْجُمْلَةِ الْاَحَادِیْثُ فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰی وَکَثِیْرٌ مِّنْ اَحْوَالِ الْاٰخِرَةِ مُتَوَاتِرَةُ الْمَعْنٰی وَاِنْ لَّمْ یَبْلُغْ اٰحَادُهَا حَدَّ التَّوَاتُرِ وَاَنْکَرَ عَذَابَ الْقَبْرِ بَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ''

خلاصہ یہ ہے کہ حیات قبر کے بہت سے حالات کے متعلق احادیث معنی کے اعتبار سے متواتر ہیں اور بعض معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔

اور یہ عقیدہ احادیث میں جن صحابہ کرام نے جناب رسول اکرم ﷺ سے سن کر بیان کیا ہے ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ''عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ، بَرَاءٌ، تَمِیْمٌ دَارِیْ، ثَوْبَانُ، جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حُذَیْفَةُ، عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، اَبُوْ اُمَامَةَ، اَبُو الدَّرْدَاءِ، اَبُوْ هُرَیْرَةَ، عَائِشَه صِدِّیْقَه رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ'' (نبراس شرح، شرح عقائد)

اس حیات کا مطلب یہ نہیں کہ قبر میں یا اس کے باہر کوئی دوسرا ہوائی بدن بنایا جاتا ہے بلکہ اسی بدن میں روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

''اَنَّ الْاَحَادِیْثَ الصَّحِیْحَةَ نَاطِقَةٌ بِاَنَّ الرُّوْحَ یُعَادُ فِی الْجَسَدِ عِنْدَ السُّوَالِ'' (نبراس ص ۲۲۲)

صحیح احادیث بتا رہی ہیں کہ روح جسم میں سوال کے وقت لوٹا دیا جاتا ہے۔

اگر روح بدن میں نہ ڈالا گیا تو سوال کس سے ہے اور حیات کے ساتھ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اب کھائے پیئے دوڑے چلے بلکہ ان امور کے بغیر بھی تو حیات ہو سکتی ہے۔ کیا ماں کے رحم میں بچہ زندہ ہوتا ہے یا نہیں؟ پھر دو اڑھائی سال زندہ رہتا ہے مگر اس سے افعال اختیاریہ صادر نہیں ہوتے۔

"یُکُونَ حِینَئِذٍ حَیّاً لَا جَمَاداً مَحْضاً وَ لَیْسَ الْحَیٰوۃُ مُنْحَصِرَۃً فِیْمَنْ یَفْعَلُ الْاَفْعَالَ الْاِخْتِیَارِیَّۃَ" اس وقت (قبر) کے اندر وہ مردہ زندہ ہو جاتا ہے مٹی پتھر وغیرہ نہیں ہوتا اور زندگی کا مطلب صرف یہی نہیں کہ وہ اختیاری کام کرے یعنی کھانے پینے چلنے پھرنے کا نام زندگی نہیں ہے۔ (نبراس ص ۳۲۱)

اسی لئے جناب حافظ قرآن والحدیث ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روح قبر میں انسان کے اوپر آدھے والے حصے میں داخل ہوتا ہے۔ (نبراس)

نوٹ: (نوح بن مصطفیٰ حنفی م ۱۰۷۰ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "رِسَالَۃٌ فِی عَوْدِ الرُّوْحِ اِلَی الْاَبْدَانِ عِنْدَ السُّؤَالِ" ہے۔ اس میں اس عقیدہ کے سب دلائل کو جمع کر دیا ہے۔

یہ یاد رہے کہ قبر میں سوال و جواب کے لئے حیات دوبارہ عطاء کی جاتی ہے اور پھر اس کے بعد نیک انسان کے لئے بدنی راحت اور برے کے لئے بدنی سزا دی جاتی ہے۔ اسی لئے سارے بدن کا قبر میں دوڑنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا ضروری نہیں ہے۔ علم عقائد کی مشہور معتبر "کتاب المسامرہ" میں ہے: "وَغَایَتُہٗ مَا یَقْتَضِی اِعَادَۃَ الْحَیٰوۃِ اِلَی الْجُزْءِ الَّذِی بِہٖ یَفْھَمُ الْخِطَابَ وَ رَدَّ الْجَوَابِ وَ الْاِنْسَانُ قَبْلَ مَوْتِہٖ لَمْ یَکُنْ یَفْھَمُ بِجَمِیْعِ بَدَنِہٖ بَلْ بِجُزْءٍ مِنْ بَاطِنِ قَلْبِہٖ" آخری بات یہ ہے کہ انسان کے بدن کے اس حصے میں دوبارہ زندگی آ جاتی ہے جس سے وہ بات سمجھ سکے اور جواب دے سکے انسان موت سے پہلے بھی تو سارے بدن کے ساتھ نہیں سمجھتا بلکہ وہ تو دل کے ادراک کے ساتھ سنتا اور سمجھتا ہے۔ (المسامرہ ص ۱۱۳)

چنانچہ شرح عقائد کی شرح ابوالمعین میں ہے کہ: "روح جسم گوشت سب کو دکھ محسوس ہوتا ہے اگر بدن مٹی ہو جائے، تب بھی روح کا تعلق اسی مٹی سے ہوتا ہے اور اس میں عذاب ہوتا ہے۔"

اس طرح جس انسان کو درندے کھا جاتے ہیں اس کو وہاں درندوں کے پیٹ میں عذاب ہوتا ہے۔

شرح عقائد کی مشہور شرح خیالی میں ہے کہ: "انسان کے بدن میں ہزاروں کیڑے موجود ہیں اور وہ انسانی بدن میں دکھ، بیماری، موت سے دوچار ہوتے رہتے ہیں مگر انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا۔"

کتاب الوسیلہ الاحمدیہ شرح الطریقہ المحمدیہ میں ہے: "وَاَنْکَرَ عَذَابَ الْقَبْرِ بَعْضُ الْمُعْتَزِلَۃِ وَالرَّوَافِضِ لِاَنَّ الْمَیِّتَ جَمَادٌ لَا حَیَاۃَ وَ لَا اِدْرَاکَ لَہٗ فَتَعْذِیْبُہٗ مُحَالٌ اَلْجَوَابُ اَنَّہٗ یَجُوْزُ اَنْ یَخْلُقَ اللہُ فِی جَمِیْعِ الْاَجْزَاءِ اَوْ فِی بَعْضِھَا نَوْعاً مِنَ الْحَیٰوۃِ قَدْرَ مَا یُدْرِکُ اَلَمَ الْعَذَابِ اَوْ لَذَّۃَ النَّعِیْمِ" بعض معتزلہ اور روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے کہ میت صرف ایک بے جان چیز ہے۔ اس کو عذاب دینا بیکار ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات درست اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے سارے بدن میں یا بدن کے کچھ حصے میں ایسی زندگی پیدا کر دے جس سے سزا کا دکھ اور نعمت کی لذت کو محسوس کر سکے۔

قاضی سراج الدین رحمہ اللہ نے قصیدہ امالیہ میں فرمایا ہے:

وفی الاجداث عن توحید ربی　　یبلی کل شخص بالسوال
والکفار والفساق بعضا　　عذاب القبر من سوء الفعال

"اور قبور میں میرے رب کی توحید کے متعلق ہر شخص سے سوال کیا جائے گا اور کفار اور نافرمان بعض مسلمانوں کے لئے بھی عذاب قبر ہوگا۔"

ف: کتاب ''التبصیر امام ابو المظفر الاسفرائنی'' کی تصنیف ہے جو پانچویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم تھے۔ یہ کتاب ۱۹۵۵ء میں پہلی دفعہ مصر سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے تمام عقائد کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ بڑی مفید اور جامع کتاب ہے۔

انہی علامہ اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد اہل سنت والجماعت میں سے عقیدہ ۳۹ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''وَاَخبَرَ اَنَّهُمْ یَحْیَونَ فِیْ الْقُبُوْرِ وَقَدْ وَرَدَ فِی مَعْنٰی لِاَحْیَاءِ الْمَوْتٰی فِی الْقُبُوْرِ مَالَا یُحْصٰی مِنَ الْاٰیِ وَالْاَخْبَارِ وَالْاٰثَارِ'' یعنی جناب رسول اکرم ﷺ نے خبر دی ہے کہ لوگ قبور میں زندہ کئے جاتے ہیں اور اس عقیدہ کو اس قدر آیات قرآنیہ، احادیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے جن کا مجموعی شمار مشکل ہے۔ (کتاب التبصیر ص ۱۵۸)

اس مدلل و مفصل بیان سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ قبر میں حیات جسم اور روح دونوں کو ہوتی ہے اور روح بدن کو پوری طرح نہیں چھوڑتا بلکہ اس کا تعلق بدن سے باقاعدہ رہتا ہے ورنہ عذاب و ثواب کے کیا معنی؟

دور حاضر کے مشہور مفکر فلسفہ ولی اللّٰہی کے صحیح ترجمان حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ''جو شخص یہ کہتا ہے کہ انسان کا مخصوص نفس جسے عام اصطلاح میں نفس نطقیہ کہا جاتا ہے موت کے بعد مادے کو بالکل چھوڑ دیتا ہے، وہ غلطی کرتا ہے۔ یعنی صورت کا مادہ کے بغیر موجود ہونا ناممکن ہے۔'' (شرح حجۃ اللہ ص ۳۲۹)

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ حیات قبر کا مشاہدہ بھی کرا دیتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے معجزہ احیاء الموتی کا ذکر فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ فرما دیتے ہیں اور قبروں سے بھی زندہ کر کے نکال دیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن عزیز نے فرمایا: ''واذ تخرج الموتی باذنی (المائدۃ: ۱۱۰)'' اور جب تو مردوں کو قبروں سے (زندہ) نکال رہا تھا میرے اذن سے۔

چنانچہ معتبر تفاسیر میں ہے کہ آپ نے چار مردوں کو قبروں سے زندہ نکالا جن میں سے ایک نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بھی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی ہزار سال پہلے فوت ہو چکے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی قبر پر آئے اور اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم پڑھ کر ان کو پکارا تو سام قبر سے باہر آ گئے۔ جب کہ آپ کے سر کے بال آدھے سفید ہو چکے تھے۔ سام نے فوراً پوچھا کیا قیامت قائم ہوگئی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں قیامت تو ابھی قائم نہیں ہوئی بلکہ میں نے تجھے اسم اعظم کی برکت سے بطور معجزہ کے زندہ کیا ہے۔ پھر اس سے فرمایا کہ تو مرجا! سام نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے سکرات موت سے بچالے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اور وہ فوت ہو گئے۔

ف: یہ روایت تفسیر معالم التنزیل بغوی کی سورہ آل عمران میں موجود ہے جو کہ علماء تفسیر کے ہاں معتبر ہے اور اس کی ایک طباعت سلطان عبد العزیز السعود کے ذاتی خرچ سے بھی ہوئی ہے۔

اور مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں یوں فرمایا ہے: ''وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی۔ اَیْ تَدْعُوْهُمْ فَیَقُوْمُوْنَ مِنْ قُبُوْرِهِمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَاِرَادَتِهٖ وَمَشِیَّتِهٖ''

اور مفسر ابن حاتم نے یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بطور معجزہ کے کسی مردہ کو زندہ کرنا چاہتے تو پہلے دو رکعت نفل اس طرح پڑھتے کہ پہلی رکعت میں تبارک الذی اور دوسری میں الم السجدہ پڑھتے اور پھر فارغ ہو کر

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کہتے اور اللہ تعالیٰ کے سات نام یا قدیم، یا خفی، یا دائم، یا فرد، یا وتر، یا احد، یا صمد پڑھ کر دعا فرماتے تو مردہ زندہ ہو جاتا۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۹ ۳، المائدہ: ۱۱۰)

ف: جب قبر میں سوال و جواب ہوتا ہے تو میت کے ساتھ عقل و ہوش بھی رہتا ہے۔ تب ہی تو وہ جواب دیتا ہے۔ مسلمان سوالات کا وہی جواب دیتا ہے جو اس نے دنیاوی زندگی میں سید دو عالم ﷺ کے ارشادات میں سنا تھا اور کافر ان جوابات سے محروم رہتا ہے۔ امام الانبیاء ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

عمر رضی اللہ عنہ! تو اس وقت کیا جواب دے گا، جب تیرے پاس قبر میں دو جوان (منکر نکیر) آئیں گے، ان کے دانت اتنے لمبے ہوں گے کہ زمین کھود یں گے۔ لمبے لمبے بال ہوں گے۔ آنکھوں میں بجلی کی چمک اور آواز میں رعد کی کڑک ہوگی۔ ان کے پاس اتنے بھاری ہتھوڑے ہوں گے کہ زمین کے سارے آدمی بھی مل کر ان کو نہ اٹھا سکیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ''وَ اَنَا عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْهِ الْیَوْم'' یعنی کیا حضور ﷺ میں اس وقت بھی اسی حالت میں ہوں گا جس میں آج ہوں۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''وَ اَنْتَ عَلٰی مَا اَنْتَ الْیَوْم'' یعنی تو جس حال میں آج ہے۔ اسی حالت میں اس وقت بھی ہوگا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ''اِذًا اَکْفِیْهِمَا اِنْ شَاءَ اللہ'' یعنی پھر تو میں ان شاء اللہ ان کے لئے کافی ہوں گا۔

یہ روایت محدث کبیر عبد الرزاق بن ہمام (م ۲۱۱ ھ) کی کتاب (المصنف ج ۳ ص ۵۸۳) میں ہے جو کہ ابھی حال ہی میں طبع ہوئی ہے۔

اسی طرح امام ابوداؤد نے اپنی مستقل کتاب کتاب البعث میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے باب عذاب القبر میں روایت کیا ہے۔

امام منذری رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۵۶ ھ) نے اپنی مقبول اور مستند کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں اس روایت کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کیا ہے کہ سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اَتُرَدُّ عَلَیْنَا عُقُولُنَا یَا رَسُولَ اللہ'' کیا ہم پر ہمارے عقل پھر واپس لوٹا دیے جائیں گے۔'' تو سید دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''نَعَمْ کَهَیْئَتِکَ الْیَوْم'' ہاں جس حال اور جس شکل میں تو آج ہے۔''

امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد مزید فرمایا ہے۔ رواہ احمد من طریق ''ابن الھیعة والطبرانی بسند جید''

اسی طرح یہ روایت علم کلام اور عقائد کی مستند کتب میں بھی موجود ہے۔

بلکہ موت کے ورود پر اگرچہ زندہ لوگ قریب المرگ آدمی کو مردہ اور اس جہان سے بے خبر سمجھتے ہیں مگر ان کو بھی خبر اور اطلاع ہوتی ہے۔ جیسا کہ: ''جب عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر بیہوشی طاری ہوگئی۔ (اور یوں سمجھا گیا کہ اب ان کی موت واقع ہوگئی) تو ان کی بیوی نے ان پر بین کرنے شروع کر دیئے اور ان میں ان کے اوصاف اور بہادری کی باتیں کہنی شروع کر دیں مگر اس وقت ان کی موت واقع نہیں ہوئی بلکہ ہوش میں آ گئے تو گھر والوں سے کہا کہ جو جو باتیں تم نے میری مدح سرائی میں کہی ہیں مجھ سے باز پرس ہوتی گئی کیا تو ایسا ہے؟ کیا تو ایسا ہے؟ مگر میں نے جواب دیا کہ میں ایسا نہیں ہوں۔'' (المصنف ج ۳ ص ۵۶۳)

اسی طرح جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر موت کی غشی طاری ہو گئی تو آپ کی لخت جگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

من لایزال دمعه مقنعا لابدی وما انه مهراق

''جس کی آنکھ سے کبھی بھی آنسو نہ نکلا ہو وہ بھی ایک نہ ایک دن آنسو بہائے گا۔''

تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ہوش میں آ گئے تو آپ نے قرآن عزیز کی یہ آیت پڑھی: ''و جاءت سکرۃ الموت بالحق ذالک ما کنت منه تحید (ق:۱۹)'' اور آ گئی موت کی بے ہوشی ساتھ حق کے یہ وہ ہے جس سے تو ٹلتا رہا۔ (المصنف ج ۳ ص ۵۶۴)

اسی طرح جن نیک اعمال کی سید دو عالم ﷺ نے برکات اور ثواب کا ارشاد فرمایا ہے: ''کبھی کبھی ان کا ظہور محسوس طور پر ہوا ہے۔ جیسا کہ سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مسلمان ''سورۃ الملک'' کی تلاوت کرے گا یہ سورت اس کی شفاعت کر کے بخشوا دے گی۔'' (مشکوٰۃ)

اس ارشاد گرامی کا مشاہدہ زمانہ اقدس سید دو عالم ﷺ میں یوں ہوا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک صحابی نے ایک جگہ کو خالی سمجھ کر اپنا چھوٹا سا خیمہ لگا دیا۔ مگر اچانک اس جگہ سے ایک انسان کی سورۃ الملک پڑھنے کی آواز آئی جسے یہ سنتا رہا۔ یہاں تک کہ سورۃ پوری پڑھی گئی جب دربار سید دو عالم ﷺ میں حاضر ہوا تو یہ واقعہ عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا: ''ھِیَ الْمَانِعَةُ ھِیَ الْمُنْجِیَةُ تُنْجِیْهِ مِنْ عَذَابِ اللہ'' یعنی یہ سورۃ عذاب کو روکتی ہے عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے۔ یہ روایت ترمذی میں موجود ہے جس کو مشکوٰۃ میں نقل کیا گیا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے التکشف میں اس سے استدلال کیا ہے کہ:

ف: حال کشف القبور: کشف القبور کبھی بلا قصد و اکتساب ہوتا ہے جیسے ان صحابی کو ہوا اور کبھی کسب اور ریاضت سے ہوتا ہے۔ بہر حال حدیث سے کشف القبور کا وقوع معلوم ہوا۔ فیض باطنی از اہل قبور۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان صحابی کو بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا۔ اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے۔ (التکشف مطبوعہ ۱۳۴۲ھ ص ۴۴۳)

اسی طرح سید دو عالم ﷺ نے نماز کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ: ''وَالصَّلٰوۃُ نُوْرٌ'' اور نماز نور اور روشنی ہے۔ یعنی قبر میں روشنی ہو گی اور قیامت کے دن بھی روشنی ہو گی جب کہ نماز کے لئے وضو کرنے والوں کے اعضاء وضو چمکیں گے۔ اس کا مشاہدہ زندگی میں بھی ہوتا رہتا ہے۔ جیسا کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز نے حضرت ابوالحسن علی نوری رحمہ اللہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے بدن سے کئی بار انوار کا مشاہدہ ہوتا تھا اور اہل اللہ کے مزارات سے انوار ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ (امداد السلوک ص ۸۶)

ف: یہ رسالہ دراصل رسالہ مکیہ مولفہ قطب الدین دمشقی (م ۷۸۰ھ) کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے۔

چند واقعات پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ ورنہ ایسے واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اگر اس قبر کے ساتھ اب میت کے اعمال اور حساب کتاب کا کوئی تعلق نہیں تو ان مشاہدات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ عقل ناقص کے پرستاروں کا محدود اور ناقص علم امت کے لئے راہ ہدایت نہیں بلکہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کے ارشادات عالیہ نہ صرف مشعل راہ ہدایت ہیں بلکہ ان پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

سید دو عالم ﷺ کا مشاہدہ فرمانا

سابقہ روایات میں سید دو عالم ﷺ کا ارشاد گزر چکا ہے کہ بعض قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے اس کے متعلق حضور انور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ سفر کرتے ہوئے مشاہدہ فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی اطلاع بھی دی ہے۔ جیسا کہ:

۱...... "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُخَفِّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسے گناہ میں نہیں دیا جا رہا جو بڑا ہو (یہ بڑا نہ سمجھتے تھے) ایک تو پیشاب کرتے وقت پردہ نہ کرتا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پاکیزگی نہ کرتا تھا اور دوسرا چغلی لگانے والا تھا۔ پھر رحمت دو عالم ﷺ نے ایک سبز ٹہنی لی اور اس کو درمیان سے چیر کر دو حصے کر دیا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑھ دیا صحابہ کرام نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا شاید ان کے خشک ہونے تک ان پر عذاب میں کمی آ جائے۔ (متفق علیہ)

ف ۱: یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں میں ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب "الجريد علی القبر" بیان فرمایا ہے اور اس میں اس حدیث کے ساتھ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی وصیت نقل فرمائی کہ انہوں نے اپنی قبر میں دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔

ف ۲: رحمت دو عالم ﷺ نے اپنی امت کو عذاب قبر سے بچنے کے لئے فرمایا: "اِتَّقُوا الْبَوْلَ فَاِنَّهُ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ فِي الْقَبْرِ" پیشاب کی تلویث سے بچو۔ کیونکہ قبر میں سب سے اول بندے سے اس کے بارہ میں حساب کیا جاتا ہے۔ (رواہ الطبرانی)

۲...... سید دو عالم ﷺ نے کفار کی قبروں میں بھی عذاب قبر کا مشاہدہ فرمایا جس عذاب کو آپ کے اس خچر نے دیکھا جس پر آپ سوار تھے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل روایت اس کی شہادت میں درج کی جاتی ہے: "عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلٰى بَغْلَةٍ لَهُ اِذْ حَادَتْ بِهِ فَكَادَتْ تُلْقِيْهِ وَاِذَا اَقْبُرٌ سِتَّةٌ اَوْ خَمْسَةٌ فَقَالَ مَنْ يَعْرِفُ اَصْحَابَ هٰذِهِ الْاَقْبُرِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا قَالَ فَمَتٰى مَاتُوْا قَالَ فِي الشِّرْكِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰى فِي قُبُوْرِهَا فَلَوْلَا اَنْ لَا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي اَسْمَعُ مِنْهُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ" حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سید دو عالم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب کہ آپ اپنے خچر پر سوار تھے۔

قبیلہ بنو النجار کے ایک باغ سے جب ہمارا گزر ہوا تو آپ ﷺ کا خچر اس خطرناک طریقہ پر بدکا قریب تھا کہ حضور انور ﷺ گر پڑتے۔ اس جگہ پانچ یا چھ قبریں سامنے نظر آئیں۔ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کوئی ان قبروں میں دفن کئے ہوئے آدمیوں کو جانتا ہے؟ ایک مرد نے کہا کہ میں جانتا ہوں۔ اس پر حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ یہ کب مرے ہیں؟ تو اس آدمی نے عرض کیا۔ بحالت شرک مرے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسانوں کو مرنے کے بعد قبر میں مبتلاء کر دیا جاتا ہے۔ اگر تم مردوں کو دفن نہ کرتے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا کہ تم کو اس عذاب میں سے کچھ سنا دے جو میں سن رہا ہوں۔ پھر حضور انور ﷺ نے ہماری طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو آگ کے عذاب سے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں آگ کے عذاب سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو قبر کے عذاب سے۔ ہم نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں قبر کے عذاب سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی پناہ مانگو دجال کے فتنہ سے۔ ہم نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں دجال کے فتنہ سے۔ (رواہ مسلم ومشکوٰۃ)

ف: اس حدیث کے راوی اگرچہ زید رضی اللہ عنہ بن ثابت ہیں (جو کہ قرآن کریم کی کتابت کرنے والی کمیٹی کے رکن ہیں) مگر اس حدیث میں پایا جاتا ہے کہ آپ کے ساتھ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اسی طرح حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو وہ تم کو وہ عذاب سنا دے جو میں سن رہا ہوں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا اور بعد میں عذاب قبر کا ذکر فرمایا کیونکہ آگ کا عذاب قبر میں ہوتا ہے۔ باطنی فتنہ سے مراد عقیدہ کا فتنہ ہے اور دجال سے مراد ہر دھوکہ دینے والا بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم!

۴...... ''عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ وَھُوَ یَسِیْرُ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ فَنَفَرَتْ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاشَانُ رَاحِلَتِکَ نَفَرَتْ قَالَ اِنَّھَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ یُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِہٖ فَنَفَرَتْ لِذَالِکَ'' (جمع الفوائد ص ۲۴۲ بحوالہ معجم اوسط للطبرانی)

''ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں سید دو عالم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ جب کہ آپ ﷺ اپنی سواری پر تھے کہ اچانک وہ بدک پڑی اور آگے قدم نہ بڑھایا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی سواری کیوں بدک گئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قبر میں ایک مرد کو عذاب ہو رہا ہے۔ اس کی آواز کو سن کر بدک گئی اور رک گئی۔''

تنبیہ: صحیح احادیث میں ثقہ اور معتبر راویوں سے مندرجہ بالا روایات نقل کی گئی ہیں کہ اسی جہان کے چار پائے عذاب قبر کو دیکھتے ہیں اور قبر کی چیخ و پکار کو سنتے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہاں بھی اس فرقہ نے عجیب بات کہی کہ: ''اَلْمُرَادُ مِمَّنْ یَّلِیْہِ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَمَنْ یَّتَعَلَّقُ بِذٰلِکَ الْعَالَمِ لَاالْبَھَائِمِ وَحَشَرَاتُ الْاَرْضِ کَمَا فَھِمَ بَعْضُھُمْ'' اس سے مراد وہ مخلوق ہے جو اس کے قریب ہے فرشتے اور جو اس جہان (برزخ) کے متعلق ہیں زمین کے چار پائے اور حشرات مراد نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔'' (الہام الباری ص ۷۵)

افسوس ہے کہ یہ لوگ کس قدر ضد میں آ کر صحیح حدیث کا انکار کر رہے ہیں۔ سید دو عالم ﷺ کا خچر مبارک اور آپ کی سواری اس زمین پر تھی یا عالم برزخ میں تھی؟ "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفِتَنِ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ"

کیا برزخ میں بھی چار پائے ہوتے ہیں؟ کیا سید دو عالم ﷺ کا بغل جس پر آپ ﷺ سوار تھے وہ عالم برزخ میں تھا یا اسی زمین پر تھا؟

حافظ الحدیث شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کئی روایات کو ذکر فرمایا ہے جس میں تصریح ہے کہ: "یَسْمَعُہٗ کُلُّ دَابَّۃٍ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ۔ یَسْمَعُہٗ مَنْ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" امام ابن حجر اور دوسرے جلیل القدر محققین شراح الحدیث نے فرمایا: "اِنَّ الْبَھَائِمَ تَسْمَعُہٗ" اور قبر سے مراد بھی یہی زمین والی قبر ہے۔ جیسا کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی عبس کی آیت ۲۱ کی تفسیر میں فرمایا: "ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ اَیْ جَعَلَہٗ ذَا قَبْرٍ تُوَارِیْ فِیْہِ جِیْفَتُہٗ تَکْرِمَۃً لَّہٗ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مَطْرُوْحًا عَلَی الْاَرْضِ وَالْمُرَادُ مَنْ جَعَلَہٗ ذَا قَبْرٍ اَمْرُہٗ عَزَّوَجَلَّ بِدَفْنِہٖ یُقَالُ قَبْرِ الْمَیِّتِ اِذَا دَفَنَہٗ بِیَدِہٖ" پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مارا اور پھر اس کو قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ یعنی اس کی لاش کو قبر میں چھپانے کا حکم دیا جس میں آدمی کا احترام ہے۔ حیوانات کی طرح زمین پر نہیں پھینکا۔" (از افادات مولانا شمس الحق افغانی قدس سرہٗ)

برزخی واقعات کا مشاہدہ کرانا

امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں سید دو عالم ﷺ کے نور نظر حضرت قاسم علیہ السلام کا چھوٹی عمر میں وصال ہو گیا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے افسوس کرتے ہوئے دربار نبوت میں عرض کیا کہ قاسم نے ابھی تک میرا دودھ بھی پورا نہیں پیا تھا اور دنیا سے اٹھا لیا گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو مدت رضاعت پوری کرنے کے بعد اٹھا لیتے تو بہتر ہوتا۔ سید دو عالم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس کی مدت رضاعت جنت میں پوری کر دی جائے گی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اگر مجھے اس کا علم ہو جائے تو میرے درد وغم میں کمی آ جائے گی۔ اس پر سید دو عالم ﷺ نے فرمایا: "اِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللہَ تَعَالٰی فَاَسْمَعَکِ صَوْتَہٗ" اگر تو چاہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تاکہ وہ تجھے اس کے دودھ پینے کی آواز سنا دے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "بَلْ اُصَدِّقُ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ" مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات پر پورا یقین ہے۔

ف: یہ روایت صحاح ستہ کی مشہور کتاب "سنن ابن ماجہ" کے باب "ماجاء فی الصلوۃ علی ابن رسول اللہ ﷺ و ذکر وفاتہ" میں موجود ہے جو کہ (سنن ابن ماجہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے ص ۱۱۰) پر ہے۔

انسانوں کا عذاب کو دیکھنا

کبھی کبھی یوں بھی ہو جاتا ہے کہ قبر میں ہونے والے عذاب کو زندہ لوگ مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ ایسے کئی واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ مدینہ منورہ کی مستند تاریخ وفاء الوفاء مرتبہ علامہ نور الدین سمہودی قدس سرہ العزیز (م ۹۱۱ھ) نقل کیا جاتا ہے: "سن ۶۰ھ میں جب یزید کے عامل مسلم بن عقبہ مری نے مدینہ منورہ کو آخری تین دن تاراج کیا۔ لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لی۔ ایک آدمی کے انکار پر اس کو بھی قتل کر

دیا۔ اس کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر مسلم میرے ہاتھ لگا خواہ زندہ یا مردہ تو میں اس کو جلاؤں گی۔ چنانچہ مسلم جب مدینہ منورہ سے واپس لوٹا تو راستہ ہی میں مر گیا۔ جب مقتول کی والدہ کو اس کا علم ہوا تو وہ چند غلام ساتھ لے کر اس کی قبر پر پہنچی اور اس کی قبر کو سر کی جانب سے کھدوایا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہوا، اس کے ناک کو چوس رہا ہے۔ چنانچہ اس جگہ کو چھوڑ کر پاؤں کی جانب سے کھودا تو اس طرف بھی ایک سانپ اس کے پاؤں میں لپٹا ہوا اسے ڈس رہا ہے۔" (ج اول ص ۳۰۵)

قبر کی راحت و عذاب فقہ حنفی میں

چونکہ برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت فقہ حنفی کی مقلد ہے، اس لئے فقہ حنفی سے بھی کچھ حوالے درج کئے جاتے ہیں:

فقہ حنفی کے مدون حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قرآنی آیت سے اس کا استدلال فرما رہے ہیں۔ جب کہ آپ کے فرزندار جمند حضرت حماد رحمہ اللہ نے آپ سے عذاب قبر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قبر کا عذاب (نافرمانوں کے لئے) حق ہے۔ آپ کے صاحبزادے نے اس کی دلیل پوچھی تو آپ نے قرآن عزیز کی "سُوْرَةُ الطُّوْر" کی آیت نمبر ۴۷ تلاوت فرمائی: "وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" اور ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں ایک عذاب ہے۔ اس عذاب سے پہلے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا قیامت کے عذاب سے پہلا عذاب، عذابِ قبر ہے۔ (التمہید لابی الشکور السالمی ص ۱۲۸)
(یہ کتاب علاؤالدین خلجی کے زمانہ میں داخل نصاب تھی)

علم عقائد میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مستند تالیف فقہ اکبر کی شرح میں ملا علی قاری حنفی مفسر القرآن و شارح مشکوٰۃ شریف نے یہ فرمایا ہے کہ: "وَلَیْسَ السُّؤَالُ فِی الْبَرْزَخِ لِلرُّوْحِ وَحْدَهَا کَمَا قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَغَیْرُهٗ وَاَفْسَدُ مِنْهَا قَوْلُ مَنْ قَالَ اَنَّهٗ لِلْبَدَنِ بِلَا رُوْحٍ وَالْاَحَادِیْثُ الصَّحِیْحَۃُ تَرُدُّ الْقَوْلَیْنِ وَالْحَاصِلُ اَنَّ اَحْکَامَ الدُّنْیَا عَلَی الْاَبْدَانِ وَالْاَرْوَاحِ تَبَعٌ لَهَا وَاَحْکَامَ الْبَرْزَخِ عَلَی الْاَرْوَاحِ وَالْاَبْدَانِ تَبَعٌ لَهَا وَاَحْکَامُ الْحَشْرِ وَالنَّشْرِ عَلَی الْاَرْوَاحِ وَالْاَجْسَادِ جَمِیْعًا" اور برزخ (قبر) میں صرف روح سے سوال نہیں کیا جاتا جیسا کہ ابن حزم ظاہری نے کہا اور اس سے بھی زیادہ فساد والا قول ان لوگوں کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عذاب بدن کو ہوتا ہے مگر روح کے بغیر اور سید دو عالم ﷺ کے باسند ارشادات ان دونوں اقوال کی تردید کرتے ہیں۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ دنیا کے احکام بدن پر نافذ ہوتے ہیں اور روح ان کے تابع ہوتا ہے اور قبر کے احکام روح پر نافذ ہوتے ہیں اور بدن ان کے تابع ہوتا ہے اور قیامت کے احکام دونوں پر نافذ ہوں گے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۴)

البتہ چند سعادت مند ایسے بھی ہیں جو قبر کے سوال و جواب سے محفوظ رہتے ہیں جن کا ذکر علامہ شامی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "شہید، ملکی سرحدات کا محافظ، طاعون سے فوت ہونے والا، اسی زمانہ میں فوت ہونے والا جب کہ وہ ثابت قدم رہا ہو، نابالغ اولادِ مسلمان کی، شب جمعہ یا جمعہ کے دن مرنے والا، ہر رات سورۃ الملک اور سورہ الم السجدہ کی تلاوت کرنے والا، مرض الموت میں سورہ اخلاص پڑھنے والا۔" (شامی ج ۱ ص ۶۲۹)

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن سورۃ الکہف پڑھنے والا عذاب قبر اور دجال کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے۔

ف: اس ارشاد گرامی میں دجال کے فتنہ کا ذکر بھی ساتھ فرمایا دجال کا کام ہی دھوکا دینا ہے عذاب قبر اور راحت قبر کے بارہ میں بھی دھوکا دیتا ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

ف: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (دُرر کامنہ کی ج ۴ ص ۹۵) میں تحریر فرمایا ہے کہ جب علامہ منفلوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مصر میں انتقال ہوا تو اس وقت کے جلیل القدر محدث و مفسر اور ولی کامل علامہ ابن دقیق العید[1] نے یہ ارشاد فرمایا کہ: "میں نے آج رات منفلوطی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب تم مجھے دفن کر کے چلے گئے تو ایک بڑا کتا بھیڑیئے کی طرح مجھے ڈرانے لگا کہ اتنے میں ایک حسین جمیل شخص قبر میں نمودار ہوا اور اس کتے کو مار بھگایا اور مجھے تسلی دینے لگا میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں سورۃ الکہف کا ثواب ہوں جو تو ہر جمعہ کو پڑھا کرتا تھا۔"

اسی طرح احادیث میں آیا ہے کہ سید دوعالم ﷺ خطبہ جمعہ میں سورہ ق کی تلاوت بھی فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حارثہ بن نعمان کی بیٹی ام ہشام رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے سورۃ ق سید دوعالم ﷺ کی زبان درفشاں سے سن کر حفظ کر لی ہے۔ اس لئے کہ سید دوعالم ﷺ ہر جمعہ کے خطبہ میں اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور میں بھی آپ ﷺ کے گھر کے تنور پر روٹی پکانے جایا کرتی تھی۔ (تو اس طرح بدنی خوراک کے ساتھ روحانی غذا بھی مل جاتی تھی) (التاج ج ۱ ص ۳۰۵)

اسی طرح اکثر فجر کی نماز میں اس سورۃ کی زیادہ قرات فرمایا کرتے تھے اور نماز عید میں بھی۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے اس سورۃ کے سمجھنے اور پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ (روح المعانی)

ف: اسی سورۃ قٓ کے آخر میں جو ارشاد فرمایا اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ قبر سے مراد زمین والی قبر ہے اور اسی سے قیامت کے دن وہ اموات زندہ ہو کر نکلیں گے جو اس میں دفن تھے۔ ارشاد فرمایا: "إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ۔ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ (ق: ۴۳، ۴۴)" ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم تک ہے سب کو پہنچنا جس دن زمین پھٹ کر نکل پڑیں گے، وہ سب دوڑتے ہوئے یہ اکٹھا کرنا ہم کو آسان ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: "یعنی زمین پھٹے گی اور مردے اس سے نکل کر میدان حشر کی طرف جھپٹیں گے خدا تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر دے گا اور ایسا کرنا اس کو کچھ مشکل نہیں۔"

ف: یہ دوڑنا بھی تو بدن کا کام ہے نہ کہ روح کا۔

---

[1] علامہ ابن دقیق العید کا مختصر سا حال درج ذیل ہے۔ آپ کا نام محمد بن علی بن ابی الحسن ہے اور کنیت ابوالفتح اور لقب تقی الدین ہے۔ آپ کی ولادت ۲۵ رشعبان ۶۲۵ھ ینبع کے ساحل کے قریب ہوئی۔ جب کہ آپ کے والد ماجد حج کو جا رہے تھے، آپ کے والد ماجد نے آپ کو گود میں لے کر طواف کیا اور یہ دعا کی کہ خداوند قدوس اس بچہ کو عالم باعمل بنائے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور آپ بہت بڑے عالم، صوفی، محدث ہوئے۔ سید دوعالم ﷺ کے صرف ایک ارشاد سے (۴۰۰) فوائد استنباط کئے۔ بعض علماء نے آپ کو مجدد بھی کہا ہے۔ ۷۰۲ھ کو وفات ہوئی۔

ایسے شکوک کا جواب واقعاتِ عالم میں

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے جب حیات بعد الموت کا عقیدہ ذکر فرمایا تو حضور انور ﷺ کے زمانہ اقدس کے منکروں نے یہی شبہ اور سوال کیا جس کا جواب قرآن عزیز نے دیا کہ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو قوموں کو کیسے تباہ کیا گیا اور آج تک اس تباہی کے منحوس اثرات موجود ہیں۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے: ''وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاؤُنَا أَئِنَّا لَمُخْرَجُونَ۔ لَقَدْ وُعِدْنَا هَذَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ۔ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ (النمل:۶۷تا۶۹)'' اور کافروں نے کہا آیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم کو زندہ نکالا جائے گا۔ اس بات کا وعدہ ہمارے ساتھ اور ہمارے باپ دادوں کے ساتھ پہلے بھی کیا گیا تھا یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہی ہیں۔ آپ ﷺ فرما دیجئے زمین میں پھر کر دیکھ لو کہ نافرمانوں کا انجام کیسا ہوا؟''

ف: اس ارشاد گرامی میں واضح ہے کہ:

۱...... بدن چاہے کوئی بھی حیثیت اختیار کر لے اس پر عذاب آتا ہے اگر وہ کافر ہوا۔

۲...... اور یہ عذاب اس روئے زمین پر بھی آتا ہے۔ تب ہی تو ارشاد فرمایا کہ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو۔ ان کھنڈرات اور برباد شدہ مکانات کو دیکھ لو۔ مگر یہ حقیقت سمجھنے کے لئے دل کی روشنی چاہئے۔

جیسا کہ فرمایا: ''فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيدٍ۔ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (الحج:۴۵، ۴۶)'' پس کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر ڈالی ہیں۔ جب کہ وہ نافرمان تھیں اور اب وہ گری پڑی ہیں۔ اپنی چھتوں پر اور کتنے کنوئیں غیر آباد ہیں اور کتنے محل ہیں جن پر گچکاری کی گئی تھی۔ کیا انہوں نے سیر نہیں کی۔ ملک کی پس ہوتے ان کے ایسے دل جن سے وہ سمجھتے یا کان ہوتے جن سے وہ سنتے۔ یاد رہے یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

آثار قدیمہ کو دیکھنے والے اگر غور سے دیکھیں تو ان کو یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ آخر یہ قومیں کیوں تباہ ہوئیں؟ کوئی آدمی یا کوئی قوم از خود تو اپنے آپ کو تباہ نہیں کرتی بلکہ وہ ایسے عذاب کی لپیٹ میں آ جاتی ہے جو کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان پر مسلط رہتا ہے۔ جیسا کہ صالح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام کی قومیں جو بڑی متمدن کہلائی جاتی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہوئیں تو ایسی لپیٹ میں آئیں کہ آج تک عذاب موجود ہے۔ جیسا کہ:

جب سید دو عالم ﷺ کا گزر وادی حجر سے ہوا تو آپ ﷺ نے چہرہ مبارک ڈھانپ لیا اور نہایت تیزی سے اس وادی سے باہر تشریف لے گئے۔ بعض صحیح روایات میں ہے کہ جن صحابہ کرام نے وہاں کے پانی سے آٹا گوندھا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام کو کھانے سے روک دیا۔ اسی طرح مکہ مکرمہ پر حملہ آور ابرہہ شاہ یمن کی فوج وادئ محشر میں ہلاک ہوئی تھی جس کو چودہ سو سال ہو گئے ہیں۔ مگر سید دو عالم ﷺ نے حج کے دوران اس وادی میں قیام کرنے سے منع فرمایا کہ اب بھی ان ذرات پر عذاب ہو رہا

ہے۔ اسی طرح فرمایا: ''وعرفات کلها موقف الابطن'' عرنہ عرفات کا سارا میدان موقف ہے مگر عرنہ وادی میں کھڑا نہ ہو کہ اس میں بھی عذاب ہو رہا ہے۔

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب آیا، اب تک اس کے آثار باقی ہیں اور اس کا نام ہی بحر میت مشہور ہے۔ ایک غیر مسلم کی شہادت درج کی جاتی ہے۔

۱۹۴۴ء میں ایک انگریز فوجی افسر وہاں گیا اور غسل کے ارادہ سے اس بحیرہ پر پہنچا مگر جو حالت اس کی ہوئی، اسی کے الفاظ میں پیش کی جاتی ہے: ''موقع مل گیا تو ہم بحر مردار کے کنارے تک پہنچ گئے۔ میرا یہ دوسرا موقع تھا۔ کئی سپاہیوں نے اس میں غوطہ لگایا۔ میں الگ کھڑا رہا۔ فوراً ہی وہ لوگ اس روغنی پانی سے باہر نکل آئے۔ اس سمندر میں جو تیز نمک اور دوسرے مادے ہیں، ان سے وہ کانپ رہے تھے اور ان کا دم گھٹا جا رہا تھا۔ باہر نکل آئے تو اور کوئی صاف پانی نہیں تھا جس سے اپنا جسم دوبارہ دھوتے۔ انہوں نے اپنے تولیوں کو اپنے جسم پر ملا۔ اس سے وہ گدلا پانی تو جذب نہیں ہوا، البتہ ان کی جلد پر ایک موٹی پپڑی سی جم گئی۔'' (صدق جدید بحوالہ جان بل لندن ۹ ستمبر ۱۹۴۴ء)

اسی طرح جو علاقے کسی مخصوص عذاب سے اگرچہ بچ بھی گئے، تب بھی ان میں سے اکثر غیر آبادہی رہے۔ بہت کم آباد ہو سکے۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے: ''وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ (القصص: ۵۸)'' اور کئی بستیاں ہم نے ہلاک کر ڈالیں جو اپنی طرز زندگی میں بہت مغرور ہو چکی تھیں۔ پس اب ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد بہت ہی تھوڑے آباد ہوئے اور آخر ہم مالک رہ جاتے ہیں۔

بعض عقلاء کا رجوع الیٰ علوم النبوۃ

اس امر پر کافی بحث گزر چکی ہے کہ حیات قبر اور دوسرے برزخی عقائد کا انکار صرف اسی بنیاد پر کیا جاتا ہے کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا اور یہی طریقہ پہلے منکرین کا رہا ہے۔ قرآن عزیز میں ارشاد ہے: ''بل كذبوا بما لم يحيطوا بعلمه ولما ياتهم تاويله كذالك كذب الذين من قبلهم (یونس: ۳۹)'' بلکہ جھٹلا دیا اس کو جسے علم میں نہ لا سکے اور ابھی تک اس کی حقیقت ان کے پاس نہ آئی اسی طرح ان قوموں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں۔''

اور اپنے ناقص علم کو علوم نبوت پر ترجیح دینے والوں سے قیامت کے دن یوں فرمایا جائے گا: ''حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (النمل: ۸۴)'' یہاں تک کہ جب وہ منکر حاضر ہو جائیں گے ان سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلا دیا تھا اور تم ان کو اپنے علم میں نہ لا سکے یا تم کیا کرتے تھے۔

اس لئے بڑے بڑے فلاسفہ اور عقلاء کو جب خوش بختی سے نور نبوت سے روشنی ملی تو اپنی سابقہ زندگی پر نادم ہو کر علوم نبوت کے پیروکار بن گئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پہلے عظیم فلسفی تھے مگر جب توفیق خداوندی نے دستگیری کی تو علوم نبوت کے اس قدر عاشق ہو گئے کہ موت کے وقت بھی بخاری شریف ان کے سینہ پر زیر مطالعہ تھی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے انسانی عقل کی بے بسی اور ناکامی کو اپنے کلام میں یوں بیان فرمایا ہے ؎

اَنْتَ لَا تَعْرِفُ اِيَّاكَ وَلَمْ تَدْرِ مَنْ اَنْتَ وَكَيْفَ الْوُصُوْل

''اور تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تو کون ہے؟ اور کس طرح منزل کو پہنچے گا۔''

أَيْنَ مِنْكَ الرُّوْحُ فِيْ جَوْهَرِهَا هَلْ تَرَاهَا أَوْتَرىٰ كَيْفَ تَجُوْلُ

"تجھے تو اپنے روح کی حقیقت کا بھی علم نہیں اور نہ اس کی سرایت اور گردش کو سمجھ سکتا ہے۔"

وَكَذَاالْاَنْفَاسُ هَلْ تُحْصِرُهَا أَوْلَا تَدْرِيْ مَتىٰ عَنْكَ تَزُوْلُ

"کیا تو اپنے سانس گن سکتا ہے اور کیا تو جان سکتا ہے کہ تو کب دم توڑے گا۔"

أَيْنَ مِنْكَ الْعَقْلُ وَالْفَهْمُ إِذَا غَلَبَ النَّوْمُ فَقُلْ لِيْ يَا جَهُوْلُ

"کیا تو بتا سکتا ہے کہ جب تو سو جاتا ہے تو تیرا عقل اور علم کہاں چلا جاتا ہے۔"

أَنْتَ أَكِلُ الْخُبْزِ لَاتَعْرِفُهُ كَيْفَ يَجْرِيْ مِنْكَ أَمْ كَيْفَ تَبُوْلُ

"جو کھانا تو کھاتا ہے اس کے متعلق تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ وہ کس طرح تیرے پیٹ سے خارج ہوگا۔"

جَلَّ ذَاتًا وَصِفَاتًا وَعَلىٰ وَتَعَالىٰ رَبُّنَا عَمَّا نَقُوْلُ

"یاد رکھ ہمارا رب جس کی بہت بڑی شان ہے وہ ہماری سمجھ اور بحث و دلیل سے بالاتر ہے۔"

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ عظیم فلسفی اور منطقی تھے جب شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے مشرف ہوئے اور فلسفہ کی عینک اتار کر علوم وحی سے روشنی حاصل کی تو پھر یوں گویا ہوئے:

نِهَايَةُ اَقْدَامِ الْعُقُوْلِ عِقَالٌ وَغَايَةُ سَعْيِ الْعٰلَمِيْنَ ضَلَالٌ

"انسانوں کی آخری منزل رک جانا اور (بے دین) علماء کی محنت کا نتیجہ گمراہی ہے۔"

وَاَرْوَاحُنَا فِيْ وَحْشَةٍ مِنْ جُسُوْمِنَا وَحَاصِلُ دُنْيَانَا اَذًى وَّ وَبَالٌ

"اور ہمارے روح ہمارے بدنوں سے بھی ناآشنا ہیں اور ہماری دنیاوی زندگی کا خلاصہ دکھ اور تکلیف ہے۔"

وَلَمْ نَسْتَفِدْ مِنْ بَحْثِنَا طُوْلَ عُمْرِنَا سِوَى اَنْ جَمَعْنَا فِيْهِ قِيْلَ وَقَالَ

"اور ہم نے ساری زندگی کے بحث مباحثہ سے سوائے نکتہ چینی کے اور کچھ حاصل نہیں کیا۔"

بو علی سینا نے کہا ؎

دل گرچہ دریں بادیہ بسیار شتافت یک موئے نہ دانست و نے موئے شگافت
اندر دل او ہزار خورشید بہ تافت آخر بکمال ذرۂ راہ نہ یافت

"دل اگرچہ اس صحرا میں بہت دوڑا مگر نہ ایک بال جان سکا اور نہ ایک بال تک اگا سکا۔ اگرچہ اس کے دل میں کئی سورج چمکے مگر ایک ذرہ کو بھی نہ پا سکا۔"

پہلے بھی بڑے بڑے ان فلاسفہ کو انجام کار اپنی ناکامی کا اعتراف کرنا پڑا جو نور وحی سے محروم تھے جیسا کہ سقراط نے بوقت مرگ اعتراف کیا کہ:

معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شدہ "مجھے معلوم ہو گیا کہ مجھے کچھ بھی علم نہ تھا"

اسی طرح معلم ثانی فارابی نے کہا ؎

اسرار وجود خام و ناپختہ بماند واں گوہر بس شریف و ناسفتہ بماند
ہرگز ز سر قیاس چیزے گفتند واں نکتہ کہ اصل بود نا گفتہ بماند

''اس کائنات اور ہستی کے سارے راز کچے اور ناپختہ ہی رہے اور گوہر مقصود میں سوراخ نہ ہو سکا۔ (تاکہ ہار بنایا جا سکے)''

جو کہا فلسفیوں نے وہ خیال اور قیاس سے کہا اور جو اصل بات تھی اس پر لب کشائی نہ کر سکے۔

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے ایسے وساوس سے رک جانے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا: ''یَاْتِی الشَّیطَانُ اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ کَذَا مَنْ خَلَقَ کَذَا حَتّٰی یَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ رَبَّکَ فَاِذَا بَلَغَہٗ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰہِ وَلْیَنْتَہِ'' تم میں سے شیطان کسی ایک کے پاس آئے گا تو اس سے کہے گا فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا یہاں تک کہ اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دے گا کہ تیرے رب کو کس نے بنایا۔ پس جب بات یہاں تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جائے اور رک جائے۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ باب فی الوسوسہ)

یعنی شیطان کا کام گمراہ کرنا ہے جس کی ابتداء وسوسہ سے ہوتی ہے ایک مسلمان ہر چیز کا خالق جب اللہ تعالیٰ کو ماننے کا اقرار کرتا ہے تو اس پر شیطان آخری حملہ کرتا ہے کہ بتا رَبّ کو کس نے پیدا کیا اس لئے مسلمان فوراً رک جائے اور شیطان کے وساوس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

ف: اگر عقائد برزخیہ کے منکر کوٹ پتلون میں ملبوس حضرات ہوتے جن کو علوم نبوت سے کوئی حصہ نہیں ملا تو اتنا افسوس نہ ہوتا۔ افسوس تو یہ ہے کہ قرآن وحدیث جاننے والے علوم عقلیہ ونقلیہ سے وافر حصہ حاصل کرنے والے حضرات ان عقائد کی تعبیر اس طریقہ پر کر رہے ہیں کہ نفس عقیدہ کا انکار ہو رہا ہے اور یہ انکار اور تعبیر خالص علمی رنگ میں نہیں بلکہ طنز واستہزاء تک سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ ''فالی اللہ المشتکی''

نبی کریم ﷺ کے ارشادات کے ساتھ بھی منافق استہزاء کرتے تھے۔ قرآن عزیز نے ان کا حکم فرمایا: ''قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَہْزِءُوْنَ۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَۃٍ مِّنْکُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَۃً بِاَنَّہُمْ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ (التوبۃ:۶۵، ۶۶)'' آپ فرما دیجئے کیا اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ تم ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ۔ بے شک تم ایمان کا اظہار کرنے کے بعد کافر ہو گئے۔''

حیات قبر کے منکر کا حکم

جب یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہو چکا ہے تو اس کا انکار کسی معمولی عقیدہ کا انکار نہیں بلکہ اس کا انکار ایک بڑے عقیدہ کا انکار ہے اس لئے علم عقائد کے علماء اور فقہاء ملت اسلامیہ نے ایسے شخص کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ:

۱...... اسلام سے خارج ہے جیسا کہ پانچویں صدی ہجری کے بہت بڑے محقق عالم اسلام نے مدلل طریقہ پر اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے بعد فرمایا ہے: ''وَلَا یُنْکِرُ مَا اسْتَفَاضَ بِہِ الْاَخْبَارُ وَنَطَقَتْ بِہِ الْاٰیَاتُ مِنْ اَلْاَحْیَاءِ فِی الْقَبْرِ اِلَّا مَنْ یُّنْکِرُ عُمُوْمَ قُدْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَنْ اَنْکَرَ عُمُوْمَ قُدْرَتِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی کَانَ خَارِجًا مِّنْ زُمْرَۃِ اَہْلِ الْاِسْلَامِ'' اور ان باتوں کا انکار جو کہ قرآن عزیز میں ہیں اور جو کئی احادیث سے ثابت ہیں کہ قبر میں زندگی عطا کی جاتی ہے وہی کرتا ہے جو خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کا انکار کرتا ہے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار کرتا ہے وہ مسلمانوں کے زمرہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ (التمہید ص ۱۵۹)

ف: کسی عقیدہ کا انکار صرف عقیدہ کا انکار نہیں بلکہ ان تمام آیات اور احادیث کا انکار لازم آجاتا ہے جن سے وہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔

۲...... علامہ بحر العلوم ارشاد فرماتے ہیں: ''مُنْكِرُ الشَّفَاعَةِ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ وَالرُّؤْيَةِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمُنْكِرُ الْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ كَافِرٌ'' گناہ کبیرہ کے مرتکب مسلمان کے لئے شفاعت سید دو عالم ﷺ کا منکر اور قیامت کے دن مسلمانوں کے لئے دیدار خداوندی کا انکار کرنے والا، اسی طرح عذاب قبر اور کراماً کاتبین کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ (ارکان اربعہ ص ۹۹)

۳...... مشہور مفسر القرآن علامہ قرطبی نے فرمایا: ''فَاعْلَمُوْا أَيُّهَا الْأَخْوَانُ أَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ وَنَعِيْمَهُ حَقٌّ كَمَا صَرَّحَتْ بِهِ الْأَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَأْخُذُ بِأَبْصَارِ الْخَلَائِقِ وَأَسْمَاعِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ عَنْ رُؤْيَةِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعِيْمِهِ لِحِكْمَةِ الْٰهِيَةِ وَمَنْ شَكَّ فِيْ ذٰلِكَ فَهُوَ مُلْحِدٌ'' اے مسلمان بھائیو! یہ بات جان لو کہ قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں حق ہیں جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے لیکن اللہ کریم نے اپنی مخلوقات میں سے جنوں اور انسانوں کو یہ عذاب اور نعمتیں دیکھنے کی قوت عطاء نہیں فرمائی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے تو جو کوئی اس میں شک کرے گا وہ ملحد اور بے دین ہوگا۔ (التذکرہ از قرطبی ص ۳۵)

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز نے اس کی ایک حکمت اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ انسان اپنی مادی آنکھوں سے اس جہان کو نہیں دیکھ سکتا جس کا تعلق روحانی جہان سے ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے ارشاد کا ترجمہ درج ذیل ہے: ''یہ مادی آنکھیں عالم ملکوت کو نہیں دیکھ سکتیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جبریل امین کو خود نہ دیکھا مگر سید دو عالم ﷺ کی بات اور مشاہدہ پر یقین رکھتے ہوئے ایمان لائے۔ ایک آدمی اگر حیات قبر کا منکر ہے تو پھر ملائکہ اور وحی پر اس کا ایمان کیسے رہ سکتا ہے؟'' (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۱)

یعنی اگر کسی عقیدہ پر ایمان لانے کے لئے اپنے علم اور مشاہدہ کو دلیل بنایا جائے پھر تو فرشتوں اور وحی پر ایمان بھی نہ رہے گا۔ کیونکہ فرشتوں کو اور ان کے سردار جبریل علیہ السلام کو ہر صحابی نے ہمیشہ کے لئے نہیں دیکھا۔ اس لئے کسی عقیدہ کو اپنے علم اور مشاہدہ سے نہ دیکھا جائے۔ ایسی بحث میں وہی لوگ الجھتے ہیں جن کے دلوں میں اسلامی عقائد کی صداقت راسخ نہیں ہوتی۔ جیسا کہ شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''أَمَّا اسْتِحَالَةُ ذٰلِكَ بِطَرِيْقِ الْعُقُوْلِ فَإِنَّهَا سَبِيْلُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الدِّيْنِ عَصَمَنَا اللّٰهُ عَثْرَةَ الْعَقْلِ وَفِتْنَةَ الصَّدْرِ'' حیات قبر کو عقلی طور پر محال کہنے والوں کا دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں اللہ تعالیٰ ہم کو عقل کی لغزش اور دل کے فتنے سے محفوظ رکھے۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۱۷۳)

اگر مسلمان بھی اپنے مشاہدہ اور علم و تجربہ کی بناء پر ایمان لائے تو پھر ملحد اور مسلمان میں کیا فرق رہ جائے گا۔ جیسا کہ امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ (م ۲۷۶ ھ) نے فرمایا ہے کہ: ''اگر ان باتوں کا انکار کر دیا گیا تو مسلمان اور ملحد میں کیا فرق رہ جائے گا۔'' (تاویل مشکل القرآن ص ۹۲)

کتب فتاویٰ میں یہ فتویٰ اور حکم مدلل موجود ہے جس کے ذکر کا یہ محل نہیں اجمالاً صرف ایک حوالہ درج ذیل ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے شرح ہدایہ میں فرمایا ہے: ''وَلَا تَجُوْزُ الصَّلٰوةُ خَلْفَ مُنْكِرِ الشَّفَاعَةِ وَالرُّؤْيَةِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ لِأَنَّهُ كَافِرٌ لِتَوَارُثِ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ عَنِ الشَّارِعِ عليه السلام''

(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۷، مصری مطبوعہ طبع اولیٰ مطبوعہ ۱۳۱۵ ھ)

قرآن عزیز میں ہے، کافروں کے روح نکالتے وقت فرمایا: "ولو ترٰی اذ یتوفی الذین کفروا الملٰئکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم" اور اگر تو دیکھے جس وقت فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہیں ان کے منہوں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں جلنے کا عذاب چکھو۔ حالانکہ یہ کسی نے نہ سنا نہ دیکھا۔

مسلمان کی قبر کا احترام

امام الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمان کی قبر کی حفاظت کا حکم دیا اور اس کی تذلیل اور توہین سے منع فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد عالی ہے:

۱...... "عَنْ اَبِی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَنْ یَجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَۃٍ فَتَحْرَقَ ثِیَابَہٗ فَتَخْلَصَ اِلٰی جِلْدِہٖ خَیْرٌ لَہٗ مِنْ اَنْ یَجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ" حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات کہ تم میں سے کوئی آگ کی چنگاری پر بیٹھ جائے اور وہ چنگاری اس کے کپڑوں کو جلاتے ہوئے اس کے بدن کے چمڑہ تک پہنچ جائے یہ تکلیف برداشت کر لینی اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر جا کر بیٹھ جائے۔ (رواہ مسلم ومشکوٰۃ)

۲...... "عَنْ عَمرِو بنِ حَزْبٍ قَالَ رَاٰنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مُتَّکِئاً عَلٰی قَبْرٍ فَقَالَ لَاتُؤْذِ صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ" حضور انور ﷺ کے صحابی عمرو بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید دوعالم ﷺ نے دیکھا کہ میں ایک قبر پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوں تو حضور انور ﷺ نے فرمایا اس قبر والے کو دکھ نہ دے۔ (رواہ احمد ومشکوٰۃ)

۳...... امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مستدرک میں مندرجہ ذیل واقعہ روایت فرمایا ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو جوتی پہنے ہوئے قبرستان میں سے گزر رہا تھا، اس کو حضور انور ﷺ نے فرمایا: "یَاصَاحِبَ السِّبْتِیَّتَیْنِ اَلْقِ سِبْتِیَّتَکَ" او جوتیاں پہننے والے اپنی جوتیوں کو اتار دے۔

۴...... میت کی لاش کو مارنا یا ہڈی کو توڑنا: امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ نے فرمایا: "عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ کَسْرُ عَظْمِ الْمَیِّتِ کَکَسْرِہٖ حَیًّا" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ میت کی ہڈی کا توڑنا اسی طرح گناہ ہے جس طرح اس کی ہڈی کو توڑنا اس کی زندگی میں گناہ ہے۔ (رواہ ابوداؤد باسناد علی شرط مسلم وزاد ابن ماجہ من حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا فی الاثم)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ میت کو بھی اس کام سے اذیت پہنچتی ہے جس سے زندہ کو پہنچتی ہے۔

(ابانۃ الاحکام شرح بلوغ المرام جزء ثانی ص ۲۴۹)

رحمت دوعالم ﷺ نے انسانیت کی حفاظت میں اپنی رحمت کا کامل مظاہرہ فرمایا ہے۔ ابوداؤد کی شرح عون المعبود میں ہے کہ اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) میت کی تذلیل نہ کی جائے۔ (۲) جن امور سے زندہ کو راحت ملتی ہے مردہ کو بھی راحت ملتی ہے جو اس کے برزخی حال کے مطابق ہوتی ہے۔ (ج ۳ ص ۲۰۴)

تنبیہ: سید دوعالم ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے اور ان پر چراغ جلانے سے منع فرمایا ہے لیکن جب کسی قبر پر قبہ یا گنبد بنا دیا گیا ہو یا اس قبر کو پختہ کر دیا گیا ہو تو اب ان کو گرانا یا قبروں کا مسمار کرنا درست نہیں۔ آخر جہاں

جہاں مسلمانوں نے قبروں کو پختہ بنایا یا ان پر تعمیرات وغیرہا کرائی ہیں،ان کو گرانے کا حکم کسی عالم، مفتی نے نہیں دیا۔ کسی میت کے ورثاء کو یہ بات ضرور سمجھا دی جائے کہ قبروں کو پختہ کرنا یا کسی اور کام کا کرنا جو سلف صالحین نے نہیں کیا درست نہیں مگر قبروں کی توہین اور تذلیل کسی طرح درست نہیں۔

زیارتِ قبور

احادیث میں تصریح موجود ہے کہ سید دو عالم ﷺ جنت البقیع اور دوسری قبور پر بھی دعا مغفرت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ کا ارشاد عالی ہے: ''فَاِنَّ صَلٰوتِی عَلَیْھِمْ نُوْرٌ فِی قُبُوْرِھِمْ'' پس بے شک میری ان پر نماز جنازہ دعا مغفرت سے ان کی۔ قبروں میں نور ہو جاتا ہے۔ (المصنف ج ۳ ص ۵۱۷)

اور امت کو بھی حضور انور ﷺ نے حکم فرمایا: ''اِئتُوا اَمْوَاتَکُمْ فَسَلِّمُوا عَلَیْھِمْ وَصَلُّوا عَلَیْھِمْ فَاِنَّ لَکُمْ فِیْھِمْ عِبْرَۃً'' اپنی اموات کے پاس جایا کرو اور ان پر دفن ہونے کے بعد سلام کہا کرو اور ان کی نماز جنازہ پڑھا کرو اس میں تمہارے لئے عبرت اور نصیحت ہے۔ (المصنف ج ۳ ص ۵۷۰)

بلکہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے یہ حکم دیا ہے، روایت کے الفاظ درج ہیں: ''فَاَمَرَنِی اَنْ اٰتِی اَھْلَ الْبَقِیْعِ فَاَسْتَغْفِرْ لَھُمْ'' جبریل نے مجھے حکم دیا ہے کہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں جاؤں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کروں۔

اسی طرح آپ (ﷺ) ہر سال شہداء احد کی قبور پر جایا کرتے تھے اور یہی سنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تھی۔ (المصنف ص ۵۷۴)

چنانچہ حضور انور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اہل قبور پر سلام کہنے اور دعا کے کلمات بھی تلقین فرمائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِقُبُوْرِ الْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ'' سید دو عالم ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان سے گزرے تو اپنے چہرہ انور کو ان کی طرف (چہرہ انور کو ان کی طرف کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ قبر والے سنتے ہیں اور جانتے ہیں) کرتے ہوئے فرمایا: اے قبر والو تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بھی مغفرت فرما دیں تم ہم سے پہلے آ گئے اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔ (رواہ الترمذی)

حاشیہ: ''فِیْہِ دَلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّ الْمُسْتَحَبَّ فِی حَالِ السَّلَامِ عَلَی الْمَیِّتِ اَنْ یَکُوْنَ وَجْھُہٗ لِوَجْہِ الْمَیِّتِ وَاَنْ یَسْتَمِرَّ کَذٰلِکَ فِی الدُّعَاءِ اَیْضًا وَعَلَیْہِ عَامَّۃُ الْمُسْلِمِیْنَ'' (حاشیہ ترمذی بحوالہ مرقاۃ)

''بلکہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ قبروں پر سلام کہہ کر ان کے لئے اور اپنے لئے عافیت کی دعا کریں۔'' (صحیح مسلم کی روایت ہے)

''عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُعَلِّمُھُمْ اِذَا خَرَجُوا اِلَی الْمَقَابِرِ اَنْ یَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ'' نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب قبرستان کو جائیں تو یوں کہیں اے ایمانداروں

ل یہی بات موتمر عالم اسلامی منعقدہ مکہ المکرمہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے سلطان عبدالعزیز سے فرمائی تھی (تجلیات عثمانی)

اور مسلمانوں کے گھر والو تم پر سلام ہو اور ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہاری عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

ف: ان روایات کو حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں بھی ذکر کیا ہے۔

اہل قبور سلام سنتے ہیں، پہچانتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور اس عقیدہ پر تمام علمائے سلف کا اجماع ہے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''وَالسَّلَفُ مُجْمِعُوْنَ عَلٰی هٰذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاٰثَارُ عَنْهُمْ بِاَنَّ الْمَیِّتَ یَعْرِفُ زِیَارَةَ الْحَیِّ وَیَسْتَبْشِرُ بِهٖ وَهٰذَا السَّلَامُ وَالْخِطَابُ وَالنِّدَاءُ لِلْمَوْجُوْدِ یُخَاطِبُ وَیَعْقِلُ وَیَرُدُّوْا اِنْ لَّمْ یَسْمَعِ الْمُسَلِّمُ الرَّدَّ'' اور سارے علماء سابقین اس امر پر متفق ہیں کہ میت کے پاس جب زندہ آدمی پہنچتا ہے تو وہ اس کو پہچانتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور یہ سلام کہنا اور میت کا جواب دینا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ سنتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اگرچہ سلام کہنے والا (زندہ) اس کے جواب کو نہ سن سکے۔ (کتاب الروح ص ۱۰۵۲)

محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ نے فرمایا ؎

سَمَاعُ الْمَوْتٰی کَلَامَ الْخَلْقِ قَاطِبَةً قَدْ صَحَّ فِیْهِ لَنَا الْاٰثَارُ فِی الْکُتُبِ

''اموات کا لوگوں کی کلام کا سن لینا صحیح ہے اس کی دلیل وہ روایات ہیں جو کتابوں میں موجود ہیں۔''

بعض روایات میں آیا ہے کہ اہل قبور کو تین دفعہ سلام کہے جیسا کہ (کتاب الاداب الشرعیہ ص ۴۲۶) پر یہ مسطور ہے: ''وَفِی الصَّحِیْحِ اَنَّ عَبْدَاللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ مَرَّ بِعَبْدِاللهِ بْنَ زُبَیْرٍ وَهُوَ بِعَقَبَةٍ مَقْتُوْلٍ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ثَلَاثًا۔ قَالَ فِی شَرْحِ الْمُسْلِمِ فِیْهِ اِسْتِحْبَابُ السَّلَامِ عَلَی الْمَیِّتِ فِی قَبْرِهٖ ثَلَاثًا'' صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شہید پر ہوا تو آپ نے تین مرتبہ السلام علیکم کہا۔ اس روایت کے پیش نظر مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے ثابت ہوتا ہے کہ میت پر جب کہ اس کی قبر پر سے گزرے تین مرتبہ سلام کہے۔

ف: یہ کتاب ''الاداب الشرعیۃ'' جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز السعود کے سرکاری خرچ سے شائع ہوئی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر ہر جمعہ کو تشریف لے جایا کرتی تھیں۔ (المصنف ص ۵۷۲)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب کسی مسلمان کی قبر سے گزرتے تو سلام کہا کرتے تھے۔ (ص ۵۷۵)

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور آپ کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے تھے جب واپس آئے تو پوچھا کہ میرے بھائی کی قبر کہاں ہے؟ چنانچہ آپ کو بتائی گئی آپ نے قبر پر پہنچ کر دعا فرمائی۔

احادیث اور کتب عقائد میں موجود ہے کہ اہل قبور سلام کہنے والے کو پہچانتے ہیں جیسا کہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ایک قبر پر گزر ہوا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس ساتھی سے کہا کہ اس قبر والے کو سلام کہہ دے۔ اس نے جواب میں کہا کیا قبر کو سلام کہوں؟ (یہ تو مردہ کی جگہ ہے) آپ نے فرمایا کہ اس میت نے اگر تجھے دنیا میں کبھی دیکھا ہوگا تو اب بھی تجھے پہچان لے گا۔'' (المصنف ص ۵۷۶)

ف: اللہ تعالیٰ کے کسی نیک بندہ کی قبر پر جا کر فاتحہ خوانی کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی مشکل کے آسان ہونے کی دعا کرنا جائز ہے مگر عقیدہ یہ رکھے کہ کام تو اللہ تعالیٰ ہی کرے گا۔ البتہ یہ جگہ اس کے خیال میں زیادہ برکت

والی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی جگہ ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے کہ: ''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علی رحمۃ اللہ علیہ بن میمون فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر روزانہ جاتا ہوں اور وہاں سے برکات حاصل کرتا ہوں اگر کوئی ضرورت پیش آ جائے تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی ضرورت کے پورا ہونے کی دعا کرتا ہوں تو جلد ہی اللہ تعالیٰ میری مشکل کو آسان فرما دیتے ہیں۔'' (مقدمہ کتاب الآثار للامام محمد رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۱)

عبد الرحمن بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۹۷ھ) نے یہ لکھا ہے کہ ترکی کے لوگ قحط کے زمانہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے بارش کے نزول کی دعا کیا کرتے تھے۔ (تلقیح ص ۶۳)

۱...... مفسر قرآن کریم علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دن مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں تشریف لے گئے تو آپ نے اہل قبور کو سلام کہہ کر یوں فرمایا کہ ہمارے ہاں کی خبر تو یہ ہے کہ تمہاری بعض بیواؤں نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا اور تمہارے گھروں میں اور لوگ آباد ہو گئے اور تمہارے مال تقسیم کر لئے گئے آپ کو اس کا جواب یوں دیا گیا اے خطاب کے بیٹے ہمارے ہاں کی اطلاع یہ ہے کہ جو اعمال ہم نے کئے تھے ان کا اجر مل گیا اور جو مال اللہ کے نام پر دیا تھا اس میں نفع رہا اور جو چھوڑ آئے اس میں نقصان ہی نقصان رہا۔'' (قرطبی سورہ بقرہ ص ۷۳)

۲...... احمد حفار (قبر کھودنے والا) نے کہا ہے کہ میں ایک جمعہ کو اپنے شہر کے قبرستان میں گیا تو مجھے ہر قبر سے قرآن مجید کی تلاوت کی آواز سنائی دیتی تھی۔ (طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۱۶۹)

۳...... محمد حنبلی کے بیٹے عبد المولی نے کہا ہے کہ وہ اپنے شیخ کی قبر کے پاس سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا کہ اسے ''لَا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ'' پر غلطی لگ گئی تو قبر سے آواز آئی کہ یہ یوں پڑھو اور یہ قصہ مشہور ہے۔ (کتاب طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۶۰)

۴...... اسکندریہ (مصر) میں شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ بن عطاء کا انتقال ۷۰۹ھ کو ہوا ہدایہ کے شارح علامہ کمال بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (جن کی وفات ۸۱۲ھ کو ہوئی) ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور سورہ ہود کی تلاوت شروع کی جب ارشاد خداوندی ''فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيدٌ'' پر پہنچے تو قبر سے آواز آئی: ''يَا كَمَالُ لَيْسَ فِينَا شَقِيٌّ''

(مقدمہ اکمال الشیم از شارح ابی داؤد مولانا خلیل احمد دیوبندی مہاجر مدنی)

چنانچہ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ میری موت کے بعد مجھے اسی قبرستان میں دفن کیا جائے۔

ف ۱: یہ آیت سورہ ہود کی نمبر ۱۰۵ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مرنے کے بعد کوئی تو بدبخت ہو جاتا ہے اور کوئی نیک بخت، قبر سے آواز آئی کہ اس قبرستان میں سب نیک بخت دفن ہیں۔

ف ۲: مٹی کا یہ ڈھیر جسے قبر کہا جاتا ہے اس میں مندرجہ ذیل امور کی برکت سے نجات میسر ہو جاتی ہے: (۱) اعمال صالحہ جو اس نے زندگی میں کئے ہوتے ہیں۔ (۲) پسماندگان کی دعا اور صدقات۔ (۳) شرافت مکان۔ (۴) شرافت زمان۔ (۵) شرافت تبرکات کفن...... پہلے دو کے متعلق کافی تعلیمات اسلامیہ گزر چکی ہیں۔ تیسرے کے متعلق سید دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے: ''مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَّمُوتَ فِي الْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ فَمَنْ مَاتَ بِالْمَدِينَةِ كُنْتُ لَهٗ شَفِيعًا وَّشَهِيدًا'' جو یہ کر سکتا ہو کہ اس کی موت مدینہ میں ہو تو اس کو مدینہ ہی میں مرنا چاہئے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کا گواہ ہوں گا۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۴۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک باب بعنوان: "مَنْ اَحَبَّ الدَّفْنَ فِی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ" جو پاکیزہ سرزمین میں دفن ہونے کو چاہتا ہو، باندھا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ دعا ہوا کرتی تھی کہ: "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً فِی سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِی فِی بَلَدِ حَبِیْبِکَ" یا اللہ میری موت شہادت کی ہو اور تیرے رسول ﷺ کی بستی میں ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ف: اس لئے نیک انسانوں کے پاس یا اس مقبرہ میں جہاں صلحاء امت دفن ہوں دفن ہونے سے دوسرے لوگوں کو بھی ان کی برکات سے فائدہ پہنچتا ہے۔ دمشق کے مشہور عالم محمد بن علی حنفی معروف بہ ابن طولون رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب اسی موضوع پر لکھی ہے جس کا نام "حُسْنُ الیقین فِی الدَّفْنِ عِنْدَ الصَّالِحِیْن" ہے۔

ف: اگر ایک آدمی نیکی کی طلب کے لئے اس بستی میں جاتے ہوئے مر گیا جس بستی میں صلحاء رہتے تھے تب بھی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ! جیسا کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے سو انسانوں کے قاتل کی توبہ کا ذکر فرمایا ہے۔

(ترجمہ حدیث) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے مگر پھر بھی گناہوں پر ندامت ہوئی اور توبہ کا خیال ہوا تو ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ اس جیسے گنہگار کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو راہب نے کہا کہ تو بڑا مجرم ہے اس لئے تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس کو بھی قتل کر کے سو پورے کر دیئے مگر پھر توبہ کا خیال آیا تو ایک دوسرے عالم سے پوچھا کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا کہ تو فلاں بستی میں چلا جا۔ چنانچہ راستے پر ہی اس کی موت واقع ہو گئی۔ مگر اس نے مرتے مرتے بھی اپنے سینے کو اس بستی کی طرف کھینچا۔ اس کے متعلق عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ یہ دوزخی ہے کہ سو انسانوں کا قاتل ہے اور رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ جنتی ہے کہ توبہ کے لئے جا رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے رحمت کے فرشتے کو قریب ہونے کا حکم دیا اور عذاب کے فرشتے کو دور ہونے کا حکم دیا اور دونوں طرف سے ناپنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ناپنے پر معلوم ہوا کہ وہ اس سرزمین کے ایک بالشت زیادہ قریب ہے جدھر وہ جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (بخاری و مسلم)

برکت زمان کے متعلق بھی سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مثلاً جمعہ کے دن یا شب جمعہ کو مرنے والا قبر کے حساب سے محفوظ رہتا ہے۔

تبرکات کے لئے یہ سمجھا جائے کہ نیک لوگوں کے تبرکات کو کفن میں شریک کرنا بھی باعث مغفرت ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ: "سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت کپڑا لے کر حاضر ہوئی اور یہ عرض کیا کہ اس کو جناب خود زیب تن فرماویں مگر ایک آدمی نے (اس یقین پر کہ سید دو عالم ﷺ کسی سائل کو نامراد نہیں فرماتے) آپ سے وہ کرتہ مانگ لیا اور ساتھ ہی یہ عرض کیا کہ میں نے یہ کرتہ اس لئے مانگا ہے کہ یہ مبارک کرتہ میرا کفن ہو۔ چنانچہ وہ کرتہ اس سعادت مند کا کفن ہی ہوا۔"

یہ مبارک واقعہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کفن کے لئے کسی متبرک کپڑا کا محفوظ رکھنا اور اسے کفن میں شریک کرنا بہتر امر ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں فرمایا: "وَفِیْهِ التَّبَرُّکُ بِاٰثَارِ الصَّالِحِیْن" (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۵)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال یہ وصیت فرمائی کہ: "سید دو عالم ﷺ نے مجھ کو جو کرتہ عنایت فرمایا تھا وہ مجھے اس طرح پہنا دینا کہ میرے بدن کے ساتھ چمٹا رہے اور میرے پاس جو سید دو عالم ﷺ کے ناخن مبارک محفوظ ہیں، ان کو پیس کر میری دونوں آنکھوں اور منہ میں ڈال کر مجھے اس اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو جو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔" (دلیل الفالحین ج ۲ ص ۵۲۰)

حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا نے اس مشکیزہ کا وہ حصہ تبرکاً کاٹ لیا تھا۔ جہاں سے حضور انور ﷺ نے پانی نوش فرمایا تھا۔ (مشکوٰۃ)

اکابر علماء کرام اور اولیاء عظام نے اپنے کفنوں میں بزرگوں کے عطاء کردہ کپڑے وغیرہ رکھنے کی وصیت فرمائی ہے۔ اس گناہ گار نے بھی قبر کی راحت کے لئے مندرجہ ذیل تبرکات رکھے ہوئے ہیں۔

۱...... غلاف خانہ کعبہ کا ایک ٹکڑا۔

۲...... اندرون کعبہ کے غلاف کا ایک ٹکڑا۔

۳...... قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ مبارک کا ایک ٹکڑا جو آپ کے نواسے حافظ محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مورخہ ۱۳/ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ کو عطاء فرمایا تھا۔

۴...... اپنے محبوب آقا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ العزیز کا عطاء فرمودہ عربی عبا۔

۵...... احرام کی چادر۔

۶...... روضہ مطہرہ کے اندرون سبز غلاف کا ٹکڑہ۔

(نوٹ: بحمد اللہ تعالیٰ یہ تمام تبرکات حضرت رحمۃ اللہ کے کفن میں رکھ دیئے گئے تھے)

اکابر علماء دیوبند کا معمول

دیوبند کا مسلک وہی ہے جو قرآن کریم، احادیث نبویہ ﷺ اور سلف صالحین کا مسلک رہا ہے۔ اس لئے زیارت قبور کو بھی اکابر علماء نے شرعاً نہ صرف جائز رکھا بلکہ اس کا حکم دیا اور اس کے فوائد اور برکات کو بھی بیان فرمایا۔ جیسا کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز نے اپنے ایک مرید مولوی محمد صدیق احمد صاحب کو تحریر فرمایا: "مزار مجدد پر حاضر ہو تو کچھ اس ناکارہ کے واسطے بھی خیال کرنا اور زبانی مزار مبارک پہ نشان نام سلام عرض کرنا۔" (مکاتیب رشیدیہ ص ۱۳، مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی)

حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عشرۃ طروس کے الطرس العاشر میں فرمایا:

"ان سب مزارات میں سے مشہور اور زیادہ منور سیدی خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور سیدی علاؤالدین صابری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ اسی طرح سیدی قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی مزارات ہیں جو کہ دہلی میں ہیں اور شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ (پاک پتن) اور قطب عالم عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ (گنگوہ) اور شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ (لکھنو) اور شیخ محب اللہ (الہ آباد) اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (ردولی) اور شیخ مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں۔ (ان پر حاضری سے روحانی فائدہ ہے) مگر عرس اور میلہ کے ایام میں ہرگز نہ جائے کہ اس سے بجائے روحانی نفع کے نقصان زیادہ ہے۔" (عشرۃ طروس ص ۱۷۰، ۱۷۱)

قطب الارشاد والتکوین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''نیز اولیاء اللہ اور مشائخ کی زیارت سے مشرف ہوا کرے اور فراغت کے اوقات میں ان کے مزاروں پر بیٹھ کر ان کی روحانیت کی طرف توجہ کرے اور اس کی حقیقت اپنے مرشد کی شکل میں کرے اور فیضیاب ہوا کرے۔ عام اہل اسلام کے مزاروں پر جا کر موت کو یاد کرے اور فاتحہ پڑھ کر ان کو ثواب پہنچائے۔'' (سلاسل طیبہ ص ۴۴)

حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کے اجمیر شریف حاضری کا نقشہ علامہ انور صابری کے الفاظ میں درج ہے:

''اجمیر شریف کی ایک حاضری کے وقت ان کی ''حضوری'' کا جو روح نواز نظارہ میرے ساتھ متعدد لوگوں نے دیکھا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خواجہ بزرگ اپنے ایک مخصوص حلقہ بگوش نسبت سے زبان راز میں گفتگو فرما رہے ہیں اور سننے والا نظر پر حیرت بنا مشاہدہ حقیقت کی راہ طے کرتا جا رہا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں پرنم تھیں عارض روشن پر جمال یار کی تابانیاں اس حالت تقریب میں آہوں نے کیا۔ کچھ عرض کیا اور کیا کیا جوابات حاصل کئے شاہ جہانی مسجد کی تقریر کا ہر جملہ اس کی وضاحت کر گیا۔'' (سوانح شیخ الاسلام منظوم ص ۵،۴)

جیسا کہ استاذ العلماء مفسر القرآن حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے:

''وَقَعَدتُ عِندَ مَزَارِ الاِمَامِ رَبَّانِی فَقَالَ فِی المُکَاشَفَۃِ بَیَانُ مَسئَلَۃِ التَّوحِیدِ اَعلٰی دَرَجَۃٍ مِنَ السُّلُوکِ'' اور میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب بیٹھا تو آپ نے مجھے مکاشفہ میں فرمایا توحید کا مسئلہ بیان کرنا سلوک کے بلند ترین درجات میں سے ہے۔ (مقدمہ بلغۃ الحیران ص ۸)

ف: امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو ہوئی۔ روضۂ مبارک سرہند شریف میں ہے۔ یہ گنہگار بدنی اور روحانی طور پر اس کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے۔ آپ کی روضۂ مبارک کی تعریف میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ مجددی محدث دہلوی مہاجر مدنی نے چند اشعار نظم فرمائے ہیں جن میں سے تین شعر تبرکاً درج کئے جاتے ہیں۔

اے خاک پاک روضۂ عبیری و عنبری　　　　کہ اہل جہاں زبوئے تو مدہوش گشتہ اند

''اے اس پاکیزہ اور خوشبو افروز روضہ کی مٹی تیری اس خوشبو سے لوگ بیہوش ہو گئے ہیں۔''

یا رب مکن خلاص ازیں خاک درمرا　　　　بدحال آں کساں کہ ازیں خاک رستہ اند

''یا اللہ اس دروازہ کی مٹی سے مجھے محروم نہ فرما وہ لوگ برے حال میں ہیں جو اس مٹی سے آزاد ہیں۔''

تنہا نہ غنی نغمہ مدح تو ساز کرد　　　　کرد بیان عرش ہمیں گو نہ گفتہ اند

''صرف عبدالغنی ہی نے آپ کی مدح سرائی نہیں کی بلکہ عرش کے فرشتوں نے بھی یوں ہی کہا ہے۔''

(علمائے ہند کا شاندار ماضی ج ۱ ص ۲۱۵)

ف: اور آج تک تمام مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور بزرگوں کی قبروں پر جاتے ہیں۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ نے جو ارشاد فرمایا ہے اگر اس میں کمی بیشی کی گئی تو وہ دین نہ کہلائے گا۔ جیسا کہ عام قبور پر فاتحہ خوانی اور عبرت کے لئے جانا مشروع اور امت کا معمول ہے۔ اہل اللہ کے مزارات سے روحانی برکات کا ملنا بھی بامر خداوندی ثابت ہے لیکن قبور کو سجدہ کرنا، طواف کرنا، اہل قبر سے مدد مانگنا یہ سب امور شرعاً ناجائز ہیں۔

حیات الانبیاء علیہم السلام

اس عقیدہ کو سمجھنے سے پہلے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ:

الف: ساری کائنات میں سے اعلیٰ اور افضل اور مکرم اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے: ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (بنی اسرائیل: ۷۰)'' اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطاء فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔

ارشاد قرآنی ہے: ''وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ۔ وَطُورِ سِينِينَ۔ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین: ۱تا۴)'' قسم ہے انجیر کے درخت کی اور زیتون کے درخت کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (مکہ مکرمہ) کی کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔

ب: پھر انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور فرمانبرداروں کو اعلیٰ اور افضل قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ۔ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (القلم: ۳۵، ۳۶)'' بھلا کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو۔

''أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (الجاثیۃ: ۲۲)'' کیا خیال کرتے ہیں یہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے گا یہ برا حکم لگاتے ہیں۔

ج: پھر فرمانبرداروں اور یقین والوں سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فضیلت عطاء فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا: ''وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ (النمل: ۱۵)'' اور کہا ان دونوں (داؤد اور سلیمان علیہما السلام) نے کہ تمام تعریفوں کا حقدار صرف وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی ہے۔

اس فضیلت کی تشریح میں قرآن کریم نے فرمایا: ''اللہ اعلم حیث یجعل رسالته (الانعام: ۱۲۴)'' اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جہاں اپنا پیغام رکھتا ہے (جس کو اپنا رسول بناتا ہے)

''انهم عندنا لمن المصطفین الاخیار (ص: ۴۷)'' بے شک یہ ہمارے ہاں چنے ہوئے پسندیدہ لوگ ہیں۔

''وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ۔ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (الانعام: ۸۶، ۸۷)'' اور ان سب کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی اور ان کے باپوں سے اور ان کی اولادوں سے اور ان کے بھائیوں سے اور پسند کر لیا ہم نے ان کو اور چلا دیا ان کو سیدھی راہ کی طرف۔

انبیاء علیہم السلام انسانوں میں سے برگزیدہ اور چنے ہوئے سعادت مند ہیں۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے: ''قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عباده (ابراھیم: ۱۱)'' ان سے ان کے رسولوں نے کہا ہم تو یہی آدمی ہیں تم جیسے لیکن اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں جب ان کی اقوام نے یہ کہا کہ تم ہم جیسے انسان ہی ہو اور اپنے جیسے انسان کی

اطاعت اور فرمانبرداری سراسر نقصان ہے۔ ’’ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخسرون (المومنون: ۳۴)‘‘ اور اگر تم چلنے لگے کہنے پر ایک آدمی کے اپنے برابر کے تو بے شک تم خراب ہوئے۔

توان کے اس اعتراض کے جواب میں انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ:

۱...... واقعی ہم تم جیسے بشر ہی ہیں یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں مگر

۲...... ہم پر اللہ تعالیٰ نے وہ احسان اور انعام کیا جو تم پر نہیں کیا اور یہ احسان اور اکرام اس کا عطیہ ہے۔ ہماری محنت اور کسب کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ وہ بشری خصوصیات لفظ نبی میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے حسب ارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز: ’’و پیدا است کہ نبی را از اں نبی گویند کہ از ہمہ غیر انبیاء قدرے بلند دارد چرا کہ نبوت بلندی را گویند‘‘ اور یہ بات ظاہر ہے کہ نبی کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ غیر انبیاء انسانوں سے بلند مرتبہ رکھتا ہے کیونکہ نبوت کا لفظی معنی بلندی ہے۔ (امداد السلوک ص ۸۳)

وہ بلندی اور رفعت اس لحاظ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو پیغام پہنچانا تھا وہ انبیاء علیہم السلام کی معرفت پہنچایا ہر انسان اس قابل نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا امین اور مخاطب بلا واسطہ ہو سکے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’فَاِنَّ لِلنَّبِیِّ ﷺ وَجْھَیْنِ وَجْہٌ یَاْخُذُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَوَجْہٌ یُعْطِی الْخَلْقَ‘‘ نبی کریم ﷺ کے دو رخ ہیں ایک رخ کا تقابل رب کریم سے ہوتا ہے اور اس سے اس کا کلام حاصل کر لیتا ہے اور دوسرے رخ سے اسی کلام اور پیغام کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پہنچا دینا ہے۔ (اعتقاد نامہ ص ۳۲)

چنانچہ ہر نبی علیہ السلام کو بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر خصوصیات عطاء کی جاتی ہیں۔ بالفاظ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ: ’’جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پراسرار مخفی قوت ہمارے کالبد خاکی پر حکمران ہے اور ہمارے اعضاء اور جوارح اس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں، اسی طرح نبوت کی روح اعظم اذن الٰہی سے سارے عالم جسمانی پر حکمران ہو جاتی ہے اور روحانی دنیا کے سنن واصول عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آ جاتے ہیں۔ اس لئے وہ چشم زدن میں فرش زمین سے عرش بریں تک عروج کر جاتی ہے۔ سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے۔ چاند اس کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اس کے ہاتھوں کی دی ہوئی چند روٹیاں ایک عالم کو سیر کر دیتی ہیں۔ اس کی انگلیاں پانی کی نہریں بہاتی ہیں۔ اس کے نفس پاک سے بیمار تندرست ہو جاتے ہیں اور مردے جی اٹھتے ہیں۔ وہ تنہا مٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ و بالا کر سکتا ہے۔ کوہ، صحرا، بحر و بر، جاندار اور بے جان بحکم الٰہی سب اس کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔‘‘ (سیرۃ النبی ج ۳ ص ۳)

حضرت سید سلیمان ندوی قدس سرہ العزیز کے اس مختصر مگر جامع ارشاد کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ: ’’غیر نبی پر تو عناصر غالب ہیں مگر نبی علیہ السلام عناصر پر نہ صرف غالب ہوتا ہے بلکہ بامر خداوندی عناصر پر حکمران ہوتا ہے۔ جیسا کہ اصول عناصر چہار ہیں، آگ، پانی، ہوا، مٹی، مگر آگ دوسروں کو تو جلاتی ہے لیکن نبی علیہ السلام کا بال تک نہیں جلا سکتی۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار بن گئی۔ پانی میں دوسرے انسان تو ڈوب جاتے ہیں۔ جیسا کہ فرعون اور اس کی قوم کو تو غرق کر دیا مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بامر خداوندی راستے بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے راستے بن گئے۔ ہوا انسانی تصرف سے بالاتر ہے، مگر سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مسخر کر دی گئی تھی اور قوم عاد کے لئے تباہی کا سامان بن گئی۔ مٹی تو اس قدر ادب اور احترام کرتی ہے کہ بڑے سے بڑے جابر انسان کو چند دنوں میں کھا جاتی ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو تو چھو بھی نہیں سکتی۔‘‘

چنانچہ خصائص انبیاء علیہم السلام میں سے یہ خاصہ بھی ہے کہ ان کے اجساد مبارکہ موت کے طاری ہونے کے بعد بھی اس لئے سلامت رہتے ہیں کہ ان میں حیات ہوتی ہے۔ یہی عقیدہ قرآن و حدیث کی روشنی میں جمہور امت کا ہے۔ صرف چند لوگوں نے اس سے اپنے عقل خام کی پیروی میں اختلاف کیا ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اخلاقی کمزوریوں اور عملی بے راہ روی سے معصوم تھے۔ عصمت انبیاء علیہم السلام اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اسی طرح ان تمام بیماریوں سے محفوظ تھے جن کی وجہ سے تبلیغ میں رکاوٹ یا کمی آ سکتی ہو۔ یعنی کوئی نبی علیہ السلام اندھا، بہرہ، لنگڑا اور گونگا نہیں تھا، اسی طرح ان تمام بیماریوں سے محفوظ تھے جن سے دوسروں کو کراہت آتی ہو یا اس بیماری کو نفرت کا سبب سمجھا جائے۔ جیسا کہ کوڑھ وغیرہ۔ ہر نبی علیہ السلام نیند میں بھی شیطانی وساوس اور خطرات سے محفوظ تھے۔

ف: حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے بدن اطہر سے کیڑے نکلتے تھے۔ وغیرہ! یہ بات درست نہیں۔ وہ سات سال یا اٹھارہ سال بیمار رہے اور ساتھ ہی مال اور اولاد بھی ختم ہو گئی تھی۔ بدنی بیماری سے بھی انسان پریشان ہو جاتا ہے مگر قرآن کریم کی شہادت ہے کہ وہ صابر رہے۔ (النبوۃ والانبیاء ص ۲۸۸)

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام قرآن حکیم میں

۱...... قرآن عزیز نے امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کو ارشاد فرمایا: ''وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ (الزخرف:۴۵)'' اور آپ ﷺ پوچھیں ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ ﷺ سے پہلے بھیجا ہے کیا ہم نے رحمٰن کے بغیر اور معبود بنائے جن کی عبادت کی جائے۔

اس آیت کی تفسیر میں علماء تفسیر نے یہ فرمایا ہے کہ: ''يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلَىٰ حَيٰوةِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ''

(مشکلات القرآن ص ۲۳۴)

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام کی حیات پر استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ جو لوگ مر گئے ہیں، ان سے کسی بات کا پوچھنا یا پوچھنے کا حکم دینا یہ درست نہیں ہوسکتا۔ تمام مفسرین قرآن حکیم نے یہی تفسیر اور ترجمہ فرمایا ہے۔ چند تفاسیر کے حوالہ جات درج ہیں۔

(تفسیر درمنثور ج ٦ ص ١٦، تفسیر روح المعانی ج ۲۵ ص ۸۹، تفسیر جمل علی الجلالین ج ۴ ص ۸۸، شیخ زادہ حنفی حاشیہ بیضاوی ج ۳ ص ۲۹۸، علامہ خفاجی مصری حاشیہ بیضاوی ج ۷ ص ۴۴۴)

تفسیر روح البیان اور دوسری تفاسیر میں شب معراج میں اس سوال و جواب کو ذکر فرمایا ہے۔ حضور انور ﷺ کے چچازاد بھائی ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا تعلق معراج سے بتایا ہے۔

بیضاوی کے شارح علامہ صدرالدین قونوی حنفی نے فرمایا ہے کہ: ''سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کی طاقت عطاء ہوئی تھی ورنہ اس حکم کا کیا فائدہ۔'' (جواہر البحار ج ۱ ص ۳۱۸)

۲...... قرآن شریف نے سید الانبیاء ﷺ کو اس امر کی اطلاع دے دی تھی کہ آپ ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ضرور ہو گی۔ ارشاد فرمایا: ''ولقد اٰتینا موسى الکتٰب فلا تکن فی مریة من لقائه (السجدۃ: ۲۳)'' اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی پس آپ ﷺ ان کی ملاقات میں شک نہ کریں۔

یعنی آپ ﷺ کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ضرور ہوگی۔ چنانچہ شب معراج تو آپ ﷺ کی ملاقات بیت المقدس میں ہوئی اور پھر سماوی سفر میں آپ کے ساتھ نماز اور روزہ کی تعداد کے بارہ میں کئی بار ملاقات ہوئی اور ویسے بھی کئی بار دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''معراج کی رات میں ان سے ملے تھے اور بھی کئی بار۔'' (موضح القرآن)

قرآن عزیز نے شہداء کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

۳...... ''بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ فرحین بما اٰتھم اللہ من فضلہ (آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰)'' بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں ان کو رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں اس پر جوان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے۔

یعنی تم نہ تو شہداء کو مردہ کہو۔ جیسا کہ (بقرہ: ۱۵۴) میں ارشاد فرمایا اور نہ شہداء کو مردہ سمجھو جیسا کہ اس آیت میں ہے بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے تو جب وہ شہید جن کا مرتبہ اور درجہ انبیاء علیہم السلام سے بہت ہی کم ہے بلکہ ان کو یہ درجہ اور فضیلت بھی انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی تعلیمات پر یقین کی وجہ سے حاصل ہوئی کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ارشادات پر یقین رکھتے ہوئے، ان کے تحفظ میں اپنی جان تو دے دی۔ مگر ان کی تعلیمات کو نہ چھوڑا تو جب شہداء کو مردہ کہنے اور مردہ سمجھنے سے قرآن حکیم نے روکا اور ساتھ یہ بھی واضح فرمایا کہ: ''بَلْ اَحْیَاءٌ'' کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگئی۔

حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''وَاِذَا ثَبَتَ اَنَّھُمْ اَحْیَاءٌ مِنْ حَیْثُ النَّقْلِ فَاِنَّہٗ یَقْوِیَہٗ مِنْ حَیْثُ النَّظْرِ کَوْنُ الشُّھَدَاءِ اَحْیَاءٌ بِنَصِّ الْقُرْاٰنِ وَالْاَنْبِیَاءُ اَفْضَلُ مِنَ الشُّھَدَاءِ'' اور جب قرآنی ارشادات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ شہید لوگ زندہ ہیں اور یہی بات عقل سے بھی بادلیل ثابت ہے تو وہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بلند اور بالاتر ہے ان کی حیات تو بطریق اولیٰ ثابت ہوگئی۔''

۴...... قرآن عزیز میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے کہ جب ان کی ناسوتی موت کا وقت آیا تو ان پر موت طاری کر دی گئی۔ مگر ان کا جسم اسی طرح لاٹھی کے سہارا پر ایک سال تک کھڑا رہا اور وہ مٹی کی دست بُرد سے محفوظ رہا۔ ارشاد قرآنی ہے: ''فلما قضینا علیہ الموت ما دلھم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منساتہ (السباء: ۱۴)'' پھر جب ہم نے ان پر موت کا فیصلہ کر دیا تو ان کی موت کی جنات کو خبر نہ دی مگر گھن کے کیڑے نے جو کھا تا رہا ان کے عصا کو۔

غور کی بات یہ ہے کہ گھن کے کیڑے اور دوسرے کیڑوں کے سامنے دو چیزیں تھیں۔ ایک تو گوشت پوست کا بدن اور ایک خشک لکڑی کی لاٹھی۔ ظاہر ہے کہ گوشت کو تو جلدی کیڑا لگ جاتا ہے۔ چیونٹی چمٹ جاتی ہے۔ بدن کی رنگت بدل جاتی ہے، مگر خشک لکڑی کو تو کیڑے نے کھالیا لیکن نبی علیہ السلام کے مبارک بدن کو ہاتھ نہ لگا سکا۔ یہی دلیل حیات الانبیاء کی ہے۔ (علیہم السلام)

تفسیری فائدہ: قرآن عزیز نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسد اطہر کے زمین پر آ جانے کو خرّ کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ سقط کے ساتھ تعبیر نہیں فرمایا۔ خرّ کا کلمہ قرآن حکیم میں زندہ انسانوں کے جھک جانے اور گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کے بھائیوں کا سجدہ ریز ہونا، قرآن عزیز نے یوں ذکر فرمایا: ''وخروا لہ سجدا (الیوسف: ۱۰۰)'' اور وہ سارے یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔

اسی طرح کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حالت بوقت دیدار تجلی کو قرآن عزیز نے یوں ارشاد فرمایا: ''فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا وخر موسیٰ صعقا (الاعراف:۱۴۳)'' پس جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تجلی نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں انابت کا ذکر قرآن عزیز نے یوں فرمایا: ''خر راکعا واناب (ص:۲۴)'' اور سجدہ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔

ایماندار اہل کتاب نے جب سید دو عالم ﷺ کے ظہور کی بشارت کو سنا اور اس جمال ایمان افروز سے بہرہ ور ہوئے تو ان کی حالت انقیاد اور اطاعت کو قرآن عزیز نے یوں ارشاد فرمایا: ''ان الذین اوتوا العلم من قبلهٖ اذا یتلی علیهم یخرون للاذقان سجدا (بنی اسرائیل:۱۰۷)'' جن کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے والوں کی نشانی یہ بتائی کہ: ''إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ (السجدة:۱۵)'' ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں جب ان کو ان آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے جھک جاتے اور اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے۔

عباد الرحمٰن کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا (الفرقان:۷۳)'' اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ تعالیٰ کے کلام کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے۔

حدیث میں بھی اس کلمہ کا ذکر کسی زندہ انسان کے لئے ارشاد ہوا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث نعلین مبارکین کے ذکر میں فرمایا: ''خَرَرْتُ لِاسْتِي'' میں اپنے چوتڑوں کے بل گر پڑا۔ (مشکوٰۃ)

خود سید دو عالم ﷺ نے حدیث شفاعت میں اپنے سجدہ عبودیت و نیاز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا'' پھر سجدہ کرنے کے لئے گر پڑوں گا۔ (بخاری و مسلم)

ف: قرآن و حدیث میں یہ کلمہ اور اس کے مشتقات حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خود سید دو عالم ﷺ کے لئے آئے ہیں اور ان کے علاوہ بھی عباد الرحمٰن اور نیک لوگوں ہی کے لئے آئے ہیں، اس لئے اس کلمہ سے عزت ہی کا پہلو ظاہر ہے۔

اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسد اطہر کے سلامت زمین پر آنے سے ان کی عرفی موت پر استدلال کرنا قرآنی علوم اور قرآن سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

۵...... حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ (بقرہ:۲۵۹) میں مذکور ہے جس کا اجمالی ذکر کتاب ہذا کے شروع میں ہو چکا ہے۔ یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ:

(۱) موت فناء کا نام نہیں ورنہ سو سال تک مردہ رکھنے کے بعد دوبارہ زندگی عطاء کرنا کیا مطلب رکھ سکتا ہے۔

(۲) نبی علیہ السلام کا بدن بلا کسی محافظ اور نگران کے اس مٹی پر پڑا رہا جس میں آپ کے گدھے کی ہڈیاں اور گوشت پوست گل سڑ گیا۔

(۳) اسی طرح وہ کھانا جو آپ کے بدن کا جزو ہونا تھا وہ بھی سو سال تک صحیح رہا۔ اس میں نہ تو بدبو پیدا

ہوئی اور نہ اس کی مقدار کم ہوئی اور نہ کسی چیز نے اس کو چھوا، اس واقعہ میں کتنی صاف دلیل ہے۔ حیات الانبیاء اور عظمت انبیاء علیہم السلام کی۔

۶...... تفسیر خازن میں حضرت جرجیس علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کی بدنصیب قوم نے ان کو پکایا اور پھر جلایا مگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحیح سالم اٹھ کھڑے ہوئے۔ (تفسیر خازن سورہ آل عمران)

۷...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن عزیز میں موجود ہے کہ ان کی قوم نے جب ان کو آگ میں ڈالا تو وہ زندہ اور سلامت ہی رہے۔ (الانبیاء)

۸...... حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات پر یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قتل کا الزام لگایا تو ان کا جنازہ آسمان سے نظر آیا جس میں یہ آواز تھی کہ میں خود اپنی موت مرا ہوں اسی کو "فَبَرَّ اَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوا" فرمایا۔ (الاحزاب: ۶۹ بحوالہ موضح القرآن)

ف: تو بدن اور جسم کی سلامتی یہ اس امر کی دلیل ہے کہ روح کا تعلق اس بدن کے ساتھ ہے، اس لئے اس کو حیات حاصل ہے۔ جیسا کہ اصحب کہف کا واقعہ قرآن عزیز میں موجود ہے کہ: "ولبثوا فی کھفھم ثلث مائة سنين وازدادوا تسعا (الکھف: ۲۵)" اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے نو بڑھا کر۔

اصحاب کہف اس غار میں تین سو نو سال تک رہے مگر جب ان کو جگایا گیا تو انہوں نے کیا کہا؟ کہ ابھی آئے تھے۔ "لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ یہ گویا ان کی برزخی زندگی تھی مگر دنیاوی زندگی کے لحاظ سے تو وہ ۳۰۹ سال تک اس غار میں رہے۔ اگر ذرا بھی انصاف سے کام لیا جائے تو بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اگر ان کے ناخن بڑھ گئے ہوتے یا کپڑے پھٹ گئے ہوتے یا بال بڑھ گئے ہوتے یا ان کے بدنوں میں اس قدر لمبا وقت گزرنے سے کوئی تبدیلی آ جاتی تو یوں نہ کہتے۔ بدن کی سلامتی اسی لئے تھی کہ ان میں حیات تھی۔ یہی حالت سیدنا حضرت عزیر علیہ السلام کی ہے۔ جب آپ کو سو سال مردہ حالت میں رکھنے کے بعد زندہ کیا گیا اور پوچھا گیا!

"کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مائة عام (البقرة: ۲۵۹)" خداوند قدوس نے پوچھا کتنا زمانہ یہاں رہے؟ آپ نے عرض کیا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ فرمایا: نہیں! تو اسی حالت میں سو سال رہا۔

تو نتیجہ: ایک سو سال کے طویل عرصے میں آپ کے بدن یا لباس یا اعضاء پر کوئی خارجی یا داخلی اثر ہو جاتا تو کیا آپ یوں فرما سکتے تھے کہ: "ایک دن یا دن کا کچھ حصہ" ان دونوں قصوں کو ملا کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت نیند کی طرح ہوتی ہے اور روح کا تعلق اسی طرح رہتا ہے۔ جیسا کہ نیند میں روح کا تعلق رہتا ہے۔ اس لئے بدن کو موت کے عروض کے بعد بھی حیات حاصل رہتی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز بانی دار العلوم دیوبند نے ارشاد فرمایا: "حیات کو موجب حرمت کہئے اور حرمت کو احترام پر مبنی رکھئے۔" (آب حیات ص ۲۹)

۹...... "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِيْ قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ (ال عمران: ۸۱)" اور جب اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم، پھر آئے گا تمہارے پاس (بڑا) رسول کہ سچ بتائے گا جو تمہارے پاس ہے تو اس رسول ﷺ پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ تم نے اقرار کیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

اس آیت میں اس امر کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے اس امر کا عہد لیا تھا کہ جب امام

الانبیاء ﷺ تشریف لائیں گے تو تم ان کی مدد کرو گے اور ان پر ایمان لاؤ گے۔ ظاہر ہے کہ سید الانبیاء ﷺ سب انبیاء علیہم السلام سے آخر میں تشریف لائے۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو آپ ﷺ سے زمانی تقدم حاصل تھا۔ اس لئے شب معراج سب انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور اس عہد کی عملی تصدیق کی۔

حضرت العلامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''فَاعْلَمْ اَنَّ النُّبُوَّةَ بَدَاهَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِاٰدَمَ علیہ السلام ثُمَّ جَعَلَهَا فِی ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ الثَّانِی وَهُوَ نُوحٌ علیہ السلام ثُمَّ جَعَلَهَا فِی ذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيمَ علیہ السلام وَحَصَرَهَا بَعْدَهُ فِی نَسْلِهٖ فَقَالَ تَعَالٰی وَجَعَلْنَا فِی ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ثُمَّ جَعَلَهَا شُعْبَتَيْنِ شُعْبَةُ بَنِی اِسْرَائِيلَ فَبَعَثَ مِنْهُمْ رُسُلًا وَاَنْبِيَاءَ تَتْرٰی اِلٰی اَنْ خَتَمَهَا بِعِيْسٰی علیہ السلام وَرَفَعَهُ حَيًّا وَشُعْبَةُ بَنِی اِسْمَاعِيلَ وَبَعَثَ مِنْهُمْ عَلٰی دَعْوَةِ اِبْرَاهِيمَ علیہ السلام خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيَّنَا ﷺ وَقَضٰی لَهٗ سِيَادَةَ بَنِی اٰدَمَ كُلِّهِمْ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِهٖ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ يَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِهٖ فَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ اِلٰی مِنْهُمْ بِنُصْرَتِهٖ اَنْ اَدْرَكُوا زَمَانَهٗ وَقَدْ اَدْرَكُوهُ فِی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی'' (عقیدۃ الاسلام طبع اوّل ص ۱۵)

''وَالرَّاجِحُ اَنَّ الْمُرَادَ اَنَّهٗ اَخَذَ الْمِيْثَاقَ مِنْ سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ فِی حَقِّ نَبِيِّنَا ﷺ وَاللَّامُ فِی النَّبِيِّيْنَ لِلْاِسْتِغْرَاقِ'' (ص ۱۷)

ارشادات بالا کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت کا مقدس سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان میں رکھا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اس سلسلہ نبوت کو مخصوص فرما دیا۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی رسول اور نبی تشریف لائے وہ سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہی سے ہوئے ہیں۔ ایک شاخ سے بنی اسرائیل ہوئے یعنی حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے جن کے آخری نبی حضرت مسیح علیہ السلام ہوئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اسی جسم کے ساتھ اٹھالیا ہے اور دوسری شاخ (اولاد اسماعیل علیہ السلام) سے سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ظہور ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا تھا کہ آخری نبی ﷺ پر ایمان لائیں گے اور ان کے دین کی مدد کریں گے۔ چنانچہ:

الف: وہ آخری نبی ان سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ کیونکہ وہ ان سب نبیوں کی رسالت اور نبوت کی تصدیق کرنے والے ہیں اور تصدیق کرنے والا اعلیٰ اور افضل ہوا کرتا ہے۔

ب: سب انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی شاید بیت المقدس کو اس قیادت کے عملی ظہور کو اس لئے مخصوص کیا گیا ہو کہ بیت المقدس انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ رہا ہے تو عملاً یہ ثابت کرا دیا گیا ہے کہ اب سیادت اور قیادت امام الانبیاء کو حاصل ہو چکی ہے۔

ج: ایمان کا اظہار اور عملی اطاعت کی تصدیق یہ سب امور حیاۃ الانبیاء کے لئے دلیل ہیں۔

۱۰...... اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز میں سب انبیاء علیہم السلام پر سلام کہنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اجمالی طور پر تو یہ ارشاد فرمایا: ''وسلٰم علی المرسلین (الصافات: ۱۸۱)'' اور سلام ہو سب رسولوں پر۔

مگر تفصیلی طور پر اسی سورت میں چند انبیاء علیہم السلام کے نام لے کر ارشاد فرمایا: ''وترکنا علیه فی الآخرین۔ سلٰم علی نوح فی العٰلمین (الصافات: ۷۸، ۷۹)'' اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ نوح پر سلام ہو سب جہانوں میں۔

''وترکنا علیہ فی الاخرین۔سلٰم علٰی ابراھیم (الصافات:۱۰۸تا۱۰۹)'' اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کے لئے یہ بات رہنے دی کہ سلام ہو ابراہیم پر۔

''وترکنا علیہ فی الاٰخرین۔سلٰم علٰی موسی وھرون (الصافات:۱۱۹، ۱۲۰)'' اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان دونوں کے لئے یہ بات رہنے دی کہ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔

''وترکنا علیہ فی الاٰخرین۔سلٰم علٰی الیاسین (الصافات:۱۲۹، ۱۳۰)'' اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کے لئے یہ بات لکھ دی ہے کہ سلام ہو ال یاسین پر۔

انبیاء علیہم السلام پر سلام کہنے کے حکم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کو برزخی حیات حاصل ہے اور سلام ان کو پہنچایا جاتا ہے۔

اور سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا:''یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (الاحزاب:۵۶)'' اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے امت کو یہ حکم دوامی دیا ہے۔اس لئے سید الانبیاء ﷺ نے درود شریف کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:''تمہارا درود وسلام مجھے پہنچتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔'' جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

قرآنی صداقت واقعات کی روشنی میں

اگرچہ سعادت مند انسان اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ کے ارشادات پر بلا کسی چون وچرا کے ایمان لے آتا ہے مگر بعض کور باطن حرمان نصیب چون وچرا کرتے رہتے ہیں۔شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے طور پر کبھی کبھی ایسے واقعات کا ظہور فرمادیتے ہیں جن سے ان ارشادات کی تائید اور تصدیق ہو جاتی ہے۔جیسا کہ فرمایا:''سنریھم اٰیتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق، اولم یکف بربک انہ علٰی کل شئی شھید (حم السجدۃ:۵۳)'' اب ہم دکھلائیں گے اپنی قدرت کے نمونے دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں یہاں تک کہ کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے کیا تیرا رب کافی نہیں؟ بے شک وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے۔

چنانچہ حیات بعد الموت کو سمجھانے کے لئے چند واقعات کا ذکر تو قرآن عزیز میں ہے اور تاریخی طور پر بھی ایسے واقعات کا ظہور ہوا ہے جیسا کہ مشہور محقق اہل علم امام ابوعبید ثقفی م ۲۲۴ ھ نے اپنی مستند کتاب ''کتاب الاموال'' میں مندرجہ ذیل واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ:

۱...... جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سوس فتح ہوا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری وہاں کے عامل مقرر ہوئے تو انہوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت دانیال علیہ السلام کا جسد مبارک پتھر کے ایک ٹب میں رکھا ہوا ہے اور اس کے پاس کافی مال و دولت موجود ہے جس کے پاس ایک تحریر موجود ہے کہ جس کسی کو مال کی ضرورت ہو، اس سے لے جائے اور پھر ضرورت پوری ہونے پر مال یہاں لا کر جمع کردے، ورنہ وہ کوڑھی ہو جائے گا۔وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ اس پر عمل کیا جاتا ہے۔چنانچہ آپ نے یہ حالت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ نبی علیہ السلام کا جنازہ پڑھ کر دفن کردیں اور سارا مال بیت المال میں جمع کردیں۔ (ص ۳۴۳)

ف: حضرت دانیال علیہ السلام حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً سات سو سال پہلے گزرے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت حضرت دانیال علیہ السلام سے تقریباً چودہ سو برس بعد کا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت دانیال علیہ السلام کے بدن مبارک کو خداوند قدوس نے چودہ سو سال تک سلامت رکھا۔ تاکہ لوگ آنکھوں سے دیکھ لیں کہ نبی کی موت فناء کامل نہیں ہوتی بلکہ اس کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ مشہور مورخ اسلام علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی مستند کتاب العبر فی خبر من غبر میں فرمایا ہے کہ: "۵۱۳ھ میں بیت المقدس میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی قبور اچانک ظاہر ہو گئیں۔ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ سب حضرات کے پاکیزہ جسم بالکل صحیح وسالم تھے۔" (ج ۴ ص ۲۹)

تنبیہ: جو لوگ حیات الانبیاء علیہم السلام کے منکر ہیں وہ یہ کہنے سے بھی باک نہیں کرتے ہیں: "حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے ہمراہ رات کو مصر سے نکلے تو راستہ بھول گئے جب تشویش ہوئی تو علماء بنی اسرائیل نے فرمایا یوسف علیہ السلام نے ہم سے پختہ وعدہ لیا تھا کہ جب وہ مصر سے جائیں تو میری ہڈیاں ہمراہ لے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ہڈیاں نکالیں اور اپنے ہمراہ لے گئے۔" (العیاذ باللہ) (الادلۃ القویۃ ص ۸۴)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو فلسطین کے بدکار بادشاہ ہیرودس نے اس طرح شہید کر دیا تھا کہ ان کا سر مبارک ان کے جسد سے علیحدہ کر دیا تھا۔

مشہور محدث حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے زید بن واقد سے بیان کیا ہے کہ جب دمشق میں ایک مسجد بنانے کے لئے کھدائی کی گئی تو محراب کے قریب ایک ستون کے نیچے سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک اسی طرح صحیح وسالم نکلا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ابھی آپ کو شہید کیا گیا ہے۔ (النبوۃ والانبیاء ص ۳۳۶ از محمد علی صابونی استاذ کلیہ شرعیہ مکہ مکرمہ)

حضرت یونس علیہ السلام کے بارہ میں (الصافات: ۱۴۴) میں فرمایا کہ اگر یونس علیہ السلام تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک (زندہ) رہتے۔ (روح المعانی)

مچھلی یعنی ان کی قبر بھی سلامت رہتی اور وہ بھی زندہ رہتے۔ نبی علیہ السلام کی حیات اور قبر کی بقاء کی کس قدر واضح دلیل ہے۔

چند احادیث درباره حیات الانبیاء علیہم السلام

حیات الانبیاء علیہم السلام کے متعلق احادیث اس قدر زیادہ روایت کی گئی ہیں کہ ان کو تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ معتبر کتب احادیث سے چند احادیث ترجمہ اور مختصر تشریح کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔

۱...... "اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِی قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ" انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔

محدث کبیر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا: "حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے اور صحیح ہے۔" (فیض الباری ج ۲ ص ۱۱۷)

۲...... "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ مَرَّ عَلٰی مُوْسٰی علیہ السلام وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ" جناب رسول کریم کا شب معراج موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر گزر ہوا اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

۳...... ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَتَیْتُ عَلٰی مُوْسٰی علیہ السلام لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ یُصَلِّی فِیْ قَبْرِہٖ'' سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنی قبر میں (جو کہ لال رنگ کے ٹیلے کے پاس ہے) کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

اس حدیث میں پوری تفصیل سے آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور کھڑا ہونا تو بدن کا خاصہ ہے روح کے لئے کھڑا ہونا یا بیٹھنا نہیں ہو سکتا۔

۴...... ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَدْ رَأَیْتُنِیْ فِیْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاِذَا مُوْسٰی قَائِمٌ یُصَلِّیْ فَاِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ کَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَاِذَا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ یُصَلِّیْ اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شِبْهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ الثَّقَفِیُّ وَاِذَا اِبْرَاهِیْمُ قَائِمٌ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُکُمْ یَعْنِیْ نَفْسَهٗ'' جناب رسول کریم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت میں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور اچانک میں نے دیکھا کہ مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام بھی نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ شکل و شباہت میں عروہ بن مسعود ثقفی صحابی کے مشابہ ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا کہ وہ بھی کھڑے ہیں اور میرے مشابہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں فرمایا گیا ہے: ''اَمَّا الْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اَحْیَاءٌ بِالْحَیٰوةِ الْحَقِیْقِیَّةِ بِدَلِیْلِ صَلٰوةِ مُوْسٰی علیہ السلام فِیْ قَبْرِہٖ وَصَلٰوةِ النَّبِیِّ بِهِمْ فِیْ لَیْلَةِ الْاَسْرٰی وَلِقَائِهٖ بِهِمْ وَ نَصَّ عَلٰی حَیٰوتِهِمْ اِبْنُ عَطِیَّةَ وَالْقَضَاعِیُّ'' انبیاء علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں جس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اور خود سید دو عالم کا انبیاء علیہم السلام کو شب معراج نماز پڑھانا اور ان کے ساتھ ملاقات فرمانا ہے۔ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ اور قضاعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر تصریح فرمائی ہے۔ (اکمال شرح مسلم ج ۶ ص ۱۶۸)

ف: شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ: ''اور جناب رسول اللہ نے حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ وغیرہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شکل و صورت و لباس وغیرہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ذکر فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان اکابر کی شکل اور صورت کو مخاطبین کے دماغ میں تمثل اور جگہ دینا مقصود ہے۔'' (مکاتیب شیخ الاسلام ج ۴ ص ۲۲۱)

۵...... صحیح حدیث میں ہے کہ سید دو عالم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی کہ آپ نے فرمایا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) اور یونس (علیہ السلام) کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ''لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ'' کہہ رہے ہیں۔ یہ حدیث مسلم شریف میں موجود ہے۔ محدث کبیر حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (عقیدۃ الاسلام ص ۲۱)

۶...... ''اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ'' اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھا سکے۔

اس کی وجہ مہاجر مدنی مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ شارح ابی داؤد نے یہ فرمائی ہے:

''اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔'' (بذل المجہود ج ۳ ص ۱۶۰)

ف: شارح بیضاوی و شارح الشفاء علامہ خفاجی مصری نے فرمایا ہے کہ: ''متعدد روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جاگتے ہوئے آسمان پر اور زمین پر کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔'' (نسیم الریاض ج ۲ ص ۱۴۹)

۷...... "وَفِی الصَّحِیْحِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلّٰی بِالْمُرْسَلِیْنَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ رَکْعَتَیْنِ وَاَنَّہٗ سَلَّمَ عَلٰی ھَارُوْنَ علیہ السلام فَدَعَا لَہٗ بِالرَّحْمَۃِ وَ لِاُمَّتِہٖ وَاَنَّہٗ سَلَّمَ عَلٰی اِدْرِیْسَ علیہ السلام فَدَعَا لَہٗ بِالرَّحْمَۃِ وَالْاُمَّتِہٖ" صحیح حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ نے شب اسراء (بیت المقدس میں) سب انبیاء علیہم السلام کو دو رکعت نماز پڑھائی اور حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کو سلام دیا۔ انہوں نے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے رحمت کی دعا کی۔

(الدرۃ الفاخرہ از امام سیوطی رحمہ اللہ ص ۱٦)

۸...... "فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ" پس یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا ہر نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (حقیقی اور معنوی)

(مرقاۃ ج ۳ ص ۲۴۱)

ف: جب کہ ہر مسلمان کی قبر پر حاضری کے وقت سلام کہا جاتا ہے تو حسب ارشاد صادق اعظم سلام کہنے والے کو جواب دیا جاتا ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی سلام کا جواب فرماتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث گزر چکی ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی سلام کا جواب فرماتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمدیہ کو سلام بھیجنا ثابت ہے کہ: "سید الانبیاء نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوا میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا: اے محمد اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہہ دیں اور ان کو خبر کر دیں کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور اس کا پانی بھی میٹھا ہے مگر ابھی تک اس میں کچھ نہیں بویا گیا اور اس کا بیج بوتا یہ کلمات ہیں: "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

چونکہ مسلمان بفضلہٖ تعالیٰ نماز میں اور نماز سے خارج بھی جو درود شریف پڑھتے ہیں، اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ شاید اسی لئے حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے امت محمدیہ کو سلام بھیجا ہے۔ کَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ!

حج الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

جب بیت اللہ کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے بامر خداوند تعالیٰ فرمائی تو اس کا طواف بھی فرمایا۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بھی طوفان سے پہلے بیت اللہ کا حج فرمایا تھا۔ البتہ حضرت صالح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام اپنی حیات مبارکہ میں حج نہ کر سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ شریف کو الہام ربانی کی روشنی میں تعمیر فرمایا تو خود بھی اس کا حج فرمایا اور آپ کے بعد بھی ہر نبی علیہ السلام نے حج فرمایا۔ بعض ثقہ مورخوں اور محدثوں نے فرمایا ہے کہ: "مقام ابراہیم، رکن یمانی اور زمزم کے درمیان ۷۷ رانبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں جو حج کے لئے تشریف لائے اور یہیں وفات پا گئے اور بعض وہ انبیاء علیہم السلام بھی یہاں آرام فرما ہیں، جو اپنی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں تشریف لے آئے اور یہیں عالم آخرت کو سدھارے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام حج کے وقت طواف کرتے ہوئے یہ فرما رہے تھے: "لَبَّیْکَ کَاشِفَ الْکُرَبِ" اے پریشانی کو دور کرنے والے میں حاضر ہوں۔ (در منثور)

حطیم کعبہ میں میزاب رحمت کے نیچے سیدنا اسماعیل علیہ السلام آرام فرما ہیں۔ آپ کے مزار اقدس کا نشان سر سبز چٹان ہے جو وہاں موجود ہے۔ (زادھا اللہ شرفا و اجلالا)

ف: اب وہ چٹان وہاں سے نکال دی گئی ہے۔ (۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹٦ء)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا الروحاء کے علاقہ سے ستر انبیاء علیہم السلام پیدل بیت اللہ کے حج کے ارادہ پر تشریف لے گئے، جنہوں نے عباء پہنے ہوئے تھے اور ان کا گزر صخرہ سے ہوا۔ (التعرف ص ۲۲)

دار العلوم دیو بند کے پہلے بانی حضرت حاجی سید محمد عابد رحمہ اللہ نے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے فرمایا۔ ایک بات کہتا ہوں میری زندگی میں کسی سے ظاہر نہ کرنا فرمایا کہ: ''میں نے حرم شریف میں حالت بیداری میں بعض انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی ہے۔'' (مشائخ دیو بند ص ۱۸۹)

ف: سید محمد عابد صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء کو ہوا۔ آپ نے اپنی زندگی میں لوگوں سے یہ بابرکت مشاہدہ بیان کرنے سے اس لئے روکا ہوگا کہ لوگ تنگ کریں گے اور اس سے کچھ خود نمائی کا خطرہ بھی تھا۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ جھک کے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

حیات رحمت کائنات

جب عام انسانوں کو موت کے بعد ایک گونہ حیات حاصل ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ راحت اور عذاب کو محسوس کرتے ہیں۔ پھر ان میں وہ سعادت مند بھی ہیں جن کا بدن بظاہر پرزے پرزے کر دیا جاتا ہے، مگر قرآن حکیم نے ان کو مردہ کہنے اور مردہ سمجھنے سے منع فرماتے ہوئے ان کو زندہ کہنے اور زندہ سمجھنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ سعادت مند وہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا پر گزار دی اور قربان کر دی تو جن مجتبیٰ اور مصطفیٰ بندوں کی تعلیمات سے سرشار ہو کر ان کو یہ حیات حاصل ہوئی ہے، ان کی حیات میں کیسے کلام کیا جا سکتا ہے۔ میری مراد ان برگزیدہ انسانوں سے اللہ تعالیٰ کے رسول اور انبیاء علیہم السلام ہیں جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا ہے۔ جب مبشرین کو یہ سعادت حاصل ہے تو وہ ذات عالی صفات جن کی تشریف آوری کا اعلان کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا گیا ہے، ان کے درجات اور حیات کے بارہ میں کیا لب کشائی کی جا سکتی ہے۔ سید دو عالم ﷺ اس جہاں میں بھی ان ممتاز اوصاف اور کمالات سے مشرف تھے جو کسی کو حاصل نہیں ہوئے اور اس عقیدہ کو بادلائل بیان کرنے کے لئے علماء اسلام نے دو مخصوص عنوان اختیار کر کے ان پر کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، ان میں سے ایک کا عنوان تو دلائل النبوۃ ہے اور دوسرے کا خصائص النبوۃ جیسا کہ:

''دلائل النبوۃ از عبداللہ بن مسلم معروف ابن قتیبہ'' (م ۲۷۶ھ)

''دلائل النبوۃ از امام ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحٰق'' (م ۲۸۵ھ)

''دلائل النبوۃ از جعفر بن محمد المعروف بالمستغفری'' (م ۲۸۵ھ)

''دلائل النبوۃ از اسماعیل بن محمد اصبہانی ملقب بہ قوام السنۃ'' (م ۳۵۰ھ)

''دلائل النبوۃ از امام ابو نعیم اصبہانی'' (م ۴۳۰ھ)

''دلائل النبوۃ از امام کبیر محدث بیہقی'' (م ۴۵۸ھ)

''دلائل النبوۃ از ابو بکر محمد بن الحسن المقری الموصلی'' (م ۵۸۱ھ)

اسی طرح خصائص النبوۃ کے موضوع پر بھی علمائے کرام نے لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ جیسا کہ:
سراج الدین بن عمر بن علی شافعی (م ۸۰۳ھ) اور عبدالرحمن بن عمر البلقینی (م ۸۲۴ھ) اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) نے ایک جامع کتاب بہ نام کتاب الانوار بخصائص المختار تحریر فرمائی۔
ان کے علاوہ قطب خیری اور یوسف بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پاکیزہ ایمان افروز موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ دسویں صدی ہجری کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عنوان سے ایک مبسوط کتاب خصائص کبریٰ کے نام سے مدون کی ہے جو تین جوں میں مطبوعہ اور دستیاب ہے، اس کتاب کو جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سال کی محنت کے بعد مرتب فرمایا اور اس میں حضور انور کی ایک ہزار خصوصیات کو ذکر فرمایا ہے۔ پھر اس کا اختصار بہ نام خصائص صغریٰ بھی مرتب فرمائی۔
اسی طرح یحییٰ بن یوسف حنبلی (م ۶۵۰ھ) نے سید دو عالم کے فضائل میں ایک جامع کتاب لکھی ہے جو صرف سید دو عالم کے اوصاف اور فضائل پر مشتمل ہے اور وہ بیس جلدوں میں ہے۔
علی بن امیر مصری م ۷۳۹ھ نے اپنے ترکہ میں ۵۷ ایسی کتابوں کو چھوڑا جو سب کی سب مدح رسالت مآب پر مشتمل ہیں۔　　　(دُرر کامنہ ج ۳ ص ۲۵)
حافظ ابو سعید عبدالملک نیشا پوری (م ۴۰۶ھ) کی ایک کتاب ''شرف المصطفیٰ'' ہے سب سے زیادہ مقبول اور جامع کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ'' ہے جو کہ قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی الاندلسی المالکی (م ۵۴۴ھ) کی مرتبہ ہے۔ یہ کتاب بہت زیادہ مقبول اور منظور دربار سید دو عالم ہے۔ جیسا کہ: ''امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے برادرزادہ نے ایک روز اپنے چچا کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر اس پر دہشت اور رعب طاری ہو گیا تو قاضی عیاض نے اس سے فرمایا۔ بچے میری ''شفاء'' کو مضبوط پکڑے رہو اور اس کو اپنے لئے حجت بناؤ۔ گویا آپ نے اس کلام سے ادھر اشارہ فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اس کتاب کی برکت سے ملا ہے۔''　　　(ترجمہ بستان المحدثین ص ۳۲۳ از مولانا عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ استاذ دارالعلوم دیوبند)
ف: اس کتاب ''الشفاء'' کو اللہ تعالیٰ نے بہت شرف اور برکت سے نوازا ہے۔ اسلامی افواج میں ایک فوج کا نام ''شافیہ'' تھا جو ''شفاء'' کتاب پر ہاتھ رکھ کر حلف وفاداری اٹھایا کرتی تھی۔ اس کے نام سے کئی اسلامی مدارس بھی جاری کئے گئے۔ یہ کتاب جس کشتی میں ہو وہ ڈوبنے سے بچ جاتی ہے اور وہ مکان جس میں یہ کتاب ہو وہ جلنے سے بچ جاتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ۔　　　(نسیم الریاض)
اس کتاب کی عربی فارسی ترکی میں کئی شروح لکھی گئی ہیں۔ عربی زبان میں چند شروح کے نام درج ذیل ہیں:

۱...... محمد بن ابی شریف تلمسانی ساہ المنہل الاصفیٰ (م ۹۱۷ھ)
۲...... محمد بن محمد الایجی الشافعی (م ۸۶۲ھ)
۳...... علی بن محمد اقبرس الشافعی (م ۸۶۲ھ)
۴...... عمر العرضی فی اربع مجلدات وابوذر احمد بن ابراہیم حلبی (م ۹۸۴ھ)
۵...... شیخ تقی الدین احمد بن محمد الشمنی (م ۸۷۲ھ)

۶ ...... برہان الدین بن محمد حلبی (م ۷۹۷ھ)

۷ ...... شہاب الدین احمد بن حسین رملی شافعی ۸۱۰ھ (م ۸۴۴ھ)

۸ ...... اسماعیل بن ابراہیم کنانی (م ۸۶۱ھ)

۹ ...... کمال الدین بن ابی القدسی (م ۶۵۱ھ)

۱۰ ...... احمد بن محمد بن مرزوق التلمسانی المالکی (م ۷۸۱ھ)

۱۱ ...... قطب الدین محمد بن محمد بن الخفیری (م ۸۹۴ھ)

۱۲ ...... شہاب الدین احمد خفاجی (م ۱۰۶۹ھ)

۱۳ ...... ترکی زبان میں اس کا ترجمہ شیخ الاسلام المولی اسحٰق بن شیخ الاسلام اسماعیل آفندی (م ۱۱۴۷ھ) نے کیا اور اس کتاب کا اختصار محمد بن احمد شافعی (م ۷۶۳ھ) نے عربی زبان میں فرمایا ہے۔ اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

اسی طرح ری کے سابق قاضی القضاۃ عبد الجبار بن احمد شافعی ہمدانی (م ۴۱۵ھ) نے ایک کتاب بہ نام ''تثبیت دلائل النبوۃ'' لکھی جو نہایت ہی جامع کتاب ہے۔ یہ کتاب بیروت کے دارالعربیہ سے ۱۹۶۶ء کو دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ فارسی زبان میں حضرت مولانا عبد الحق محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''دلائل النبوۃ'' بھی جامع کتاب ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے ''لامیۃ المعجزات'' عربی نظم میں لکھی، جس کی اردو جامع شرح دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ اعلیٰ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔

سید دو عالمﷺ کی بشری خصوصیات

قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ سید دو عالمﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں مگر آپ کو جو بشری خصوصیات حاصل ہیں وہ اور کسی کو حاصل نہ تھیں۔ جیسا کہ قرآن عزیز کی بعض قرآتوں میں سورہ توبہ کی آیت: ۱۲۷ میں ''اَنْفُسِکُمْ'' کے ساتھ ''اَنْفَسِکُمْ'' بھی تلاوت کیا گیا ہے جو کہ نفاست سے مشتق ہے۔ یعنی تم سب میں سے زیادہ نفیس ذات سید دو عالمﷺ کی ہے۔ محدث کبیر مفسر قرآن حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ والضحیٰ میں فرمایا ہے: ''خصوصیاتے کہ آنحضرت را در بدن مبارکش دادہ بودند آں بود کہ آنحضرت از پس پشت خود میدیدند و در شب و در تاریکی چناں میدیدند کہ بروز در روشنی۔ و ہیچ کس اثر فضلہ ایشاں را بر روے زمین نہ دیدہ زمین ے شگافت و فرو می برد واز مکان بوئے مشک ے شمیدند۔ و در وقت تولد ایشاں نورے منتشے شد کہ بہ سبب آں شہرہائے شام مادر ایشاں رانمودار شدند۔''

(ترجمہ) ''وہ خصوصیات جو کہ آنحضرت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بدن مبارک میں عنایت ہوئی تھیں، ان میں سے بعض یہ ہیں۔ اپنے پیچھے کی چیزوں کو بھی اسی طرح دیکھ لیا کرتے تھے جیسا کہ سامنے والی چیزوں کو مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھ لیا کرتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں۔ کسی آدمی نے جنابﷺ کے پیشاب و فضلہ کو زمین پر نہیں دیکھا۔ جہاں جنابﷺ قضائے حاجت فرمایا کرتے تھے، زمین پھٹ کر وہ نیچے چلا جاتا اور وہاں سے کستوری کی خوشبو آ جاتی۔ آپ کے ظہور اقدس کے وقت ایسا نور ظاہر ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے اس کی روشنی میں شام کے شہر دیکھ لئے۔''

چند بشری خصوصیات

قوت سامعہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ ایک دفعہ اپنے مہبط انوار وحی سے باہر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ یہود کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ (بخاری کتاب الجنائز)

آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم بھی سن رہے ہو تو انہوں نے عرض کیا نہیں۔ اے میرے آقا میں تو نہیں سن رہا، اس پر آپ نے فرمایا تم نہیں سن سکتے جوان پر عذاب ہو رہا ہے۔ (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۳۰۹)

قوۃ شامہ: ایک مرتبہ سید دو عالم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ سخت بدبو پھیلی۔ اس پر سید دو عالم ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو دوسروں کی غیبت کرتے ہیں۔ (مسند امام احمد)

ف: سید دو عالم ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ جب مسلمان جھوٹ بولتا ہے تو اس سے اس قدر سخت بدبو پھیلتی ہے کہ فرشتے ایک میل دور بھاگ جاتے ہیں۔ (مشکوۃ شریف)

ذائقہ نبوی ﷺ: ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شرکت کے لئے نکلے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ قبر کے اوپر سے گورکن کو یہ ہدایت فرماتے جاتے تھے، دیکھنا ذرا پائنتی کی جانب سے اور کشادہ کرنا ذرا سرہانے کی جانب سے کشادہ کرنا۔ جب اس کو دفن کر کے واپس ہوئے تو سامنے سے اس کی بیوہ کی جانب سے آپ کو بلانے کے لئے ایک شخص آیا۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ ہو لئے۔ اس وقت ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ حسب دستور پہلے آپ ﷺ نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہاتھ بڑھائے اور کھانا شروع کیا۔ ہم نے دیکھا تو آنحضرت ﷺ لقمہ چبا رہے تھے مگر نگلتے نہیں۔ اس کے بعد فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گوشت کسی ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کی گئی ہے۔ میت کی بیوی نے جواباً کہلا بھیجا، یا رسول اللہ! واقعہ تو یہ ہے کہ میں نے بقیع کے بازار میں جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں، ایک آدمی بھیجا تھا تا کہ وہ ہمارے لئے ایک بکری خرید لائے۔ جب وہاں بکری نہ ملی تو میں نے اپنے پڑوسی کے پاس آدمی بھیجا۔ اس نے ایک بکری خریدی تھی کہ جس قیمت میں اس نے وہ خریدی تھی اسی قیمت میں وہ مجھے بیچ دے۔ اتفاقاً وہ نہ ملا۔ پھر میں نے اس کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا اس نے یہ بکری مجھ کو بھیج دی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تو اب یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ (ابی داؤد)

ف: خاوند کی بلا اجازت بیچی تھی۔

آنحضرت ﷺ کی آواز کا ایک کرشمہ

''عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ جَلَسَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ لِلنَّاسِ اِجْلِسُوْا فَسَمِعَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ وَهُوَ فِیْ غَنَمٍ فَجَلَسَ فِیْ مَکَانِهِ'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ جمعہ کے دن جب خطبہ کے لئے بیٹھے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آپ کی یہ آواز حضرت عبداللہ بن رواحہ کے کان میں پہنچ گئی۔ اس وقت وہ بکریوں میں تھے۔ آپ کی آواز کا سننا تھا کہ وہ فوراً وہیں بیٹھ گئے۔''

(رواہ البیھقی و ابو نعیم کما فی الخصائص)

''عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاذِ نِ التَّیْمِیِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ بِمِنیً فَفَتَحَ اَسْمَاعَنَا وَفِیْ لَفْظٍ فَفَتَحَ اللّٰہُ اَسْمَاعَنَا حَتّٰی اِنْ کُنَّا نَسْمَعُ مَا یَقُوْلُ وَنَحْنُ فِیْ مَنَازِلِنَا'' عبدالرحمن بن معاذ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے منیٰ میں ایک خطبہ دیا تو اس کو سننے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے کان اس طرح کھول دیئے تھے کہ ہم تمام حجاج جہاں جہاں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کی آواز سب وہیں سن رہے تھے۔'' (رواہ ابن سعد کمافی الخصائص)

نبی ﷺ کا وزن: انبیاء ﷩ کا جسد اطہر بظاہر گوشت پوست کا ہوا کرتا ہے مگر اس میں وحی کی عظمت کا وزن اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ کائنات اس کو اٹھانے سے قاصر ہوتی ہے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ ایک دفعہ سید دوعالم احد پہاڑ پر تشریف لے گئے تو وہ لرز اٹھا۔ ظاہر ہے کہ جب قرآن مجید کے متعلق قرآن کریم ہی کا ارشاد ہے کہ اگر اس کو ہم پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ پہاڑ بھی خشیت الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ (الحشر:۲۱) تو جس ذات عالی پر وہ قرآن نازل ہوا اس کا وزن بہت ہی زیادہ ہوگا۔ وحی کا وزن ہونا روایت صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ اس صحابی پر بھی وحی کا وزن اثر انداز ہوا جس نے رسول اکرم کی اونٹنی کی زمام پکڑی ہوئی تھی، وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم ﷤ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی آج بھی موجود ہے، جس میں ابراہیم ﷤ کے قدموں کے نشان موجود ہیں۔ جناب رسول اکرم نے فرمایا کہ وحی نازل ہونے کے بعد میرا وزن ایک ہزار انسانوں سے زیادہ ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ از علامہ اصفہانی ص ۱۷۱ تا ۱۷۶)

اس تمام مضمون کا خلاصہ

محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ﷫ نے فرمایا ہے کہ: ''انبیاء ﷩ وتیرہ (طریقہ) اہل جنت پر ہوتے ہیں، اس دنیاوی زندگی میں بھی اسی باب (اسی سلسلہ) سے زمین کا براز نبی کریم کو نگل جانا یا آپ کی قوت جماع اہل جنت جیسی ہونا یا اجساد انبیاء ﷩ کا زمین پر حرام ہونا کہ وہ ان کو فنا نہیں کر سکتی۔'' (انوار الباری ج ۸ ص ۵۷)

استاد محترم حضرت مولانا سید محمد بدر عالم خلد آشیاں جنت البقیع مدینہ منورہ نے اور حضرت شاہ صاحب ﷫ کے تلمیذ رشید مرتب ''انوار الباری'' حضرت مولانا احمد رضا نے ایسے دس خواص کا ذکر فرمایا ہے جو اہل جنت کی ہیں وہ انبیاء کرام کو عموماً اور خصوصاً سید الانبیاء کو اس ناسوتی حیات میں بھی حاصل تھیں۔ یعنی:

(۱) قبر یا عالم برزخ میں اجسام کا پوری طرح سلامت اور محفوظ رہنا۔ (۲) حیات و عبادت۔ (۳) طہارت فضلات۔ (۴) ہر حالت میں مسجد میں ٹھہر سکنا۔ (۵) کثرت ازواج۔ (۶) عصمت من الذنوب (گناہوں سے معصوم رہنا) (۷) قوت جماع مثل اہل جنت کے۔ (۸) پسینہ کا خوشبودار، ہونا۔ (۹) زمین کا فضلات کو نگل جانا۔ (۱۰) آپ کی درمیانی انگلی کا انگشت شہادت سے چھوٹا ہونا۔ جب کہ عام انسانوں کی انگشت شہادت چھوٹی اور وسطیٰ (درمیانی انگلی) بڑی ہے۔

ف: کئی دفعہ حضور انور ﷺ نے مخاطبین کو ایک بات سمجھانے کے لئے یوں کیا جیسا کہ فرمایا میں اور یتائی کی تربیت کے لئے اپنی جوانی کو گالنے والی بیوہ جنت میں اس طرح ہوں گے حضور انور ﷺ نے دونوں انگلیوں کو ملا کر بتایا تو چونکہ انگشت شہادت سے مراد سید دوعالم ہیں، اس لئے معجزہ کے طور پر آپ کی اس انگلی کو بڑا بنایا تا کہ آپ کی شان یہاں بھی رفیع رہے۔ (تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۱۴)

سید دو عالم ﷺ کا سامنے والی اور پیچھے والی چیزوں کا دیکھنا

یہ بھی آپ کا خاصہ جسمانی تھا کہ سید دو عالم ﷺ کی نظر سامنے اور پس پشت دونوں طرف موجود اشیاء کو یکساں طور پر دیکھ لیا کرتی تھی۔ آپ کا اپنا ارشاد عالی ہے: ''عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ یَقُوْلُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرَاکُمْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سید دو عالم فرمایا کرتے تھے مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اپنی پس پشت بھی اسی طرح دیکھ لیتا ہوں جس طرح اپنے سامنے والی چیزوں کو دیکھ لیتا ہوں۔''

ف ۱: یہ روایت بالفاظ مختلفہ بخاری، مسلم، ابوداؤد میں موجود ہے۔

ف ۲: انس رضی اللہ عنہ بن مالک جو کہ سید دو عالم ﷺ کے وہ خوش بخت خادم ہیں جنہوں نے دس سال سید دو عالم ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن جب نماز با جماعت کے لئے اقامت کہی گئی تو سید دو عالم ﷺ نے اپنے چہرہ انور کو ہماری طرف فرما کر ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور مل جل کر کھڑے ہو جاؤ (یہ میں تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ) میں تم کو اپنی پیٹھ سے پیچھے بھی دیکھ رہا ہوں''۔ یہ روایت تو صرف بخاری میں ہے اور ایک دوسری روایت میں جو کہ بخاری اور مسلم دونوں میں ہے، اس میں یہ ارشاد ہے کہ اپنی صفوں میں خلا پورا کرو۔ کیونکہ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھ رہا ہوں۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے فرمایا ہے کہ: ''وَاَنَّ الْمُخْتَارَ حَمْلُہٗ عَلَی الْحَقِیْقَۃِ خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْمُرَادَ بِھَا خَلْقُ عِلْمٍ ضَرُوْرِیٍّ لَّہٗ بِذٰلِکَ وَنَحْوُ ذٰلِکَ وَقَالَ الزَّیْنُ بْنُ الْمُنِیْرِ لَا حَاجَۃَ اِلٰی تَاوِیْلِھَا لِاَنَّہٗ فِیْ مَعْنٰی تَعْطِیْلٍ لَفْظِ الشَّارِعِ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَۃٍ وَقَالَ الْقُرْطُبِیُّ بَلْ حَمْلُھَا عَلٰی ظَاھِرِھَا اَوْلٰی لِاَنَّ فِیْہِ زِیَادَۃُ کَرَامَۃِ النَّبِیِّ'' قول مختار یہی ہے کہ اس سے حقیقی معنی مراد لیا جائے۔ یعنی جس طرح عام انسان صرف اپنے سامنے والی اشیاء کو دیکھ سکتے ہیں، اسی طرح سید دو عالم ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ پس پشت بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس سے اختلاف کر کے اس ارشاد کا یہ معنی اپنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی وقت اس بات کا علم دے دیا ہے۔ مگر محدث زین ابن المنیر نے کہا ہے کہ اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس سے شارع علیہ السلام کے ارشاد حقیقی کو بلا وجہ معطل کرنا ہوگا۔ محدث اور مفسر امام قرطبی نے فرمایا ہے کہ: ''اس ارشاد نبوی کا ظاہری معنی مراد لینا ہی بہتر ہے کہ اس میں سید دو عالم ﷺ کی عظمت اور کرامت زیادہ پائی جاتی ہے۔'' (فتح الباری ج ۲ ص ۱۷۳)

شارح حدیث مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ نے ارشاد فرمایا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا پس پشت سے دیکھنا

''ہم نے احادیث صحیحہ میں آنحضرت کا یہ ارشاد پڑھا تھا: ''اِنِّیْ وَاللّٰہِ اَبْصُرُ مِنْ وَّرَائِیْ کَمَا اَبْصُرُ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ'' اللہ کی قسم میں اپنے سے پیچھے کی چیزیں بھی اسی طرح دیکھ لیتا ہوں جس طرح اپنے سامنے والی۔

یعنی میرا دیکھنا مواجہہ پر موقوف نہیں بلکہ پیٹھ پیچھے کی چیزیں بھی مجھے ایسی ہی نظر آتی ہیں، جیسا کہ سامنے کی

بہت سے متفلسفین اسے قانون فطرت کے خلاف سمجھ کر در پے تاویل ہو گئے تھے لیکن حافظ ابن حجر وغیرہ محققین نے حدیث کو ظاہر پر محمل کر کے اس کو آنحضرت کے خصائص اور خوارق عادات میں شمار کیا ہے۔ (تجلیات عثمانی ص ۴۴۸)

احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ اور بھی کئی بدنی خصوصیات سید الانبیاء کی تھیں۔ جیسا کہ:

۱...... ماء مستعمل کا پاکیزہ رہنا: جب کہ ہر مسلمان کے وضو اور غسل کا پانی باختلاف ائمہ غیر طاہر یا غیر مطہر ہے مگر سید دو عالم ﷺ کے وضو کے پانی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بدنوں پر حضور انور ﷺ کے سامنے مل لیا کرتے تھے۔

۲...... آپ کے استعمال کردہ پانی میں خوشبو کا بڑھنا: عام انسانوں کا استعمال کردہ پانی کچھ دیر کے بعد طبعی طور پر بھی بدبودار ہو جاتا ہے اور گرمی میں خشک ہو جاتا ہے مگر سید دو عالم ﷺ کے مستعمل پانی کو طہارت کاملہ اور تطہیر فاضلہ حاصل تھی۔ جیسا کہ: ”طلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چند آدمی سید دو عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ کی بیعت کی پھر چند نمازیں بھی حضور انور ﷺ کے ساتھ پڑھیں۔ واپسی پر ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہمارے وطن میں ہمارا ایک گرجا ہے۔ (ہم اس کو توڑ کر مسجد بنانا چاہتے ہیں) ہم نے جناب سے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا تو آپ نے تازہ وضو فرماتے ہوئے کلی کا پانی ایک برتن میں ڈال دیا اور ہم کو فرمایا اب یہاں سے چلے جاؤ۔ جب اپنے وطن پہنچو تو اس گرجے کو توڑ کر اس زمین پر یہ پانی چھڑک دو اور اس کو مسجد میں تبدیل کر لو۔ ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے نبی ہماری بستی دور ہے اور گرمی بھی سخت ہے اور پانی تو خشک ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا جب یہ پانی کم ہوتا دیکھو تو اس میں باہر کا پانی لے کر ڈال دو اس سے اس کی خوشبو اور زیادہ بڑھے گی۔“ (مشکوٰۃ باب المساجد)

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ محدث نسائی نے روایت کی مگر اس روایت کو باسند صحیح ابن حبان رحمہ اللہ نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا جس میں یہ بات زیادہ ہے کہ:

۱...... اس جماعت میں چھ آدمی حاضر خدمت ہوئے تھے۔

۲...... جب حضور انور ﷺ نے ان کو پانی کا برتن عطاء کیا تو اس کو اٹھانے کا شرف حاصل کرنے پر ان چھ آدمیوں نے جھگڑا کیا۔ یعنی ہر ایک نے اس شرف کو حاصل کرنا چاہا۔ سید دو عالم ﷺ نے ان کی اس ایمانی حرص اور اسلامی جذبے کو دیکھ کر یہ فیصلہ فرمایا کہ باری باری ایک دن اور ایک رات ایک ایک آدمی اٹھائے۔ حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ نے اس سے استنباط کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: ”جس چیز کو سید دو عالم ﷺ کے اعضاء مبارکہ کے ساتھ لگ جانے کا شرف حاصل ہوا ہے، اس میں خوشبو اور برکات بڑھتے رہتے ہیں۔“ (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۰۴)

ف: احقر مرتب ”رحمت کائنات“ عرض کرتا ہے کہ آپ کے پسینہ کا خوشبودار ہونا اور سارے بدن کا مطہر رہنا احادیث سے ثابت ہے۔

مشرف بہ رسالت ہونے کا علم

نبوت اور رسالت سے مشرف ہونے والے سعادت مند انسانوں کو اس عالم جسمانی میں آنے سے پہلے بھی اپنی نبوت اور رسالت کا علم منجانب اللہ دیا جاتا ہے۔ یعنی ان کو عالم ارواح ہی میں بتایا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہیں (علیہم السلام) اور یہ بات کسی بھی انسان کو عالم ارواح میں نہیں بتائی جاتی جیسا کہ سورۃ الدہر میں فرمایا: ”لم یکن شیئا مذکورا (الدھر: ۱)“ انسان کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔

مگر انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لانے سے بھی پہلے ادراک، شعور اور سمجھ بوجھ کے ساتھ موصوف ہوا کرتے ہیں۔ جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے جناب رسول کریم پر ایمان لانے کا اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا گیا ہے جس کا ذکر (آل عمران:۸۱) میں ہے۔ اسی طرح سید الانبیاء کو اپنی نبوت کا علم پہلے سے حاصل تھا۔

صحیح حدیث میں ہے: ''عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ'' (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن)

اس حدیث کی تشریح استاذ محترم حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز یوں فرماتے ہیں: ''آنحضرت کے ارشاد سے ہمیں اس بات کا علم ہو گیا کہ کمال نبوت آپ کو اس وقت حاصل ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام انسانی صورت پر استوار بھی نہ ہونے پائے تھے اور اس وقت انبیاء علیہم السلام سے آپ کے لئے ایمانی نصرت کا عہد بھی لیا گیا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی رسالت عامہ اس کو بھی شامل ہے۔ اس لحاظ سے سب سے آخر میں آپ کا ظہور ہوا ہے، اس لئے آپ آخر الانبیاء بھی کہلائے مگر اس معنی سے نہیں کہ آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا ہے ورنہ منصب نبوت کے لحاظ سے آپ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد چالیس برس کی عمر سے پہلے اور اس کے بعد کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔'' (ترجمان السنۃ ج ۱ ص ۳۸۱)

بلکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان یہ لکھا ہوا تھا۔
''مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ'' (ترجمان السنۃ ج ۱ ص ۳۹۲)

اور علامہ مناوی نے فرمایا کہ: ''اِنَّهٗ تَعَالٰی اَخْبَرَهٗ بِمَرْتَبَتِهٖ وَهُوَ رُوْحٌ قَبْلَ اِیْجَادِ الْاَجْسَامِ'' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اس عظیم مرتبہ کی اس وقت بھی خبر دی تھی جب کہ آپ عالم ارواح میں تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ کو عالم اجسام میں آنے سے پہلے بھی اپنی رسالت اور نبوت کا علم عالم ارواح میں تھا۔ جیسا کہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''اگر اس سے مراد یہ لیا جائے کہ آپ کو نبی بنایا جائے گا تو اس سے آپ کی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات تو سب انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ عالم ارواح میں شرف رسالت اور نبوت سے مشرف تھے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فیوض الحرمین میں تو اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: ''میں نے سید دو عالم ﷺ سے اپنی زبان سے یہ پوچھا کہ آپ کے ارشاد کا مطلب کیا ہے کہ: ''کُنْتُ نَبِیًّا وَاٰدَمُ مُنْجَدِلٌ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ'' تو آپ نے اسی مثالی صورت میں ظہور فرمایا جو آپ کی عالم اجسام میں آنے سے پہلے تھی اور پھر آپ نے مجھے وہ سارا منظر دکھایا کہ کس طرح آپ سے پہلے سب انبیاء (علیہم السلام) تشریف لائے اور کس طرح آپ عالم اجسام میں تشریف لائے۔''

اسی طرح آپ کی خوابی چہل حدیث: ''اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ'' میں بھی یہی سوال ہے مگر اس کا طرز سوال روحانی ہے۔ کیونکہ اس وقت سائل خواب میں تھے...... اس خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ سید دو عالم اپنے تمام کمالات کے ساتھ عالم ارواح سے منتقل ہوتے ہوئے عالم اجسام میں تشریف لائے۔ یہ نہیں کہ آپ کو یہ کمالات عالم جسم میں آنے کے بعد عطاء ہوئے بلکہ یہ سب کمالات وہبی اور ازلی ہیں۔ (حاشیہ کوکب دری از شیخ الحدیث زکریا رحمہ اللہ ج ۲ ص ۳۱۱)

مندرجہ ذیل واقعہ سے اس کی مزید وضاحت اور تائید ہو جائے گی۔ اس واقعہ کو صحیح احادیث میں بیان فرمایا ہے: ''وَقَدْ صَحَّ اَنَّ اٰدَمَ لَقِيَهٗ مُوْسٰی علیہ السلام فَقَالَ لَهٗ اَنْتَ الَّذِیْ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ فَلِمَ عَصَيْتَهٗ قَالَ لَهٗ يٰمُوْسٰی اَنْتَ الَّذِیْ اِتَّخَذَكَ اللّٰهُ كَلِيْمًا وَاَنْزَلَ عَلَيْكَ التَّوْرٰةَ اَلَمْ تَرَ فِيْهَا وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ قَالَ لَهٗ مُوْسٰی نَعَمْ فَقَالَ لَهٗ فِیْ كَمْ سَنَةٍ وَجَدْتَ الذَّنْبَ قُدِّرَ عَلَیَّ قَبْلَ فِعْلِهٖ قَالَ لَهٗ كُتِبَ عَلَيْكَ قَبْلَ اَنْ تَفْعَلَهٗ بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ سَنَةٍ قَالَ يَا مُوْسٰی اَفَتَلُوْمُنِیْ عَلٰی ذَنْبٍ قُدِّرَ عَلٰی قَبْلَ اَنْ اَفْعَلَهٗ بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ عَامٍ'' یہ درست ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے تو ان سے کہا کہ آپ وہ بابرکت ذات ہیں کہ آپ کو مولیٰ کریم نے اپنے (دستِ قدرت) سے پیدا کیا اور اپنے روح سے آپ میں پھونکا اور آپ کے لئے ملائکہ کو سجدے کا حکم دیا اور آپ کو اپنی جنت میں ٹھہرایا۔ پھر آپ نے خدا کا حکم کیوں نہ مانا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے موسیٰ خداوند کریم نے آپ کو اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا۔ آپ پر توریت نازل ہوئی آپ نے اس توریت میں یہ نہیں پایا کہ حضرت آدم نے اپنے رب کی بات بھول کر چھوڑ دی حضرت موسیٰ نے کہا ہاں میں نے یوں لکھا ہوا پایا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تو آپ نے کتنا زمانہ اس کو پہلے لکھا ہوا پایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ۵۰ ہزار سال قبل تو آدم علیہ السلام نے فرمایا پھر آپ مجھے کس طرح ملامت کر سکتے ہیں۔ ایسے کام کرنے پر جو ۵۰ ہزار سال پہلے ہی لکھا گیا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہزاروں برس کا وقفہ ہے، پھر ان کا شعور اور ادراک جسم کے علاوہ بھی پایا گیا ہے اور ان کی اس گفتگو کو جناب رسول اکرم نے بیان فرمایا۔

حضور انور ﷺ کا دل بیدار

تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت منجانب اللہ ہے کہ ان کی نیند بھی وحی ہے یعنی جو وہ خواب میں دیکھتے ہیں اس کا وہی حکم لیا جاتا ہے جو بیداری میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہو۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں تو جب اس کا ذکر اپنے اسی بیٹے علیہ السلام سے کیا تو انہوں نے جواب میں یہ عرض کیا کہ: ''یاابت افعل ماتؤمر ستجدنی ان شاءاللہ من الصابرین (الصافات: ۱۰۲)'' اے میرے باپ تو کر لے جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے مجھے تو ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام کی نیند وحی سمجھی گئی۔ خصوصاً سید الانبیاء کا دل ہمیشہ بیدار رہا ہے، اس کی حکمت یہ بھی ہے کہ قرآن عزیز کا نزول آپ کے قلب منور پر ہوا۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے: ''فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ (البقرۃ: ۹۷)'' بے شک اس نے قرآن کریم کو اتارا آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

اس لئے نیند کی حالت میں بھی آپ کو باہر کی باتوں کا ادراک رہتا تھا۔ جیسا کہ آپ کی خدمت میں فرشتوں کی آمد اور ان کی آپس میں بات چیت۔ آپ کی رسالت کی مثال دینے کے بارہ میں جو ہوئی سب آپ کو معلوم رہی۔ صحیح حدیث میں ہے: ''عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جَآءَتْ مَلٰٓئِكَةٌ اِلَی النَّبِیِّ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالُوْا اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَهٗ مَثَلًا قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا مَثَلُهٗ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا وَجَعَلَ فِيْهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَّمْ يُجِبْ

اِلـدَّاعِیَ لَمْ یَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ یَاکُلْ مِنَ الْمَادُبَۃِ فَقَالُوْا اَوِّلُوْھَالَہٗ یَفْقِھُھَا فَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّہٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَۃٌ وَّالْقَلْبَ یَقْظَانٌ فَقَالُوْا اَلدَّارُ اَلْجَنَّۃُ وَالدَّاعِیْ مُحَمَّدٌ فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ'' (رواہ البخاری، مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچی۔ جب کہ آپ سور ہے تھے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ تمہارے اس بزرگ ساتھی کی ایک مثال ہے جسے تم بیان کرو تو بعض فرشتوں نے کہا کہ آپ تو سور ہے ہیں۔ (اس لئے مثال بیان کرنے کا کیا فائدہ) اور دوسرں نے کہا آپ کی صرف آنکھ سو رہی ہے دل تو جاگتا ہے۔ (اس لئے جو کہا جائے گا آپ سمجھ لیں گے) تو انہوں نے کہا کہ آپ کی مثال یہ کہ ایک آدمی نے گھر بنایا اور اس میں کھانا چن دیا اور ایک بلانے والے کو بھیجا (کہ لوگوں کو کھانے کے لئے بلائے) پس جو بلانے والے کی بات مان کر آ جائے گا، گھر میں داخل ہو جائے گا اور کھانا بھی کھالے گا اور جو بلانے والے کی بات نہ مانے گا وہ تو گھر میں داخل ہوگا اور نہ کھانا کھا سکے گا۔ پس ان ہی فرشتوں نے آپس میں کہا اس مثال کی تشریح اور وضاحت کر دو تا کہ یہ عالی ذات سمجھ جائے اس پر بعض فرشتوں نے کہا کہ آپ تو سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا آنکھ سو رہی ہے دل بیدار ہے۔ تب انہوں نے کہا بلانے والے تو محمد (ﷺ) ہیں اور گھر جنت ہے۔ پس جس نے محمد (ﷺ) کی بات قبول کر لی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی بات قبول کر لی اور جس نے محمد (ﷺ) کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد (ﷺ) ہی کافر اور مومن کے درمیان حد امتیاز ہیں۔''

ف: قرآن عزیز میں آپ کو داعی کا لقب بھی دیا گیا۔ فرمایا: ''وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا (لاحزاب: ۴۲)'' اور بلانے والے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے اور ہمیشہ روشن رہنے والے چراغ۔

اور فرمایا: ''من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء: ۸۰)'' اور جس نے حکم مانا رسول کریم کا پس اس نے حکم مانا اللہ تعالیٰ کا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''عَنْ رَبِیْعَۃَ الْجُرَشِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ فَقِیْلَ لَہٗ لِتَنَمْ عَیْنُکَ وَلِتَسْمَعْ اُذُنُکَ وَلِتَعْقِلْ قَلْبُکَ قَالَ فَنَامَتْ عَیْنِیْ وَسَمِعَتْ اُذُنَایَ وَعَقَلَ قَلْبِیْ قَالَ فَقِیْلَ لِیْ سَیِّدٌ بَنٰی دَارًا فَصَنَعَ فِیْھَا مَادُبَۃً وَّاَرْسَلَ دَاعِیًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَکَلَ مِنَ الْمَادُبَۃِ وَرَضِیَ عَنْہُ السَّیِّدُ وَمَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّاعِیَ لَمْ یَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ یَاکُلْ مِنَ الْمَادُبَۃِ وَسَخِطَ عَلَیْہِ السَّیِّدُ فَاللّٰہُ السَّیِّدُ وَمُحَمَّدٌ الدَّاعِیْ وَالدَّارُ اَلْاِسْلَامُ وَالْمَادُبَۃُ الْجَنَّۃُ'' (رواہ الدارمی، مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

''ربیعہ حرشی سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ کی خدمت میں فرشتے آئے۔ پس آپ کے بارہ میں کہا گیا کہ آپ کی آنکھ سو جائے مگر کان سنتے رہیں اور آپ کا دل سمجھتا رہے۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھ سو گئی اور کانوں نے سنا اور دل نے بات کو سمجھا۔ پس مجھے کہا گیا کہ ایک سردار نے گھر بنایا اور اس میں کھانا لگایا اور کھانا کھانے کے لئے لوگوں کو بلانے والا بھیجا۔ پس جس نے بلانے والے کی بات مان لی وہ تو گھر میں داخل ہو گیا اور کھانا بھی کھا لیا اور اس سے مالک بھی خوش ہو گیا اور جس نے بلانے والے کی بات نہ مانی وہ گھر میں داخل نہ ہوا اور نہ کھانا کھایا اور اس پر مالک غصے بھی ہوا، پس اللہ تعالیٰ تو مالک ہے اور محمد (ﷺ) بلانے والے ہیں اور اسلام گھر ہے اور دستر خوان جنت ہے۔''

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ نیند کے وقت سید دو عالم ﷺ کی صرف آنکھ سوتی تھی قوت سماع اور دل بیدار

رہتا تھا تو اب نیند سے آپ کا وضو نہ ٹوٹا۔ جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار میں ہے: ''قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ الْمُؤَذِّنَ قَدْ اَذَّنَ فَوَضَعَ جَنْبَهُ فَنَامَ حَتّٰى عُرِفَ مِنْهُ النَّوْمُ وَكَانَتْ لَهُ نَوْمَةٌ تُعْرَفُ كَانَ يَنْفُخُ اِذَا نَامَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بِغَيْرِ وُضُوْءٍ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنَّ النَّبِيَّ لَيْسَ كَغَيْرِهٖ'' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم کو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے یہ روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور مسجد تشریف لے گئے، موذن اذان سے فارغ ہو چکا تھا تو سید دو عالم ﷺ سو گئے۔ ایسی گہری نیند سو گئے کہ دوسرے آدمیوں کو بھی اس کا پتہ چل گیا کیونکہ سید دو عالم اپنی نیند میں زور زور سے سانس لیا کرتے تھے پھر آپ بوقت نماز اٹھے اور وضو کرنے کے بغیر آپ نے نماز ادا فرمائی ابراہیم نے فرمایا کہ سید دو عالم ﷺ دوسرے انسانوں کی طرح نہ تھے۔''

''قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ بِهٖ نَاْخُذُ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ فَالنَّبِيُّ فِيْ هٰذَا لَيْسَ كَغَيْرِهٖ فَاَمَّا مَنْ سِوَاهُ فَمَنْ وَضَعَ جَنْبَهُ فَنَامَ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رحمۃ اللہ علیہ۔'' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اسی روایت کو صحیح سمجھتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا، اس لئے سید دو عالم ﷺ کا ہی یہ خاصہ ہے۔ دوسرا کوئی اگر پہلو کے بل سو جائے گا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز کے لئے وضو کرنا ہو گا اور یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

دو اور روایات درج کی جاتی ہیں:

۱...... ''اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ زُرْتُ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رضی اللہ عنہا فَوَافَقْتُ لَيْلَةَ النَّبِيِّ فَقَامَ مِنَ اللَّيْلِ يُصَلِّيْ ثُمَّ نَامَ فَلَقَدْ سَمِعْتُ صَفِيْرَهٗ قَالَ ثُمَّ جَآءَ بَلَالٌ يُؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ فَخَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا (جو کہ سید دو عالم ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں) اور حسن اتفاق سے وہ رات سید دو عالم ﷺ کے ان کے گھر آرام فرمانے کی تھی۔ چنانچہ سید دو عالم ﷺ رات کو تشریف لائے اور کافی حصہ رات کا نماز میں گزارا، پھر سو گئے۔ میں نے سید دو عالم ﷺ کی زوردار آواز کو سنا۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور نماز کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے وضو نہیں فرمایا اور تشریف لے گئے۔ (کتاب الآثار للامام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ ص ۸)

۲...... ''عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ يَنَامُ حَتّٰى يَنْفُخُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سید دو عالم ﷺ اتنی گہری نیند سو جایا کرتے تھے کہ خراٹوں کی آواز آتی مگر جب نماز پڑھتے تو وضو نہ فرمایا کرتے تھے۔ (حاشیہ کتاب الآثار للامام محمد رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۳۵)

ان سب روایات کو دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سید دو عالم کی بشری خصوصیات میں یہ عظیم خصوصیت بھی ہے کہ آپ کی نیند ناقض وضو نہیں اور نہ ہی آپ کی قوت سماع اور قوت عقل و فہم سلب ہوتی ہے یا کمزور ہوتی ہے۔ جب کہ دوسرے تمام انسانوں کے لئے نیند موت کا بھائی کہلائی جاتی ہے، اسی سے روضہ اطہر میں بھی آپ کی حیات مبارکہ کو سمجھا جا سکتا ہے۔

ف: کتنا ایمان افروز خراج عقیدت بانی دارالعلوم دیوبند نے حضور انور ﷺ کے حضور پیش کیا ہے۔

تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی   تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

چنانچہ ہر نبی علیہ السلام احتلام سے محفوظ تھے۔ یہی حکمت ہے کہ سید دو عالم ﷺ سے نیند میں بھی کوئی غیر اولیٰ کام نہیں ہونے دیا گیا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ثابت ہے: ''رسول کریم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں کہ میرے پاس دو مرد آئے ایک ان میں سے بڑا تھا تو میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی مجھے کہا گیا کہ بڑے کو مسواک دیں۔ چنانچہ میں نے مسواک بڑے کو دے دی۔'' (مشکوۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول نے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر بطحاء کی طرف تشریف لے گئے مجھے بٹھا کر میرے اردگرد ایک لکیر ڈالی اور فرمایا کہ تم یہاں سے نہ نکلنا اور نہ کسی سے بات چیت کرنا پھر خود کہیں تشریف لے گئے اور رات کے آخری حصہ میں تشریف لا کر میری ران پر اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے اور آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ نیند کے وقت خراٹے لیا کرتے تھے۔ (اس لئے مجھے معلوم ہوا کہ آپ سو گئے ہیں) تو اس حالت میں جب کہ آپ نے میری ران کو شرف بخشا ہوا تھا اور سو رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ چند انسان سفید پوش بے حد جمیل اور خوبصورت اندر آئے۔ ان میں سے چند ایک رسول کریم کے سر مبارک کے پاس گئے اور کچھ آپ کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے اور آپس میں یوں کہنے لگے ہم نے ایسا کوئی خدا کا بندہ نہیں دیکھا جس کو وہ کمالات دیئے گئے ہوں جیسا کہ نبی کریم کو دیئے گئے ہیں۔ آپ کی دونوں آنکھیں تو سو رہی ہیں مگر آپ کا دل جاگتا ہے پھر وہ اٹھ کر چلے گئے اور آنحضرت بھی نیند سے بیدار ہوئے اور مجھ سے پوچھا کہ تم نے جو یہ کہہ رہے تھے سنا اور کیا تو جانتا ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ میں نے عرض کیا: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فِدَاکَ زَوْجِیْ اَبِیْ وَاُمِّیْ'' اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ فرشتے تھے۔ (حدیث ترمذی ج ۱ ص ۵۴)

اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب رسول کریم ﷺ کو نیند سے نہیں جگایا کرتے تھے کہ کہیں آپ پر وحی نہ آ رہی ہو۔ بخاری شریف میں ہے: ''عَنْ عِمْرَانَ رضی اللہ عنہ وَکَانَ النَّبِیُّ اِذَا نَامَ لَمْ نُوْقِظْهُ حَتّٰی یَکُوْنَ هُوَ یَسْتَیْقِظُ لَا نَدْرِیْ مَا یَحْدُثُ لَهُ فِیْ نَوْمِهٖ'' حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب سوتے تھے تو ہم آپ کو نہ جگاتے تھے اس لئے کہ ہم نہیں جانتے کہ آپ کی نیند میں کیا رونما ہونے والا ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عربی سے نقل فرمایا ہے کہ: ''آنحضرت کی عبادت اور دوسرے تمام حالات نیند اور بیداری میں یکساں تھے۔'' (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۱)

اسی طرح علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے العرف الشذی میں فرمایا کہ: ''نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا تمام انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری کی الابواب والتراجم میں علامہ بوصیری کے قصیدہ براء الداء سے شہادت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تُنْکِرِ الْوَحْیَ مِنْ رُؤْیَاهُ اِنَّ لَهٗ قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَیْنَانُ لَهٗ یَنَمْ

''آپ کی نیند کی وحی کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جب آپ کی آنکھیں سوتی تھیں تو آپ کا دل اس وقت بھی بیدار رہتا تھا۔''

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر سید دو عالم ﷺ کی نیند عام انسانوں کی طرح نہ تھی تو پھر غزوہ خیبر سے واپسی پر جب کہ آپ نے

آرام فرمالیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس امر پر مقرر فرمایا کہ وہ وقت کا خیال رکھے مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور سب صحابہ حتیٰ کہ سید دو عالم ﷺ بھی سو گئے اور آپ کو سورج کی کرنوں نے جگایا، یہ حالت کیسے ہو گئی؟

اس کے جوابات تو بہت دیئے گئے ہیں اور وہ سب از روئے مطلب حدیث درست ہیں مگر زیادہ بہتر اور ارشاد سید دو عالم ﷺ کے مناسب علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کا دل جاگتا تھا، جن امور کا تعلق دل کے ساتھ تھا وہ آپ کو معلوم رہتے تھے مگر جن امور کا تعلق آنکھ کے ساتھ تھا وہ آپ سے اوجھل رہتے تھے۔ سورج کا دیکھنا، روشنی کا دیکھنا اس کا تعلق تو آنکھ کے ساتھ ہے اور آپ نے خود فرمایا ہے کہ میری آنکھ سوتی ہے۔ اس کی تفصیل عینی شرح (بخاری ج ۴ ص ۲۸) میں ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

ف: چونکہ نیند اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جیسا کہ فرمایا: ''وجعلنا نومکم سباتا (النباء: ۹)'' اور ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لئے آرام کا سبب بنایا ہے۔

اس لئے سید دو عالم ﷺ پر ایسی نیند طاری کر دی جاتی تھی۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

بعض لوگ قرآن عزیز کی آیت: ''قل انما ان بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم اللہ واحد (الکھف: ۱۱۰)'' آپ ﷺ فرما دیجئے کہ میں تم جیسا ایک آدمی ہی ہوں میری طرف وحی کی گئی کہ تم سب کا معبود برحق ایک ہی ہے، کا استدلال کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ سید الانبیاء میں اور باقی انسانوں میں صرف یہ فرق ہے کہ آپ پر وحی آتی تھی اور دوسرے انسانوں پر وحی نہیں آتی۔ حالانکہ جس ذات عالی صفات کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنایا اس کو ساری کائنات سے چن کر بنایا اور یہ شرف اور فرق سب شرافتوں اور فضائل سے اعلیٰ اور برتر ہے جس کی تفصیل کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے۔ اسی طرح اس ارشاد قرآنی: ''قل انما ان بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم اللہ واحد (الکھف: ۱۱۰)'' میں تو شان رفیع سید دو عالم ﷺ کو بیان فرمایا آپ پر وحی کا نزول ہی اس امر کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ خداوند قدوس نے آپ میں وہ استعداد بطرز اتم اور بطور اکمل ودیعت فرمائی تھی جس کی بناء پر اکتساب فیض ربانی اور انجذاب وحی آسانی آپ فرما لیتے تھے۔ بالفاظ مولانا سعید احمد اکبر آبادی (فاضل دیوبند)

''کسی سعادت مند روح پر جب آفتاب حقیقت پرتو فگن ہوتا ہے تو اس کی شعاعیں شبنم کے قطروں کی طرح اس روح کو اپنے جلوہ گاہ انوار میں جذب کر لیتی ہیں۔ پھر عقل کا دوسرا رخ جو جانب فوق سے متصل ہے، یعنی ''سر'' وہ ابھرتا ہے اور اب وہ اس مجرد صرف سے حکایت کرنے لگ جاتا ہے۔ جو ''وَلَاعَیْنٌ رَأَتْ ولا اذن سَمِعَتْ'' کا مصداق ہے، جو زبان و مکان کی حد بندیوں سے بلند و بالاتر ہے۔ اس موقع پر یہ بات نہ بھولنی چاہئے کہ قلب اور عقل یہ دونوں جس طرح انبیاء میں ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ لیکن فرق یہ ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں قلب اور عقل کا وہ رخ جو روح اور سر کہلاتا ہے۔ اس درجہ بلند اور قوی ہوتا ہے کہ کسی اور انسان میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس بناء پر ان کو عالم فوق سے اتصال ہوتا ہے اور انہیں ایسے ایسے مقامات اور احوال اور مزایا پیش آتے ہیں جو دوسروں کے گمان میں بھی نہیں آ سکتے۔ قرآن مجید میں حضور پرنور ﷺ کی زبان حق ترجمان سے جو ارشاد فرمایا گیا ہے: ''اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ'' تو اس میں ''انما انا بشر مثلکم اعضاء

وجوارح" میں انسانوں کے ساتھ مشارکت کی بناء پر ہے اور پھر "یُوْحیٰ اِلَیَّ" جو فرمایا گیا ہے تو اس میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قلب وعقل کے دو فوقانی رخ جو حضرت شاہ ولی اللہ کی زبان میں روح اور سر ہیں وہ اس درجہ بلند اور ارفع ہیں کہ آنحضرت مہبط وحی ہیں۔" (وحی الٰہی ص ۴۰)

اس لئے اس امر پر ایمان لانا ضروری ہے کہ سید دو عالم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اگر چہ حسب ارشاد قرآنی بشر ہیں مگر ان کی استعداد اور ادراک باقی تمام انسانوں سے ممتاز اور بلند ترین ہونے کی وجہ سے ان کے حواس ظاہریہ میں بھی ممتاز حیثیت پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ مولانا اکبرآبادی ہی نے فرمایا: "یہی وہ عام فطرت انسانی سے مافوق باطنی استعداد ہوتی ہے جس کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کے حواس عام انسانی حواس سے بہت زیادہ تیز اور ان کا شعور اور ادراک دوسرے لوگوں کے شعور و ادراک سے کہیں زیادہ بلند اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ اب وہ خدا سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اسطوانہ حنانہ کے گریہ کی آواز سن سکتا ہے۔ کنکریوں کی تسبیح سے اس کے کان آشنا ہوتے ہیں اور وہ سب کچھ دیکھ سکتا ہے اور سن سکتا ہے جو دوسرے لوگ تہ بہ تہ حجابات نظر وسمع کی وجہ سے دیکھ اور سن نہیں سکتے۔ حریم اسرار ازلی کے محرم راز حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (وحی الٰہی ص ۱۲۹)

فلسفی منکر شود در فکر و ظن گو برو سر را برآں دیوار زن

نطق آب و نطق خاک و نطق گل ہست محسوس حواس اہل دل

فلسفی کو منکر حنانہ است از حواس انبیاء بیگانہ است

ف: سید دو عالم ﷺ مدینہ منورہ میں پہلے پہلے لکڑی کے ایک ستون کے ساتھ سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس ستون کو چھوڑ دیا تو وہ ستون رونے لگا جس کی آواز کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سنا۔

"(درضمن حدیث وحی بخاری شریف) آنحضرت ﷺ نے کیا دیکھا، ناموس اعظم (حضرت جبریل علیہ السلام) نے کیا کہا، کیا کیا مشاہدات ہوئے، یہ وہ نازک باتیں ہیں جو الفاظ کا تحمل نہیں کر سکتیں، ایک مادرزاد اندھے کو روشنی کی حقیقت لاکھ کھول کر سمجھایئے، کوئی بات اس کے ذہن نشین نہیں ہوتی۔ کیا محض اس بناء پر نابینا کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ روشنی کے وجود کا ہی سرے سے انکار کر دے۔" (وحی الٰہی ص ۴۰)

ف: اس مدلل اور مفصل بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ از روئے قرآن وحدیث اللہ تعالیٰ کا نبی باوجود بشر ہونے کے بشری صفات میں دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اس کو مافوق البشر صفات منجانب اللہ عطاء ہوتی ہیں اور یہی عقیدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں حق ہے۔

تنبیہ: جس طرح بعض بے احتیاط اور دینی عقائد سے وہ ناسمجھ جن کے دلوں میں حب نبی کریم موجزن نہیں یہ کہہ دیتے ہیں آنحضرت ایک انسان تھے نہ تو وہ فوق البشر حیثیت کے مالک تھے اور نہ ہی بشری کمزوریوں سے پاک تھے، اسی طرح بعض بے باک یہ بھی کہنے میں باک نہیں رکھتے۔ "آپ کا کام صرف اتنا ہی تھا کہ اللہ کریم کا پیغام پہنچا دیا۔" حالانکہ از روئے عقائد اسلامیہ کتاب وحدیث کی روشنی میں آپ بشری کمزوریوں سے بھی پاک تھے۔ آپ معصوم کامل تھے اور ان صفات عالیہ کے مالک تھے جو دوسرے کسی بھی انسان کو عطاء نہیں کی گئیں۔ شاعر دربار نبوت مؤید بروح القدس حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے عرض کیا۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

''آپ ہر عیب اور کمزوری سے پاک پیدا کیے گئے......گویا کہ جیسا آپ نے چاہا تھا اسی طرح پیدا کیے گئے۔''

اسی عقیدہ فضیلت اور رفع درجات کا خود حضور انور ﷺ نے تشریعی اور تکوینی امور اور واقعات میں اظہار فرمایا، یہاں صرف ایک مثال درج کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فریضہ حج کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! ''تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کیا کرو۔'' مخاطبین میں سے ایک مرد نے عرض کیا کیا ہر سال ہر ذی استطاعت پر حج فرض ہے؟ (سائل نے شاید حج کو بھی زکوٰۃ اور روزہ پر قیاس کیا ہوگا) حضور انور ﷺ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ سائل نے تین مرتبہ پوچھا۔ اس پر حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُمْ فَاِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِکَثْرَۃِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰی اَنْبِیَاءِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ'' اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور پھر تم لوگ برداشت نہ کر سکتے۔ پھر فرمایا جب میں بات کہنی چھوڑ دوں تو تم بھی چھوڑ دیا کرو۔ تم سے پہلی امتیں اسی لئے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت زیادہ سوالات کئے اور اختلاف کئے۔ اس لئے تم یاد رکھو جب میں تم کو کسی بات کا حکم دوں تو جتنی طاقت ہو۔ اس پر عمل کیا کرو اور جب میں تم کو کسی کام سے روکوں تو رک جاؤ۔ (رواہ مسلم)

جیسا کہ (الحشر: ۷) میں فرمایا: ''وما اٰتکم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا'' اور جو تمہیں اللہ کا رسول دے اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے پس تم اس سے رک جاؤ۔

(اس موضوع کی مدلل تحقیق میری کتاب ''ضرورتِ حدیث'' میں ملاحظہ فرمائیں)

تشریعی خصوصیات

جس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی اور اس کے مقابلہ میں اپنی رائے اور اختیار پر عمل کرنا ایمان کے منافی ہے۔ اسی طرح امام الانبیا سید دو عالم ﷺ کے کسی بھی فیصلہ سے سرتابی ایمان کے منافی ہے۔ ارشاد قرآنی ہے: ''وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا (الاحزاب: ۳۶)'' اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کے لئے یہ گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کے رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ پھر ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ کھلی گمراہی میں پڑ جائے گا۔

آپ کی اطاعت کو خداوند قدوس نے بعینہٖ اپنی اطاعت قرار دیا۔ فرمایا: ''من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء: ۸)'' اور جس نے رسول اللہ (ﷺ) کا حکم مانا پس اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو ہدایت قرار دیا۔

فرمایا: ''وان تطیعوہ تھتدوا (النور: ۵۴)'' اور اگر تم نبی کی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔

کیونکہ سید دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو بات منجانب اللہ آپ پر نازل ہوئی۔ اس کو آپ نے

پہنچا دیا مگر آپ کو چند تشریعی اختیارات سے بھی نوازا گیا ہے۔ آپ کی ہاں بھی شریعت اور نہ بھی شریعت ہے جس کی مثالیں گزر چکی ہیں مزید تین یہاں درج کی جاتی ہیں۔

ا...... قرآن عزیز نے کسی واقعہ کے اثبات کے لئے دو مردوں کا گواہ ہونا ضروری قرار دیا ہے یا پھر ایک مرد اور دو عورتیں جیسا کہ (بقرہ:۲۸۲) میں ارشاد ہے مگر سید دو عالم ﷺ نے ایک واقعہ میں ایک مرد کی شہادت کو ہمیشہ کے لئے دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی مستند کتاب ''خصائص کبریٰ'' میں ایک باب بعنوان: ''اختصاصہ بِاَنَّہٗ یَخُصُّ مَنْ شَآءَ بِمَاشَآءَ مِنَ الْاَحْکَامِ'' یعنی یہ بھی سید دو عالم ﷺ کی خصوصیت ہے کہ جس کے لئے جو بھی حکم چاہیں خصوصی طور نافذ فرما دیں۔'' بیان فرمایا ہے اس میں خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ابوداؤد اور نسائی کے حوالہ سے روایت فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اور خود قیمت لانے کے لئے تشریف لے گئے۔ ادھر کچھ اور لوگوں نے (جو اس سودا سے بے خبر تھے) اس اعرابی کو زیادہ قیمت دینے کا اظہار کیا جس پر اعرابی نے سید دو عالم ﷺ کو گھوڑا دینے سے انکار کر دیا۔ جب حضور انور ﷺ قیمت لے کر تشریف لائے تو اس نے اس سودے سے انکار کر دیا۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ تو نے یہ گھوڑا مجھ پر بیچ دیا ہے۔ مگر اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے پاس اگر کوئی گواہ ہے تو پیش فرما دیں۔ یہ بات چیت ہو رہی تھی کہ حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ آگئے اور انہوں نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا سید دو عالم ﷺ پر بیچا ہے۔ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے اس کو فرمایا: ''لِمَ تَشْهَدُ'' تو کس طرح گواہی دیتا ہے کہ اس نے مجھ پر یہ گھوڑا بیچا ہے؟ تو انہوں نے کہا میں جناب کو سب سے بڑا سچا یقین کرتا ہوں، اس لئے میں یہ شہادت دیتا ہوں۔ اگرچہ میں اس وقت موجود نہ تھا، امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے اس یقین کے اظہار پر صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت دو مردوں کے برابر قرار دی۔ (خصوصیات کبریٰ ج ۲ ص ۳۵۳)

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کے اس فیصلے کو بعد میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے برقرار رکھا جب کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے قرآن حکیم کو شہادت کی روشنی میں بالترتیب جمع کر رہے تھے، اس وقت سورۃ توبہ کی آخری دو آیتیں صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تحریر شدہ ملیں جن کو مصحف شریف میں درج کر دیا گیا۔ (خصوصیات کبریٰ)

اسی خصوصیت تشریعی کے دو واقعے اور بھی ذکر کئے جاتے ہیں۔ بخاری شریف کی کتاب الصوم اور کتاب الہبہ میں دو واقعات کا ذکر ہے۔

۲...... ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ رمضان میں جماع کر لیا ہے۔ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تیرے پاس ایک غلام ہے جس کو اس گناہ کے کفارہ میں آزاد کر دے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر حضور انور ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھ سکے گا؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکے گا؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ وہ دربار نبوت میں حاضر ہی تھا کہ حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک بہت بڑا ٹوکرا کھجوروں کا بھرا ہوا آگیا۔ حضور انور ﷺ نے اس کو فرمایا کہ یہ لے جا اور غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دے۔ (تاکہ تیرا کفارہ ادا ہو جائے) اس نے عرض کیا: اے سید دو عالم ﷺ! اللہ تعالیٰ کی قسم اس علاقے میں مجھ سے زیادہ کوئی فقیر اور محتاج نہیں۔ امام

الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا: لے جاؤ اور اپنے بال بچوں کو کھلا دے۔" (بخاری شریف)

۳...... ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا ہے اور اب رجوع کرنا چاہتا ہوں، اس کے ساتھ بھی سید دو عالم ﷺ کی وہی بات چیت ہوئی۔ (کیونکہ اس کا کفارہ بھی وہی ہے) اس کو بھی امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے کھجوریں دے کر فرمایا کہ ان کو اپنے کفارہ ظہار کے طور پر تقسیم کر دے تو اس نے بھی یہی عرض کیا کہ اس سارے علاقے میں مجھ سے اور میرے بال بچوں سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں۔ امام الانبیاء حضور انور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ لے جاؤ اور اپنے بال بچوں کو دے دے۔ (بخاری شریف)

فقہاء اور محدثین حضرات کی علمی ابحاث سے قطع نظر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ سید دو عالم ﷺ تشریعی احکام میں جو ارشاد فرمائیں وہ شریعت ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: "وَفِی لَفْظٍ لِاَبِیْ دَاؤُدَ زَادَ الزُّهْرِیُّ اِنَّمَا کَانَ هٰذَا رُخْصَۃً لَّهٗ خَاصَّۃً وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذٰلِکَ الْیَوْمَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ بُدًّا مِّنَ التَّکْفِیْرِ وَجُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ عَلٰی قَوْلِهٖ" یعنی اور کسی کو اجازت نہیں کہ وہ اپنا کفارہ خود کھا لے۔ (روح المعانی، المجادلہ)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ شریعت ساز بھی ہیں۔

اسی طرح تکوینی امور میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو خصوصیت عطاء فرمائی تھی جیسا کہ واقعہ ذیل سے ظاہر ہے: "حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کسی نے ایک بکری ہدیۃً دی تو ہم نے اس کو بڑی ہانڈی (دیگ) میں ڈال کر پکانا شروع کیا۔ اتنے میں سید دو عالم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا ابورافع رضی اللہ عنہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہمیں ایک بکری ہدیہ کی گئی ہے وہ ہم نے ساری پکا دی ہے تو سید دو عالم ﷺ نے فرمایا مجھے ایک دستی دے، میں نے دیگ سے نکال کر پیش کر دی۔ حضور انور ﷺ نے تناول فرمالی اور پھر حکم فرمایا کہ مجھے ایک اور دستی دے دے۔ میں نے دوسری بھی دے ڈالی۔ اس کو تناول فرمانے کے بعد پھر ارشاد فرمایا کہ مجھے ایک اور دستی بھی دے دے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بکری کی دو ہی دستیاں تو ہوتی ہیں، یہ سن کر سید دو عالم ﷺ نے فرمایا: "اَمَا اِنَّکَ لَوْ سَکَتَّ لَنَاوَلْتَنِیْ ذِرَاعًا فَذِرَاعًا مَا سَکَتَّ" اگر تو خاموش رہتا تو بکری کی دستی کے ساتھ دستی دیتا رہتا جب تک کہ تو چپ رہتا۔ اس واقعہ کو امام احمد رحمہ اللہ اور امام دارمی رحمہ اللہ نے روایت فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس واقعہ سے آپ ﷺ کی وہ ممتاز حیثیت ثابت ہوتی ہے جو دوسرے کسی انسان کو حاصل نہیں۔

آپ ﷺ قیامت تک کے لئے نبی اور رسول اور مرسل ہیں اور زیارت کرنے والوں کے لئے شفاعت کا وعدہ فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کے توسل سے گناہوں کی مغفرت یقینی ہو جاتی ہے۔

ان ہی خصوصیات میں سے عظیم اور اعلیٰ خصوصیت یہ ہے کہ بعض سعادت مندوں کو خواب میں زیارت کا شرف بخشتے ہیں اور بعض کو بیداری میں بھی یہ شرف مل جاتا ہے اور جو وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام کہے اس کو خود سنتے ہیں اور دور سے کہنے والوں کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں اور سید دو عالم ﷺ روضہ اطہر میں حیات ہیں اور آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ امت کا تعلق آپ ﷺ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ رہے تاکہ امت دونوں جہانوں کی رحمتوں سے مالامال ہو جائے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ درود پڑھنے کا حکم فرمایا اور ارشاد عالی کے مطابق: "اس لئے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو زیادہ سے زیادہ قریب آنے کا ایک قوی ذریعہ درود شریف کو قرار دیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جس نے مجھ پر درود زیادہ پڑھا ہوگا۔" (ترمذی شریف)

چنانچہ درود شریف کی برکات اور اسلام میں اس کے درجہ اور مقام کے بارہ میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت فرمایا ہے:

ابو مسعود الانصاری ؓ
علی بن ابی طالب ؓ
ابو طلحہ انصاری ؓ
اوس بن اوس ؓ
ابو رافع مولی رسول ﷺ
عمار بن یاسر ؓ
ابو ذر ؓ
کعب بن عجرہ ؓ
ابو ہریرہ ؓ
انس بن مالک ؓ
حسن بن علی ؓ
جابر بن عبداللہ ؓ
جابر بن سمرہ ؓ
واثلہ بن الاسقع ؓ
ابو حمید الساعدی ؓ
بریدہ بن الحصیب ؓ
عمر بن الخطاب ؓ
حسین بن علی ؓ
عبداللہ بن ابی اوفی ؓ
ابو امامہ بن سہل بن حنیف ؓ
ابو بکر صدیق ؓ
ابو سعید خدری ؓ
سہل بن سعد الساعدی ؓ
عامر بن ربیعہ ؓ
فاطمہ بنت النبی ؓ
ابو امامہ باہلی ؓ
مالک بن الحویرث ؓ
عبداللہ بن عمر ؓ
طلحہ بن عبید اللہ
ابن مسعود ؓ
عبدالرحمن بن عوف ؓ
براء بن عازب ؓ
عبدالرحمن بن بشر بن مسعود ؓ
عبداللہ بن جزء زبیدی ؓ
عمیر انصاری ؓ
زید بن حارثہ ؓ
فضالہ بن عبید ؓ
ابی بن کعب ؓ
رویفع بن ثابت انصاری ؓ
ابو بردہ بن نیار ؓ
عبداللہ بن عباس ؓ
حبان بن منقذ ؓ

(جِلَاءُ الْاَفْهَامِ فِی الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ از علامہ ابن قیم جوزیہ (م ۷۵۱ھ) ص ۷۰،۸۰)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں درود شریف تمام وظائف سے زیادہ محبوب تھا، جیسا کہ: مفسر قرآنِ حکیم، ابی بن کعب ؓ (جن کو سورۃ البینہ سنانے کا حکم سید دو عالم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا تھا) فرماتے ہیں کہ میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ فِیْ صَلٰوتِیْ قَالَ مَاشِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ النِّصْفُ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَاشِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّهَا قَالَ اِذًا تُکْفٰی هَمَّکَ وَیُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ'' یارسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپ پر درود زیادہ پڑھا کروں اس لئے میں اپنی دعا کے وقت میں سے کتنا حصہ اس کے لئے مقرر کروں تو حضور انور ﷺ نے فرمایا جس قدر تیری مرضی ہے۔ میں نے عرض کیا چوتھا حصہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو تو چاہے اگر زیادہ کردے تو تیرے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا آدھا حصہ، فرمایا جو تو چاہے اگر زیادہ کردے تو تیرے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا تو پھر دو تہائی، فرمایا جو تو چاہے مگر زیادہ کردے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا پھر میں اپنا سارا وقت دعا کا آپ کے لئے کرتا ہوں۔ (یعنی درود پڑھتا رہوں گا) فرمایا اگر تو نے یہ کرلیا تو اللہ تعالیٰ تیری تمام پریشانیوں کی کفایت کرے گا اور تیرے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

ف ۱: اس حدیث کی تشریح میں نواب قطب الدین خان صاحب نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے یہ نقل فرمایا ہے کہ: ''جب شیخ بزرگوار عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ نے اس مسکین کو یعنی شیخ عبدالحق کو واسطے زیارت مدینہ منورہ کے رخصت کیا فرمایا جانو اور آگاہ ہو کہ نہیں ہے، اس راہ میں کوئی عبادت بعد اداء فرض کے مانند درود کے اوپر سید کائنات ﷺ کے، چاہئے کہ تمام اوقات اپنی کو اس میں صرف کرنا اور ہر چیز میں نہ مشغول ہونا، اتنا پڑھو کہ ساتھ اس کے رطب اللسان ہو اور اس کے رنگ میں رنگین ہو اور مستغرق ہو اس میں۔'' (مظاہر حق)

ف ۲: اگرچہ درود شریف جب بھی پڑھا جائے اس سے قرب رحمت دو عالم ﷺ ہو جاتا ہے مگر جمعہ کے دن حضور انور ﷺ نے زیادہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔

اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر اس جمعہ کو قیامت بپا ہو جائے تو درود شریف پڑھنے کی وجہ سے عذاب سے بچ جائے گا۔ (واللہ الموفق)

۱...... قَالَ رَسُوْلُ ﷺ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْهِ قُبِضَ وَفِیْهِ النَّفْخَةُ وَفِیْهِ الصَّعْقَةُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِیْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ قَالُوْا وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ یَقُوْلُوْنَ بَلِیْتَ فَقَالَ ''اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ''

(رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ، والدارمی، والبیہقی، فی شعب الایمان، مشکوٰۃ)

''جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہارے سب ایام سے بہتر یوم جمعہ کا ہے۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام بنائے گئے اور اسی دن ان کا سفر ہوا اور اسی دن میں صور پھونکا جائے گا اور اسی دن قیامت سے پہلے بیہوشی واقع ہوگی۔ پس تم اس دن (سب سے بہتر عبادت جو عذاب سے بچائے) مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو۔ اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی حضرت زندگی میں تو درست معلوم ہوتا ہے مگر آپ کے دنیا سے سفر کر جانے کے بعد جب کہ آپ ﷺ کا جسم بھی دوسرے عام انسانوں کی طرح باقی نہ رہے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا (میں سن لوں گا) اس لئے کہ اللہ کریم نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔''

یعنی یہ روایت اتنے بڑے محدثین کرام اور آئمہ حدیث کے ہاں بالکل صحیح ہے۔

اس حدیث کی شرح میں ہے کہ آپ ﷺ کے دربار اقدس میں ہمیشہ صلوٰۃ وسلام پہنچتا رہتا ہے۔ جب کہ روضہ اقدس کے قریب سید دو عالم ﷺ خود سماع فرماتے ہیں، مگر دور سے فرشتے لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ (عون المعبود ج ۲ ص ۱۷۰)

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات سے کنایہ ہے۔ اس لئے کہ: ''وَالْمَذْهَبُ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ اَحْیَاءٌ حَیٰوةً حَقِیْقَةً دُنْیَاوِیَّةً'' اور صحیح مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ۔ (اشعۃ اللمعات)

کتاب الحج میں حضرت شیخ قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''وَلَاخِلَافَ فِیْهِ لِاَحَدٍ'' اس مسئلہ میں کسی کا خلاف نہیں ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وَالْاَحَادِیْثُ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حَیٌّ بِجَسَدِهٖ وَرُوْحِهٖ'' احادیث سے پایا جاتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جسم اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں۔ (جواہر البحار ج ۲ ص ۳۸۳)

جمعہ کی رات کو درود شریف کی کثرت کا فرمانے کی حکمت یہ ہے کہ: "وَقَدْ نُقِلَ عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ اَنَّهٗ قَالَ تَفْضُلُ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ عَلٰى لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنْ جِهَةِ اِنَّ فِيْهَا حَدَثَ النَّبِيِّ فِيْ رَحِمِ اُمِّهٖ" امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جمعہ کی رات لیلۃ القدر سے اس لئے اعلیٰ وافضل ہے کہ اس رات کو سید دو عالم ﷺ دنیا میں تشریف لانے کے لئے والد ماجد کی پشت سے والدہ ماجدہ کے رحم اقدس میں تشریف لائے تھے۔"

(لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ عربی قلمی ومطبوعہ)

سبحان اللہ! وجہ ظاہر ہے لیلۃ القدر کو شرف اس لئے ملا کہ اس میں قرآن نازل ہوا جس رات آپ ﷺ عالم بشریت میں تشریف لائے وہ رات یقیناً لیلۃ القدر سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

ف: اگر جناب کے ارشاد کا مطلب بدنی حیات نہ تھی بلکہ روح کی حیات تھی تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال اور آپ کا جواب بالکل بے ربط ہو جاتا ہے۔

۲...... "عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ يَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاِنْ اَحَدٌ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ وَسَلَامُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا" ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے مجھ پر جمعہ کے روز درود زیادہ پڑھیں۔ اس لئے کہ یہ یوم مشہود ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو کوئی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اس کی فراغت سے پہلے (بہت جلد) میرے ہاں وہ صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا ہے۔ (رواہ ابن ماجہ والمنتقی ص ۱۰۰)

۳...... "مَامِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ" جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ کریم مجھ پر میرے روح کو (جو مشاہدہ ذات باری تعالیٰ میں محو ہوتا ہے) لوٹا دیتا ہے تاکہ میں بھی اس پر سلام کا جواب کہہ دوں۔ (رواہ ابو داؤد، وصححہ النووی فی الاذکار)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قریب کا سلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور دور کا سلام آپ ﷺ کو پہنچا دیا جاتا ہے جس کو امام احمد رحمہ اللہ اور دوسرے آئمہ نے "حَيْوَة ابن شريح" کی حدیث کی بناء پر درست کہا ہے:

"مَامِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ"

(کتاب الوسیلہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ترجمہ علامہ احسان الٰہی ظہیر ص ۱۲۵، شائع کردہ ادارہ ترجمان السنۃ لاہور)

ف: مراد روح بھیجنے سے یہ نہیں کہ روح بدن مبارک میں نہیں اب بھیجتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ روح مبارک جو مشاہدۂ رب العزت میں مستغرق ہے، اس کو اس حالت سے افاقت دے کر اس عالم کی طرف متوجہ کرتے ہیں، تاکہ صلوٰۃ وسلام سنے۔ پس اس توجہ اور آگاہ کرنے کو یوں کہا کہ بھیجتا ہے اللہ روح مجھ پر، ورنہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں قبروں میں۔ اب آگے کلام اس میں رہا کہ یہ فضیلت خاص زیارت کرنے والوں ہی کے لئے ہے یا عام ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ عام ہے یعنی خواہ دور سے سلام بھیجے یا مزار مبارک پر جا کر، مگر یہ کہ سلام زیارت کرنے والوں کا بے واسطہ ملائکہ کے سنتے ہیں (ﷺ) اور اوروں کا بواسطہ ملائکہ کے۔ (مظاہر حق ج ۱ ص ۲۹۹)

علمائے حدیث نے لفظ "روح" سے مراد نطق (قوت گویائی) بھی لی ہے۔ ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مجھے قوت گویائی بھی عطاء فرما دیتے ہیں اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ (التاج) اس لئے کہ رد روح کا کلمہ حضور ﷺ نے وہاں فرمایا جہاں توجہ گرامی منعطف کرائی گئی۔ جیسا کہ نیند سے جاگنے پر حضور ﷺ نے فرمایا: "رَدَّ عَلَيَّ رُوْحِيْ"

حالانکہ اس وقت حضور انور ﷺ زندہ ہی تھے۔ ترمذی میں حضور انور ﷺ کی یہ دعا موجود ہے کہ جب حضور ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے: ''الحمد للہ الذی عافانی فی جسدی و رد علی روحی'' (جلد ثانی ص ۱۷۶)

ف: صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ارشاد اور اس کی کیفیت خود جناب رسول اکرم نے ارشاد فرمادی ہے جس سے اس عقیدہ کی صداقت، صحت اور عظمت ثابت ہوتی ہے۔ امام بخاری ﷫ نے ''باب قوله تعالى: ان الله وملائكته يصلون على النبي يايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما'' میں یہ روایت بیان کی ہے ' عن كعب بن عجرة ﷜ قيل يا رسول الله ﷺ اما السلام عليك فقد عرفناه فكيف الصلوة قال قولوا اللهم صل على محمد وعلى ال محمد كما صليت على ابراهيم وعلى ال ابراهيم انك حميد مجيد. وهكذا عن ابي سعيد الخدري ﷜''

''کعب ﷜ بن عجرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ حضور ﷺ سلام تو ہم نے جان لیا اب صلوٰۃ کس طرح پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ' اللهم صل على محمد وعلى ال محمد كما صليت على ابراهيم وعلى ال ابراهيم انك حميد مجيد'' پڑھا کرو۔ اسی طرح حضرت ابوسعید خدری ﷜ نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی ﷫ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت علی، ابوحمید، کعب بن عجرہ، طلحہ بن عبید اللہ، ابوسعید، زید بن خارجہ اور بریدہ (﷢ سے روایات ثابت ہیں)

۴ ''قال رسول الله ﷺ من صلى على عند قبري سمعته ومن صلى على غائبا ابلغته'' رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر درود میری قبر کے پاس آ کر پڑھتا ہے اس کو تو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے درود پڑھتا ہے مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی فرماتے ہیں: ''ای سماعا حقیقیا'' یعنی حقیقی طور پر سنتا۔ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف از شیخ الحدیث)

جامعہ اشرفیہ کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس فرماتے ہیں: ''میں خود بخود بلا کسی واسطہ کے حقیقی طور پر سنتا ہوں۔'' (التعليق الصبيح)

ایک سوال: اگر یہ بات درست ہوتی تو صحابہ کرام ﷢ اتنی بڑی سعادت کو ضرور حاصل کرتے۔ صرف عبد اللہ بن عمر ﷜ کا یہ فعل تھا کہ وہ دربار نبوی ﷺ میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے تھے۔ سب صحابہ کرام ﷢ کا یہ فعل نہ تھا۔ جیسا کہ کتاب التوحید کی شرح فتح المجید میں کہا ہے۔

جواب: یہ غلط ہے بلکہ سب صحابہ کرام ﷢ کا یہ معمول تھا کہ وہ دربار سید دوعالم ﷺ میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا شرف حاصل کرتے تھے۔ ابن عمر ﷜ کا یہ طریقہ بیان کرنے کے بعد امام ابن تیمیہ ﷫ نے کہا ہے کہ: ''وهكذا كان الصحابة يسلمون عليه'' اور اسی طرح صحابہ کرام ﷢ آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا کرتے تھے۔ (رسائل ابن تیمیہ نمبر ۱۶ ص ۹۰، مطبوعہ مصر)

۵..... ''عن ابي الدرداء قال قال رسول الله ﷺ اكثروا الصلوة على يوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملئكة وان احدكم لا يصلي على الا عرضت على صلوته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبي الله حي يرزق'' حضرت ابوالدرداء ﷜ نے فرمایا

کہ جناب رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو مجھ پر جمعہ کے دن درود و سلام بھیجتا ہے تو مجھ پر اس کا درود پیش کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ درود و سلام سے فارغ ہو جائے۔ میں نے عرض کیا حضرت موت کے بعد بھی سنیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ہر نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد، النسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، الدارقطنی، النووی فی الاذکار، تفسیر ابن کثیر، سورۃ احزاب، مشکوۃ)

تنبیہ: بعض نے کہا ہے کہ یہ جملہ ''نَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ'' رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ ابن ماجہ کا قول ہے۔ سو اس کا جواب سنئے:

۱...... اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس روایت میں یہ جملہ ''مُدْرَجٌ مِنَ الرَّاوِیْ'' ہے تو وہ راوی صحابی ہے۔ صحابی کا یہ عقیدہ ثابت ہوا۔

۲...... دوسری روایت میں جب تصریح ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں تو اب اس جملہ کی تائید و توثیق ہو گئی۔

۳...... اگر تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے کہ یہ ابن ماجہ کا قول ہے تو بھی استدلال درست ہے۔ یہ تو اور بھی تائید ہو گئی کہ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا محدث جو ۲۷۳ یعنی آج سے گیارہ سو سال پہلے گزرے ہیں اور جن کی جمع کردہ کتاب ''ابن ماجہ'' کو صحاح ستہ جیسی باعظمت اور اسلام کی بنیاد کا ایک رکن اعظم ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ بھی حیات نبوی ﷺ کے قائل ہیں۔ یہ تو اور بھی فائدہ کی بات ہوئی نہ کہ نقصان کی۔

ف: جب کہ شہداء کے متعلق قرآن عزیز کا ارشاد ہے کہ ان کو رزق دیا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، تو انبیاء علیہم السلام کے متعلق کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

۶...... ''وَعَنْ اَبِیْ شِہَابٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا حَمَلَہَا مَلَکٌ حَتّٰی یُؤَدِّیَہَا اِلَیَّ وَیُسَمِّیَہٗ حَتّٰی اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّ فُلَانًا یَقُوْلُ کَذَا وَ کَذَا'' ابوشہاب زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو جناب رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا کہ جب کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتہ اس کو اٹھا کر میرے ہاں پہنچا دیتا ہے اور اس آدمی کا نام بھی میرے سامنے لے کر یہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی نے یوں درود پڑھا ہے۔ (شفا قاضی عیاض)

ف: پہلے گزر چکا ہے کہ جو سعادت مند دربار اقدس میں حاضر ہو کر درود پڑھتا ہے۔ اس کو سید دو عالم ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور اس کو پہچان لیتے ہیں اور یہ علم قیامت تک رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد عالی ہے: ''اِنَّ عِلْمِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ'' میرا علم میری موت کے بعد بھی اسی طرح رہے گا جس طرح اس دنیا میں میری زندگی میں ہے۔ (وفاالوفا ص ۱۳۵۲)

۷...... ''عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک ایسی جماعت مقرر فرمائی ہے کہ وہ دنیا میں سیر کرتے ہیں جہاں کسی نے سلام بھیجا اور درود پڑھا وہ فوراً پہنچا دیتے ہیں۔ (ترغیب وترہیب)

۸...... ''عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ'' امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود پڑھتے رہو تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے۔ (ترغیب وترہیب)

درود شریف پڑھنے اور اس کے دربار سید دو عالم ﷺ میں دور سے پہنچائے جانے اور قریب سے خود سماع

فرمانے کے بارہ میں اس قدر روایات ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ صرف اسی موضوع پر علماء کرام نے بڑی بڑی مبسوط اور مفصل اور مدلل کتابیں لکھی ہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے الشفاء میں یہ بھی سید دو عالم ﷺ کی خصوصیت ذکر فرمائی ہے کہ سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں امت کا درود پہنچایا جاتا ہے اور اس سعادت مند کا نام بھی پیش کیا جاتا ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ہی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ: ''اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ ﷺ عُرِضَ عَلَیْہِ اِسْمُہٗ'' جب کوئی مسلمان حضور ﷺ پر درود پڑھتا ہے تو نام کے نشان کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔''

ف: یہ طریقہ علماء سلف سے لے کر آج تک جاری ہے کہ جب کسی مدینہ منورہ جانے والے کو دربار سید دو عالم ﷺ میں سلام عرض کرنے کا پیغام دیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے، مثلاً اے سردار دو عالم ﷺ قاضی غلام جیلانی کے بیٹے محمد زاہد نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور شفاعت کی درخواست کی ہے۔

دسویں صدی ہجری کے مجدد علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: ''مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح دنیا میں زندہ تھے اور اس کی سب سے بڑی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا ہے۔ اس لئے کہ نماز ادا کرنا تو اسی وقت درست ہو سکتا ہے، جب کہ جسم سلامت اور زندہ ہو۔'' (حیاۃ الانبیاء از سیوطی ص ۱۵)

مشکوٰۃ کی مشہور اور مستند شرح مظاہر حق میں ہے کہ: ''اور اخیر حدیث کا حاصل یہ ہے کہ زندہ ہیں انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے نہ حیات معنوی روحانی۔ جیسا کہ شہداء کو ہے اور سواء ان کے اور اموات بھی سنتے ہیں۔ سلام اور کلام عرض ہوتے ہیں، اعمال اقرباء ان کے بعض ایام میں۔'' (ج اول ص ۳۴۳)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: ''حیات انبیائے کرام علیہم السلام متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست، حیات جسمانی، دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی'' اور انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور حیات دنیاوی زندگی کی طرح جسمانی ہے نہ کہ روحانی معنوی۔''

ملا علی قاری نور اللہ مرقدہ نے ایک مدلل اور مبسوط بحث کے بعد فرمایا: ''قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَمَا اَفَادَہٗ مِنْ ثُبُوْتِ حَیٰوۃِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ حَیٰوۃً بِھَا یَتَعَبَّدُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ مَعَ اسْتِغْنَائِھِمْ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ کَالْمَلٰئِکَۃِ اَمْرٌ لَا مِرْیَۃَ فِیْہِ وَقَدْ صَنَّفَ الْبَیْہَقِیُّ جُزْئً فِیْ ذَالِکَ۔ رواہ ابو داؤد، والنسائی، وابن ماجہ، والدارمی، قال میرک ورواہ ابن حبان فی الصحیح والحاکم وصححہ وَزَادَ ابْنُ حَجَرٍ بِقَوْلِہٖ وَقَالَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ ورواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ'' ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اپنی قبروں میں عبادت کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور وہ کھانے پینے سے اس طرح بے نیاز ہیں جس طرح فرشتے زندہ ہیں مگر کھاتے پیتے نہیں۔'' (مرقاۃ ص ۲۰۹، ۲۱۰)

شارح بخاری علامہ نور الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: ''پوشیدہ نماند کہ دیدن حضرت رسول اکرم ﷺ انبیاء را بہ تکلم آنہا چنانچہ در حدیث مذکور بوضوح؟ پیوستہ ناظر در آنست کہ آں ہارا با اشخاص و با جساد دیدہ و قول مختار ومقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاء اذاقت؟ موت زندہ اندر بہ حیات دنیوی۔'' یہ بات مخفی نہ رہے کہ آنحضرت ﷺ کا

انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھنا اور ان کے ساتھ کلام فرمانا بتا رہا ہے کہ آپ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی ذات اور جسموں کے ساتھ دیکھا ہے اور یہ عقیدہ مختار اور تمام علماء کے ہاں مقرر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام موت چکھ لینے کے بعد اسی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ (تیسیر القاری شرح البخاری)

آنحضرت ﷺ نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو بحالت بیداری زمین پر دیکھا۔ جیسا کہ شب معراج بیت المقدس میں ان کی امامت کی اور آسانوں پر بھی ان سے ملاقات کی۔ جیسا کہ متعدد روایات سے ثابت ہے۔ اس لئے یہ بات کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں درست ہے۔ (نسیم الریاض ج ۴ ص ۱۴۹)

ف: مشائخ کی صورت پر شیطان کا نہ آسکنا بھی ہمارے علمائے کرام کے ہاں مسلم ہے۔ حضرت قطب الارشاد گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''شیطان کا بصورت فخر دو عالم علیہ السلام نہ ہوسکنا تو حدیث سے ثابت ہے مگر شیخ کی صورت میں نہ ہوسکنا مشائخ کا قول ہے۔ حدیث سے اس کا ثبوت نہیں۔ مشائخ کا فرمانا ان کا اجتہاد ہے یا کیا ہے بندہ کو معلوم نہیں۔ اگر ان کی تقلید سے اس مسئلہ کو قبول کر لے تو کوئی اندیشہ نہیں۔'' (مکاتیب رشیدیہ ص ۹۷)

علامہ محی الدین بن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مرشد اگر صورت ہادی میں ہو تو شیطان اس صورت کو اختیار نہیں کرسکتا۔ (مقدمہ فصوص الحکم)

۹..... سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا: ''لیهبطنَ ابنُ مَرْيَم عدلاً وَاِماماًمقسطاًو ليسلُكنَّ فجّاً حاجاً اَوْ معْتمراً ولياتينّ قبري حتى يسلّم عليَّ ولاَرُدنَّ عليه'' (رواہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اخرجہ الحاکم وصححہ عقیدۃ الاسلام ص ۲۲)

محدث کبیر استاذ العلماء حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ العزیز نے اس روایت کو اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام میں نقل فرما کر اس کی توثیق فرمادی ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ درج ذیل ہے: ''مریم کا بیٹا ضرور آسمان سے اترے گا وہ انصاف اور عدل والا پیشواء ہوگا اور وہ دور دراز کے راستہ سے سفر کرکے حج یا عمرہ کے لئے آئے گا اور پھر وہ ضرور میری قبر پر بھی آئے گا۔ یہاں تک کہ مجھے سلام کہے گا اور میں ضرور اس کے سلام کا جواب دوں گا۔''

اس حدیث سے مندرجہ ذیل عقائد واضح طور پر معلوم ہوتے ہیں:

۱ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

۲ وہ دور دراز (دمشق) سے سفر کرکے حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئیں گے۔

۳..... اور پھر مدینہ منورہ اس لئے آئیں گے کہ میری قبر پر حاضری دیں۔

۴ اور قبر پر آکر مجھ پر سلام کہیں گے۔

۵..... اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سید دو عالم ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور آپ ﷺ پر سلام کہنا سنت الانبیاء علیہم السلام ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا تو اگر آپ ﷺ سلام نہ سنیں گے تو جواب کس طرح دیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک کے لئے آپ ﷺ کو حیات حاصل رہے گی اور آپ ﷺ زائرین کا سلام سن کر ان کو جواب دیتے رہیں گے۔

علمی فائدہ: اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ اس میں چار صیغے فعل مضارع کے ذکر ہیں۔ مگر چاروں کو لام تاکید اور نون ثقیلہ کے ساتھ موکد کیا ہے، تاکہ مخاطب کو کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے اور وہ اس عقیدہ پر ایمان رکھے۔

ف: درود شریف اس محبت ایمانی اور روحانی عقیدت کا اظہار ہے جو ایک خوش بخت مسلمان سید دو عالم ﷺ کے حضور پیش کرتا ہے۔ اس لئے جن کلمات میں نثر یا نظم کی طرز پر پیش کرے، جائز اور درست ہے۔ صرف اتنا خیال رہے کہ حدود ادب سے تجاوز نہ ہو اور نہ ہی شان خداوندی کا تقابل پیدا ہو۔ مادح دربار نبوت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے: ''دَعْ مَا ادَّعَتِ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّھِمْ، وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ فِیْہِ مَدْحًا وَاحْتَکِمْ'' عیسائیوں کی طرح سید دو عالم ﷺ کو شریک خداوند قدوس نہ بنانا باقی جو چاہتا ہے حضور انور ﷺ کی مدح میں کہنے کا شرف حاصل کر لے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

مخواں اُو را خدا از بہر امر شرع و حفظِ دین　　　دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش انشا کن

''حضور انور ﷺ کو خدائی صفات سے موصوف نہ کر کہ شریعت کا یہی حکم ہے۔ اس کے علاوہ جو وصف اور نعت حضور ﷺ کی شان میں کہہ سکتا ہے، کہتا رہ۔''

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سید دو عالم ﷺ کے حضور ''فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ اور فِدَاکَ زَوْجِیْ'' جیسے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے کلمات سے اپنی تسکین قلبی کا کچھ سامان مہیا کیا اور کہیں حضور انور ﷺ کی قسم کھاتے ہوئے یوں بھی کہا: ''وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ'' (ﷺ) بعض روایات میں ''وَصَانِیْ خَلِیْلِیْ'' سے بھی حُب نبوی سے مزین کلمات کو بیان فرمایا ہے۔ اس لئے محبت ایمانی اور عقیدت روحانی کی بنا پر بہترین پیرایہ اختیار کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اپنے نبی پر بہترین طرز اور اچھے پیرائے میں درود بھیجو۔'' (جواہر البحار ج ۳ ص ۸۳۰)

چنانچہ عشاق اور خُدّام نے مقدور بھر جس انداز اور طرز اور کلمہ کو تلاش کر سکے اسے بیان کرنے کا شرف حاصل کیا۔ حضور انور ﷺ کے حضور شاعر دربار نبوت مؤید بہ روح القدس حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو عقیدت کے پھول نچھاور کئے ہیں، ان ہی میں یہ بھی ہے ؎

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ　　　وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

''اور آپ ﷺ سے زیادہ حسین آج تک میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت آج تک پیدا نہ ہوا۔''

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ　　　کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

''آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے گویا کہ جس طرح آپ ﷺ نے پسند فرمایا اسی طرح آپ ﷺ کو پیدا کیا گیا۔''

چنانچہ درود و سلام کے کئی کلمات ہزاروں کی تعداد میں امت نے تالیف کئے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جن کی پسندیدگی کی سند سید دو عالم ﷺ نے خواب میں عطاء فرمائی ہے۔ یہاں صرف دو درود شریف لکھے جاتے ہیں۔

۱...... بیہقی نے ابوالحسن شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا اپنا خواب نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے رسالہ میں درود لکھا ہے: ''صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ'' آپ ﷺ کی طرف سے ان کو کیا بدلہ دیا گیا ہے؟ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے یہ بدلہ دیا گیا ہے کہ وہ حساب کے لئے نہیں روکے جائیں گے۔ (فضائل درود شریف از شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲۳)

۲...... سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کے زمانہ میں ایک عالم دین متقی اور پرہیزگار کافی مقروض اور تنگدست ہو گیا۔ خواب میں سید دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو حضور انور ﷺ نے اس کو ارشاد فرمایا کہ وہ سلطان محمود کے پاس جا کر یہ کہے کہ اس کو جناب رسول کریم ﷺ نے اس کے پاس امداد اور اعانت کے لئے بھیجا ہے۔ اگر سلطان تجھے سچا نہ سمجھے تو اس سے یہ کہہ دے کہ تو سید دو عالم ﷺ پر مندرجہ ذیل درود شریف پڑھتا ہے اور اس کا علم صرف تجھے اور سید دو عالم ﷺ کو ہے۔ چنانچہ سلطان محمود نے اس کا بہت احترام کیا اور اس کی امداد کی۔ (روح البیان ج ۷ ص ۲۳۴)

یہ درود شریف میرے والد ماجد محی الدین قاضی غلام جیلانی رحمہ اللہ نے طبع فرما کر لوجہ اللہ تقسیم فرمایا جو درج ذیل ہے: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الْعَصْرَانِ وَکَرَّ الْجَدِیْدَانِ وَاسْتَقَلَّ الْفَرْقَدَانِ وَبَلِّغْ رُوْحَهٗ وَ اَرْوَاحَ اَهْلِ بَیْتِهٖ مِنَّا التَّحِیَّةَ وَالسَّلَامَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ کَثِیْرًا''

ف: چونکہ معتزلہ اور دوسرے گمراہ فرقے حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں، اس لئے وہ درود شریف پڑھنے سے محروم ہیں۔ الحمد للہ اہل السنۃ والجماعت کو یہ سعادت حاصل ہے اور یہی اہل السنۃ کی علامت ہے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ اہل السنۃ سید دو عالم ﷺ پر درود زیادہ پڑھتے ہیں۔ (القول البدیع ص ۶۰)

سیرت مقدسہ کا اعجازی پہلو

یہ وہ عنوان ہے جس پر آج سے تقریباً بیس سال پہلے دار العلوم دیو بند کے ماہوار ترجمان رسالہ دار العلوم میں کئی اقساط میں لکھا گیا تھا۔ کیونکہ یہ عنوان تو سیرت سید دو عالم ﷺ کا عظیم اعجازی عنوان ہے۔ اس عنوان کا مطلب یہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ اس فانی دنیا سے سفر کرنے کے باوجود اپنی امت کے سعادت مندوں کو خواب میں شرف زیارت بخشتے ہیں اور کبھی کبھی بیداری میں بھی یہ شرف عطاء فرماتے ہیں اور یہ خواب میں نظر آنا اور کسی بات کی اطلاع دینا عام اموات کے لئے بھی ثابت اور جائز ہے۔ جیسا کہ مشہور تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''فَکُلُّ مَا اَخْبَرَ بِهِ الْمَیِّتُ عَنْ نَفْسِهٖ اَوْ عَنْ غَیْرِهٖ فَهُوَ حَقٌّ لِاَنَّهٗ فِیْ دَارِ الْحَقِّ وَخَرَجَ مِنَ الْبَاطِلِ وَمَشْغُوْلٌ عَنْهُ فَلَا یَکْذِبُ فِیْمَا یُخْبِرُ بِهٖ'' پس جس بات کی میت خبر خواب میں دے خواہ اس کے اپنے متعلق ہو یا کسی دوسرے کے متعلق ہو تو وہ حق ہی ہوگی۔ کیونکہ وہ انسان سچے گھر میں پہنچ چکا ہے اور اس باطل سے نکل چکا ہے۔ لہٰذا وہ جھوٹ نہ بولے گا۔ (تعبیر نامہ مطبوعہ مصر ص ۳۴)

عام اموات کے متعلق تو شک و شبہ ہو سکتا ہے مگر سید دو عالم ﷺ کا خواب میں تشریف لانا یا بیداری میں کسی کو شرف زیارت بخشنا بالکل درست ہے۔

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے یہ بھی سید دو عالم ﷺ کی خصوصیت قرار دی ہے کہ آپ ﷺ کی مثالی شکل بھی خواب میں شیطان نہیں بنا سکتا تا کہ خواب میں بھی آپ ﷺ کی طرف کسی بات کی نسبت نہ کر سکے۔ (خصائص ج ۳ ص ۳۲۹)

چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم نے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا ہے کہ: ''مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ فَاِنَّ

الشَّیْطٰنَ لَایَتَمَثَّلُ بِیْ، مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَ لَایَتَمَثَّلُ الشَّیْطٰنُ بِیْ'' جس نے مجھے دیکھا پس اس نے مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری مثالی شکل نہیں بنا سکتا اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس وہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا کیونکہ شیطان میری طرح نہیں بن سکتا۔

یعنی شیطان نہ تو جاگنے میں اور نہ خواب میں آنحضرت ﷺ کی صورت اختیار کرسکتا ہے۔

ف: آنحضرت ﷺ کا خواب میں تشریف لانا اور کسی نیک بخت کا زیارت سے مشرف ہونا اتنا اہم اور بنیادی مسئلہ ہے کہ محدثین حضرات نے اپنی کتابوں میں اس کے لئے علیحدہ ابواب تجویز فرمائے ہیں۔ جیسا کہ امام ترمذی نے شمائل ترمذی میں ایک مستقل باب ''بَابُ مَاجَاءَ فِیْ رُؤْیَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِی الْمَنَامِ'' قائم کرکے اس میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ، طارق ابن اشیم، یزید، ابوقتادہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے......
اور علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوفاء ص ۸۱۰ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابومالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی ارشاد روایت فرمایا۔ یعنی آٹھ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے راوی ہیں۔

اسی باب میں ہے کہ یزید فارسی نے خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کا ذکر کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی۔ اسی طرح آپ ﷺ کو بیداری میں علمائے کرام نے اور علمائے امت نے دیکھا اور یہ اس کثرت سے ثابت ہے کہ اس کا انکار غیر معقول ہے۔ جیسا کہ علامہ بارزی یافعی، جیلی شاذلی، مرسی، قسطلانی وغیرہ ہم اکابر علمائے اسلام نے عالم بیداری میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ (مناوی شرح شمائل ترمذی ص ۲۹۲)

علمائے کرام کی کافی تعداد سے منقول ہے کہ انہوں نے عالم بیداری میں شرف زیارت حاصل کیا اور آپ ﷺ سے ان امور کے متعلق دریافت فرمایا جو ان کے نزدیک قابل غور تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی راہنمائی فرمائی جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا درست نکلا۔ (کتاب مذکورہ ص ۲۹۲)

خواب کی حقیقت، اسلام میں رؤیائے صالحہ

جس طرح آج دین کی اکثر حقیقتوں سے انکار یا ان کا استخفاف محض اس لئے کیا جارہا ہے کہ وہ سمجھ میں نہیں آتی ہیں، اسی طرح نیک خوابوں کا بھی انکار کیا جارہا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں اس کا اجمالی ثبوت کتاب اللہ اور حدیث سے پیش کردیا جائے تاکہ منصف مزاج بھائی اس حقیقت کو سمجھ سکیں۔

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (الیونس: ۶۲ تا ۶۴)'' یاد رکھو اللہ والوں پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ وہ اللہ والے جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہوئے ان کے لئے اس دنیاوی زندگی میں بھی بشارت ہے (نیک خواب) اور قیامت میں بھی بہتری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلموں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔''

اس بشارت سے مراد امام الانبیاء جناب رسول کریم ﷺ کے ارشاد گرامی میں یہ ہے: ''ھِیَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الْمُسْلِمُ اَوْتُرٰی لَہٗ'' بشریٰ سے مراد وہ بہترین خواب ہے جو کسی مسلمان کو آئے یا اس کے بارے میں کسی دوسرے کو آئے۔''

ایک دوسری حدیث میں جناب رسول کریم ﷺ نے خواب کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بہتر خواب نبوت کا ۴۶ واں حصہ ہے۔ بعض روایات میں اس سے زیادہ اور کم تعداد بھی آئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے کے اعتبار سے ہے۔ خواب نبوت کا ۴۶/۱ حصہ کیوں ہے؟ اس کے متعلق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ۲۳ سال تک وحی آتی رہی، اعطاء نبوت سے پہلے چھ ماہ سچی خوابوں کے ذریعہ القا ہوتا رہا۔ چنانچہ چھ ماہ کا عرصہ ۲۳ سال کا ۴۶ واں حصہ ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے دوسری روایت میں ارشاد فرمایا کہ نبوت تو اب ختم ہو چکی ہے مگر رویائے صادقہ باقی ہیں اور رہیں گی۔

رؤیائے صادقہ معتزلہ کے ہاں

یہ مسئلہ تمام اہل اسلام کے ہاں اجماعی مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں اور اپنے بعض بندوں کو سچی خوابیں دکھاتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ''وَالَّذِینَ ذُکِرَ عنھُم اِنکَارُ کَرَامَاتِ الْاَوْلِیَاءِ مِنَ الْمُعْتَزِلَۃِ وَغَیْرِھِمْ کَاَبِیْ اِسْحَاقَ الْاِسْفِرَائِنِیْ وَاَبِیْ مُحَمَّدِابْنِ اَبِیْ زَیْدٍوَکَمَا ذَکَرَ ذٰلِکَ اَبُوْمُحَمَّدِ بْنِ حَزْمٍ لَایُنْکِرُوْنَ الدَّعْوٰتَ الْمُجَابَۃَ وَلَایُنْکِرُوْنَ الرُّؤْیَا الصَّادِقَۃَ فَاِنَّ ھٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَھُوَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْیَخُصُّ بَعْضَ عِبَادِہٖ بِاِجَابَۃِ دُعَائِہٖ اَکْثَرَ مِنْ بَعْضٍ وَیَخُصُّ بَعْضَھُمْ لِمَا یُرِیْہِ مِنَ الْمُبَشِّرَاتِ'' وہ لوگ جو کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہیں جیسا کہ ابو اسحٰق وغیرہ معتزلہ ان کے ہاں بھی دعاؤں کا قبول ہونا اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو سچی خوابوں کا آنا درست ہے، یہ مسئلہ سب مسلمانوں میں اجماعی اور اتفاقی طور سے صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کی دعاؤں کو دوسروں سے زیادہ قبول کرتا ہے اور بعض بندوں کو یہ شرف خصوصی بخشتا ہے کہ ان کو سچی خوابوں سے نوازتا ہے۔ (کتاب النبوات از ابن تیمیہ ص ۲۶۷)

خود جناب رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خواب کو سن کر نہ صرف درست فرمایا بلکہ ان سے شرح محمدی کا ایک عظیم رکن ثابت فرمایا، جو اذان تمام روئے زمین کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ دیتے ہیں اور یہ اذان دین کا ایک بہت بڑا شعار ہے۔ اس کا ثبوت قرآنی آیات سے نہیں بلکہ زمانہ رسول اکرم ﷺ میں گیارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں یہ کلمات بتائے گئے اور آپ ﷺ نے ان کو تسلیم فرما کر حکم اذان ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے: ''اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ اَبِیْ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ مَرَّ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَرَاٰہُ حَزِیْنًا وَکَانَ الرَّجُلُ ذَاطَعَامٍ یَجْتَمِعُ اِلَیْہِ فَانْطَلَقَ حَزِیْنًا لِمَا رَاٰی مِنْ حُزْنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَتَرَکَ طَعَامَہٗ وَمَا کَانَ یَجْتَمِعُ اِلَیْہِ وَمَسْجِدَہٗ یُصَلِّیْ فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذْ نَعَسَ فَاَتَاہُ اٰتٍ فِی النَّوْمِ اَلْحَدِیْثُ بِطُوْلِہٖ'' انصار میں سے ایک آدمی کا گزر امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ کو غمگین پایا۔ یہ آدمی بڑا کھانا کھلانے والا تھا۔ اس کے ہاں بڑا مجمع رہا کرتا تھا مگر وہ یہاں سے جا کر سارے کاموں کو چھوڑ کر اپنی نماز کی جگہ میں علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ نماز پڑھتے پڑھتے اسے اونگھ آ گئی تو خواب میں ایک آدمی نے آ کر اذان کے یہ کلمات سکھا دیئے۔

اسی طرح ابوداؤد میں عبداللہ بن زید عن ابیہ سے نیند میں اذان کے القاء کا قصہ موجود ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان کا طریقہ اور الفاظ القاء کئے گئے جس کو طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ بھی گھر سے فوراً حاضر خدمت نبوت کبریٰ ہوئے اور

عرض کیا کہ اس خدا کی قسم جس نے آپ ﷺ کو سچا رسول بنا کر بھیجا۔ میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا جس طرح زید نے دیکھا ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''فللہ الحمد''

سنن ترمذی اور صحیح ابن حبان میں بھی یہ واقعات صحیح موجود ہیں جن کو فقہ حنفی کی مشہور مستند کتاب (الجواہر المضیہ ج اوّل ص ۵۵ تا ۵۷) میں نقل کیا ہے بلکہ جناب رسول کریم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر اوقات صبح کی نماز کے بعد حاضرین سے پوچھتے کہ کسی نے رات کو خواب دیکھا ہے؟ حضور انور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواب کی تعبیر بھی فرماتے تھے: ''جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دربار پرانوار ﷺ میں پیش کیا کہ میں ایک پودے کے سائے میں بیٹھا ہوا ہوں اور میرے پاس دوات اور کاغذ بھی ہے اور میں سورہ ص لکھ رہا ہوں۔ جب میں سجدہ والی آیت پر پہنچا تو دوات، کاغذ اور اس پودے نے بھی سجدہ کیا اور سجدہ میں یہ کہہ رہے ہیں یا اللہ! اس کی برکت سے گناہوں کا بوجھ اتار دے اور اس کا شکر محفوظ فرمالے اور اجر زیادہ فرمادے۔ اس کے بعد وہ اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔ حضور انور ﷺ نے خواب سن کر فرمایا تو نے بہترین بات دیکھی اور بہتر ہوگی تیری نیند اور تیری آنکھ نے بہتر نیند کی۔ یہ اس نبی علیہ السلام کی توبہ ہے جس کی تلاوت پر اس نے مغفرت کا انتظار کیا۔ ہم بھی اس مغفرت کی امید رکھتے ہیں۔'' (عمل الیوم واللیلہ ص ۲۴۷)

حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نبی رحیم ﷺ کی پیشانی مبارک پر سجدہ کر رہے ہیں۔ جب حضور انور ﷺ کی خدمت میں یہ خواب پیش کی تو آپ نے لیٹ کر فرمایا اپنی خواب کو سچا کر لے۔ تو ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نورانی پیشانی پر سجدہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الرؤیا)

آج بھی نبی کریم ﷺ سعادت مندوں کی راہنمائی فرماتے ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جسے سابق والئی کابل امیر عبدالرحمٰن مرحوم نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں لکھا ہے کہ: ''مجھے ایک بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا جس کے دائیں بائیں چار خوبصورت اور وجیہہ حضرات بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھ سے پہلے ایک شخص پیش ہوا جس نے یہ کہا کہ اگر مجھے بادشاہ بنایا گیا تو میں تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کو گرا کر مساجد بنادوں گا۔ اس پر اسے باہر نکال دیا گیا۔ جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے بھی یہی سوال ہوا تو میں نے کہا میں انصاف کروں گا اور سارے بتوں کو توڑ دوں گا اور کلمہ طیبہ کو سربلند کروں گا۔ میری درخواست کو منظور کر لیا گیا اور مجھے امیر افغانستان ہونے کا یقین ہو گیا۔ مجھے بتایا گیا کہ جس شہنشاہ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے وہ سید دوعالم ﷺ ہیں اور ان کے دائیں بائیں حاضر حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ چنانچہ امیر افغانستان عبدالرحمٰن مرحوم نے افغانستان پر ۱۸۸۰ء تا ۱۹۰۱ء حکومت کی۔

سید دوعالم ﷺ کی رحمت کا ایک واقعہ

''قَالَ عَبْدُالْوَاحِدِ بْنِ اٰدَمَ الطَّوَاوِیْسِیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَمَعَهٗ جَمَاعَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَرَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ مَا وُقُوْفُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَنْتَظِرُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ الْبُخَارِیَّ فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ اَیَّامٍ بَلَغَنِیْ مَوْتُهٗ فِی السَّاعَةِ الَّتِیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ'' (طبقات کبریٰ از سبکی ج ۲ ص ۱۴)

''عبدالواحد بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات (شب عید الفطر) سید دوعالم ﷺ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھڑا ہوا دیکھا تو دربار عالی میں سلام عرض کیا جس کا سید دوعالم ﷺ نے جواب دیا۔ میں نے وہاں قیام فرمانے

کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ میں محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں۔ چند دنوں کے بعد مجھے یہ اطلاع ملی کہ اسی وقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا جس وقت میں زیارت سے مشرف ہوا تھا۔''

ف: امام بخاری کی وفات سمرقند کے قریب خرتنگ نامی قصبہ میں ۲۵۶ھ کو عید الفطر کی رات کو ہوئی اور اسی قصبہ میں عید کے دن لاکھوں مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ کی سعادت حاصل کی اور وہیں آپ کا مزار پرانوار ہے۔

وجود مثالی اور وجود حقیقی

احادیث میں لفظ تمثل آیا ہے، اس کی تشریح بھی ضروری ہے اور ویسے بھی ایک اعتراض بظاہر وارد ہوتا ہے کہ جب ہم دیکھ رہے ہیں کہ جناب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں تو یہ کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ کے بغیر بھی کبھی کبھی دوسری جگہ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ وجود مثالی کو سمجھا جائے۔

دنیا میں ہر چیز کے دو وجود ہیں ایک تو وہ جو ہم کو نظر آ رہا ہے اور ایک وہ جو ہم کو نظر نہیں آتا۔ حقیقی وجود وہی ہے جو ہم کو نظر نہیں آتا۔ جو نظر آتا ہے وہ اس کا لباس ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ: ''ٹھنڈا پانی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک تو وہ حصہ جو ہمیں نظر آ رہا ہے اور ایک وہ جو ہم کو نظر نہیں آ رہا۔ مگر پانی سے مقصود وہی حصہ ہے جو نظر نہیں آتا۔ ایک پیاسا آدمی پانی تو اس لئے پیتا ہے کہ اسے ٹھنڈک پہنچ کر پیاس بجھ جائے۔ اگر وہ پانی گرم ہو تو پانی ہونے کے باوجود پیاسے آدمی کو فائدہ نہیں دے سکتا۔''

تو درحقیقت پانی جس حقیقت کا نام ہے وہ حصہ ہے جو نظر نہیں آتا۔ مگر اس کے خاص آلات سے اس کو علیحدہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی اگر آپ پانی کو تولیں تو وہ مثلاً دو سیر نکلا۔ یہ دو سیر وزن اس پانی کے ظاہری بدن کا ہے اس کے اندر کا وزن علیحدہ ہے۔ یعنی آپ میٹر کے ساتھ اس کو اگر تولیں گے تو وہ جس ڈگری پر ہوگا، یہ اس کے بدن حقیقی کا وزن ہوگا جو نظر نہیں آ رہا، مگر اس میں موجود ہے۔ اسی طرح انسانوں کے وجود حقیقی تو وہ ہیں جو ان کے اعمال کے مناسب ہیں، جو اہل اللہ کو اپنی اصلی صورت میں نظر آ سکتے ہیں اور صاف باطن بزرگ ان سے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''کتاب الْمُنقذ'' میں فرمایا: ''وَهُمْ وَاَرْبَابُ الْقُلُوْبِ فِيْ يَقْظَتِهِمْ يُشَاهِدُوْنَ الْمَلٰئِكَةَ وَاَرْوَاحَ الْاَنْبِيَاءِ وَيَسْمَعُوْنَ مِنْهُمْ اَصْوَاتاً وَيَقْتَبِسُوْنَ مِنْهُمْ فَوَائِدَ'' یہ روحانی لوگ اپنے عالم بیداری میں فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کو دیکھتے ہیں اور ان کی آواز سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ (مناوی ج ۲ ص ۲۹۲)

یا یوں سمجھ لیجئے کہ وجود کی دو موٹی موٹی قسمیں ہیں۔ ایک ''وجود حسّی'' جو سب کو دیکھنے میں نظر آتا ہے اور دوسرا وجود مثالی جو سب کو تو نظر نہیں آتا، مگر بعض کو آ جاتا ہے۔ جیسا کہ فرشتوں کا وجود ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وجود مثالی کی تعریف میں فرمایا: ''کوئی ذات باوجود اپنی حالت وصحت کے کسی دوسری صورت میں ظہور کرے اس کو تمثل کہتے ہیں اور اس دوسری صورت کو مثالی صورت کہتے ہیں۔'' (التکشف ص ۳۱۶)

ف: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے بحث کرتے ہوئے وجود کی پانچ اقسام بیان فرمائی ہیں۔ ان کے ہاں ''وجود مثالی'' ہی ''وجود حسی'' ہے۔ جیسا کہ وہ بیان فرماتے ہیں: ''اَمَّا الْوُجُوْدُ الْحِسِّيُّ فَهُوَ يَتَمَثَّلُ فِي الْقُوَّةِ

الباهرة منَ الْعَيْنِ مِمَا لاوُجُودَ لَهُ خارِجَ الْعَيْنِ فيكُونُ مَوْجُوداً فِي الْحِسّ '' وجود حسی وہ ہے جو آنکھوں میں تو آ جاتا ہے مگر خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا۔ (فیصل التفرقۃ ص ۱۸)

اور یہ وجود مثالی شرعاً معتبر ہے۔ دین میں اس کا اعتبار ہے اور اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے۔ قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کے ذکر میں ہے کہ: حضرت جبریل امین ان کو ایک مرد کی صورت میں نظر آئے۔ آپ سے انہوں نے جو کچھ فرمایا وہ درست نکلا۔ ارشاد قرآنی ہے: ''فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (المریم: ۱۷)''

پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس فرشتے کو پھر بن آیا اس کے آگے آدمی پورا (فرشتہ کا انسانی وجود یہ مثالی تھا)''

اور اسلام کی تو ساری وحی جبریل امین مثالی صورت میں لائے۔ صرف دو بار اپنی ملکوتی صورت میں تشریف لائے اور ایمان، اسلام، احسان کی تعریف کرتے ہوئے جبریل امین ایک اجنبی انسان کی صورت میں تشریف لائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''هٰذَا جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ'' (مشکوٰۃ شریف)

ف: جبریل امین اور دوسرے ملائکہ کو جب کبھی وہ کسی صورت میں حاضر ہوئے، جناب رسول اکرم ﷺ پہچان لیتے تھے اور کبھی کبھی وجود مثالی اس قدر مستحکم اور حقیقی بدن کے مشابہ ہوتا تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام بعض اوقات ان کو پہچان نہ سکے۔ جیسا کہ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن عزیز میں موجود ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں فرشتے حاضر ہوئے تو آپ ان کو مہمان سمجھ کر کھانا لے آئے اور ان کے ہاتھ نہ بڑھانے پر تعجب کرتے ہوئے ان سے فرمایا: ''اَلَا تَاْكُلُوْنَ'' تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو فرشتے ہیں۔ یہ واقعہ قرآن عزیز کی ''سورۃ الذاریات'' میں اور دوسری بعض سورتوں میں موجود ہے۔

اسی طرح جب فرشتے قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس انسانی شکل میں پہنچے تو وہ ان کو نہ پہچان سکے۔ بدکردار قوم کی فاسقانہ حرکتوں پر بہت افسوس کرنے لگے۔ آخر ان مہمانوں نے کہا: ''یالوط انا رسل ربک (الہود: ۸۱)'' اے لوط ہم تو آپ کے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔

تاکہ اس بدکردار قوم کو تباہ کر دیں۔ تب آپ کو اطمینان حاصل ہوا۔

مگر سید دوعالم ﷺ کی یہ بھی خصوصیت عظمیٰ ہے کہ آپ ﷺ فرشتوں کو پہچان لیتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بتا دیتے تھے کہ یہ فرشتے ہیں بلکہ سید دوعالم ﷺ کے روحانی انوار اور تجلیات کی برکت سے غزوہ بدر وغیرہ میں بھی فرشتوں کو دیکھا گیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ''حدیث جبریل'' کو پورا ذکر کر دیا جائے۔

ف: دین اسلام کی ساری بنیاد جس ارشاد سید دوعالم ﷺ پر موقوف اور مبنی ہے، وہ ارشاد عالی وجود مثالی پر موقوف ہے۔ یہ حدیث جس کو اصطلاح میں حدیث جبریل کہا جاتا ہے، تبرکاً واستدلالاً درج کی جاتی ہے: ''عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْاَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَاَنَّكَ

تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال فاخبرنی عن الساعۃ قال ما المسئول عنھا باعلم من السائل قال فاخبرنی عن اماراتھا قال ان تلد الامۃ ربتھا و ان تری الحفاۃ العراۃ العالۃ رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان قال ثم انطلق فلبثت ملیا ثم قال لی یا عمر اتدری من السائل قلت اللہ و رسولہ اعلم قال فانہ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک ایسا مرد نمودار ہوا جس کا لباس بہت زیادہ سفید اور بال بہت زیادہ سیاہ تھے۔ نہ تو وہ مسافر معلوم ہوتا تھا اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا۔ وہ سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں باادب دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا اے محمد آپ مجھے بتائیں اسلام کیا ہے؟ حضور انور ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر اور تو رمضان کے روزے رکھ اور تو طاقت ہونے پر بیت اللہ کا حج کر۔ اس نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا تو ہم نے تعجب کیا کہ پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس نے پھر پوچھا کہ آپ ﷺ مجھے بتائیں ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو اور آخری دن (قیامت) کو مان اور تو ہر اچھی بری تقدیر کو مان، اس نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے پوچھا آپ ﷺ مجھے بتائیں احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اپنے رب کی عبادت اس یقین کے ساتھ کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا پھر آپ ﷺ مجھے قیامت کے متعلق بتائیں؟ اس کے جواب میں حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ یہ میں تجھ سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر اس نے کہا آپ ﷺ مجھے اس کی نشانیاں بتائیں، حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی نشانیاں یہ ہیں کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے اور تو دیکھے کہ وہ لوگ جو پاؤں اور بدن سے ننگے تھے، نادار تھے، بکریوں کے چرواہے تھے، لمبی لمبی عمارتیں بنانے لگ جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر وہ چلا گیا میں کافی دیر خاموش رہا۔ حضور انور ﷺ نے مجھے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ تو جانتا ہے یہ کون تھا؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ اس پر حضور انور ﷺ نے فرمایا یہ جبریل تھا جو تمہارے پاس آیا اور تم کو تمہارا دین سکھا گیا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم و بخاری)

اس واقعہ مبارکہ سے مندرجہ ذیل امور بہ صراحت ثابت ہو رہے ہیں:

۱...... جبریل امین ایک نووارد کی شکل میں تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ فرشتے انسانی شکل، لب ولہجہ، گفتار و رفتار، نشست و برخاست اللہ تعالیٰ کے حکم سے اختیار کر سکتے ہیں۔

۲...... انہوں نے بیٹھ کر چند سوالات کئے جن کے جوابات امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے دیئے۔

۳...... جبریل امین کو سب حاضرین مجلس نے دیکھا اور ان کی بات چیت کو سنا۔

۴...... سید دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''ھذا جبریل اتاکم یعلمکم دینکم'' یعنی یہ پردیسی معلوم ہونے والا فرشتوں کا سردار جبریل امین تھا اور اس لئے آیا تھا کہ تم کو تمہارا دین سکھا جائے۔ اس نے پوچھا اور میں نے جوابات دیئے۔

۵...... جبریل امین کا یہ وجود وجود اصلی نہیں تھا، اس کو ملاحظہ تو سید دو عالم ﷺ نے صرف دو مرتبہ کیا تھا۔ باقی جب بھی جبریل حاضر خدمت ہوئے وجود مثالی میں یا وجود روحانی میں حاضر ہوئے۔ کبھی دوسروں کو کچھ نظر نہیں آیا۔ مگر امام الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ جبریل حاضر ہے۔

اسی طرح وجود مثالی کا متعدد مکانات میں ایک وقت ظہور کر دینا یہ بھی جائز اور ممکن ہے جیسا کہ ایک انسان کے ارد گرد مثلاً دس آئینے رکھ دیئے جائیں تو وہ بیک وقت دس آئینوں میں نظر آئے گا اور آج کی جدید ترقیات نے تو اس کو ممکن نہیں بلکہ امر واقع بنا دیا ہے۔ سید دو عالم ﷺ کے کئی ارشادات میں وجود مثالی اور اس کے تعدد کا ذکر ہے۔ صرف ایک ارشاد عالی نقل کیا جاتا ہے: ''عن قرة المزني ان رجلا كان ياتي النبي ﷺ ومعه ابن له فقال له النبي ﷺ اتحبه فقال يا رسول الله ﷺ احبك الله كما احبه ففقده النبي ﷺ فقال ما فعل ابن فلان قالوا يا رسول الله ﷺ مات فقال رسول الله ﷺ اما تحب ان لا تاتي بابا من ابواب الجنة الا وجدته ينتظرك فقال رجل يا رسول الله ﷺ له خاصة ام لكلنا قال بل لكلكم'' قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک چھوٹے بچے کے ساتھ حاضر ہوا کرتا تھا۔ حضور انور ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تجھے اس کے ساتھ محبت ہے؟ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس طرح اس کے ساتھ محبت ہے، اسی طرح آپ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنائے، کچھ دن وہ بچہ سید دو عالم ﷺ نے نہ دیکھا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ وہ بچہ کیوں نہیں آتا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو فوت ہو چکا ہے (اور اس کا باپ بڑا غمزدہ ہے) تو سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ جنت کے جس دروازے سے تو آئے تو اس بچے کو اپنے استقبال کے لئے انتظار کرنے والا پائے۔ یہ بشارت سن کر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ بشارت صرف اسی کے لئے ہے یا سب امت کے لئے ہے؟ فرمایا نہیں تم سب کے لئے ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد باب البکاء علی المیت فصل ثالث)

تشریح: یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اس روایت میں مندرجہ ذیل امور واضح ہیں:

۱...... مسلمان کی نابالغ اولاد اس کی شفاعت کرے گی۔ (جیسا کہ دوسری روایات میں بھی ہے)

۲...... اس بچے کے استقبال کی شہادت سید دو عالم ﷺ نے دی۔

۳...... وہ بچہ جنت کے ہر دروازہ پر اپنے باپ کا استقبال کرے گا۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ جیسا کہ سید دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے: ''في الجنة ثمانية ابواب'' (مشکوٰۃ کتاب الصوم) تو بیک وقت نابالغ اولاد اپنے والدین کا انتظار جنت کے آٹھوں دروازوں میں کرے گی۔ یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ وجود مثالی متعدد ہو سکتے ہیں اور ان کا وہی حکم ہے جو وجود حقیقی کا ہے۔

۴...... قیامت کے دن اسی دنیاوی بدن کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''وفيه اشارة الى خرق العادة من تعدد الاجساد المكتسبة حيث ان الولد موجود في كل باب من ابواب الجنة'' (مرقاۃ ج ۴ ص ۱۰۹)

ف: وجود صرف اس ظاہری ڈھانچے کا نام نہیں بلکہ وہ مخلوق بھی موجود ہے جو ہم کو تو نظر نہیں آتی مگر اللہ تعالیٰ کے ان احکام کی تعمیل کرتی رہتی ہے جن کا تعلق انسان کے ساتھ ہے اور یہ احکام اسی نظر نہ آنے والی مخلوق (فرشتوں) کے ذریعہ سے انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک بلکہ موت کے بعد برزخ اور قیامت تک بھی نافذ ہوتے رہیں گے۔ جیسا کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق ان خلق احدكم يجمع في بطن امه اربعين يوما نطفة ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون

مضغۃ مثل ذلک ثم یبعث اللہ الیہ ملکا باربع کلمات فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی او سعید ثم ینفخ فیہ الروح" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم سے سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا (اور حضور انور ﷺ نے جو بھی فرمایا وہ سچ ہی فرمایا اور آپ ﷺ کے ہر ارشاد کو سچا ہی مانا گیا ہے) کہ تم میں سے ہر ایک کی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تو پانی کی بوند کی شکل میں رہتی ہے۔ پھر اسی طرح چالیس دن وہ جمے ہوئے خون کی طرح رہتا ہے۔ پھر چالیس دن گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے کہ وہ جا کر چار باتیں لکھ دے۔ پس وہ فرشتہ اس کا عمل اس کی روزی لکھتا ہے اور یہ بھی کہ یہ سعادت مند ہوگا یا بد بخت۔ اس کے بعد اس میں روح کو پھونکا جاتا ہے۔" (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

ف: اس ارشاد کو روایت کرنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان اور یقین کا اظہار فرمایا کہ بظاہر یہ بات اگرچہ سمجھ میں نہ آسکتی ہو کہ فرشتہ کس طرح تین پردوں میں پہنچ جاتا ہے۔ (قرآن عزیز میں ارشاد فرمایا: "ظلمت ثلث (زمر: ٦)" اور وہاں کس طرح لکھتا ہے مگر جس ذات عالی نے یہ فرمایا ہے وہ سچ فرمانے والی ہے۔ ان کے بارے میں تو دشمنوں نے بھی یہ شہادت دی ہے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ (ابوسفیان نے اسلام لانے سے پہلے ہرقل کے سامنے یہ بات بیان کی ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے ہمیشہ سچ ہی فرمایا ہے) تو اگر انسانوں کو یہ سارا منظر نظر نہیں آتا تو کیا اس پر ایمان نہ لایا جائے گا بلکہ ایمان لانا ضروری ہے ورنہ اسلام نہ ہوگا۔ (اَعَاذَنَا اللہُ مِنْہُ)

بلکہ جیسا کہ ہر انسان موت کے وقت فرشتوں کو دیکھتا ہے نیک انسانوں کے ساتھ فرشتے کلام کرتے ہیں بشارت دیتے ہیں اور بروں کو درشت کلمات کہتے ہیں، ان کو مارتے ہیں۔ قرآن عزیز نے فرمایا: "اَلَّذِینَ تَتَوَفَّاھُمُ الْمَلَائِکَۃُ ظَالِمِی اَنْفُسِھِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْءٍ (النحل: ٢٨) اَلَّذِینَ تَتَوَفَّاھُمُ الْمَلَائِکَۃُ طَیِّبِینَ یَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَیْکُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (النحل: ٣٢)" فرشتوں کو دیکھ کر سرکشوں کی اطاعت کا اظہار اور مطیع لوگوں کا سلام سے مشرف ہونا، اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس عالم فرنی سے رخصت پر ان کو فرشتے نظر آجاتے ہیں مگر دوسرے انسانوں کو نظر نہیں آتے۔

ف: ان کا تعلق قیامت سے نہیں بلکہ موت کے وقت سے ہے جیسا کہ شارح مشکوٰۃ مولانا محمد ادریس دیوبندی نے فرمایا ہے کہ:

١...... میں نے اپنے شیخ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ ایک قریب المرگ انسان نے کہا وعلیکم السلام یہاں بیٹھئے اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

٢...... حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جس روز وصال ہو رہا تھا، فرمایا کہ آج مجھے ایسی مخلوق نظر آرہی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن، اس کے بعد فوت ہو گئے۔

٣...... محمد بن واسع نے موت کے وقت فرمایا: اے میرے رب کے فرشتو خوش آمدید! اس کے بعد انتقال فرمایا۔

٤...... بلکہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس فرشتے زندگی میں بھی مثالی بدن کے ساتھ آیا کرتے تھے۔

٥...... حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بخاری اور مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "وہ ایک رات کو سورۃ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور آپ کے پاس آپ کا بیٹا یحییٰ بھی تھا۔ جب کہ آپ کا گھوڑا بھی قریب ہی بندھا ہوا تھا۔ جب آپ کی تلاوت کے درمیان آپ کا گھوڑا تین دفعہ بدکا تو آپ نے اپنے بیٹے کو پیچھے کر کے جب

آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آپ کے سر پر ایک سائبان تنا ہوا ہے اور اس میں چراغ سے روشن ہیں۔ جب صبح یہ سارا عجیب واقعہ دربار سید دو عالم ﷺ میں ذکر کیا تو حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''اَتَدْرِیْ مَاذَاکَ'' کیا تجھے پتہ ہے وہ چیز کیا تھی؟ ''قَالَ لَا'' آپ نے عرض کیا نہیں، سید دو عالم ﷺ میں نہیں جانتا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تِلْکَ الْمَلٰئِکَةُ دَنَتْ لِصَوْتِکَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَاَصْبَحَتْ یَنْظُرُ النَّاسُ اِلَیْهَا لَا تَتَوَارٰی مِنْهُمْ'' یہ تو فرشتے تھے جو تیری آواز کو سن کر قریب ہو گئے تھے۔ اگر تو صبح تک پڑھتا رہتا تو یہ نہ چھپتے اور سب لوگ ان کو دیکھ لیتے۔ (مشکوٰۃ)

سوال: یہ تو فرشتے کا حال ہے انسان کا وجود مثالی میں ہونا ثابت کیجئے۔

جواب: وجود مثالی سب کے لئے ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کئی انسانوں کو بھی وجود مثالی میں دیکھا ہے۔ جیسا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے متعلق جب کہ وہ گھر میں سو رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

۱...... ''رَاَیْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ حَبْوًا'' میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا کہ وہ جھک کر جنت میں داخل ہوا۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ بات آپ ﷺ نے خواب میں دیکھی ہے بلکہ یہ واقعہ جاگتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی آنکھ مبارک سے دیکھا۔ (جواہر الغوالی ص ۱۳۴)

سید دو عالم ﷺ نے فرمایا:

۲...... ''اُرِیْتُ الْجَنَّةَ فَرَاَیْتُ امْرَاَةَ اَبِیْ طَلْحَةَ'' مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے اس میں ابوطلحہ کی بیوی کو دیکھا۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام سلیم کے نام سے مشہور تھیں۔ ان کا نکاح اسلام لانے سے پہلے مالک بن نضر سے ہوا، جس سے حضرت انس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ مالک کفر میں مارا گیا اور یہ مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے انکار کر دیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر پھر آپ نے فرمایا کہ میں اب تجھ سے نکاح کر لیتی ہوں اور تجھ سے اسلام کی وجہ سے کوئی حق مہر نہیں لیتی۔ چنانچہ آپ کے ساتھ نکاح ہو گیا۔ آپ کی وفات ۱۱ھ کو ہوئی۔ ام سلیم سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔ (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۱۱)

۳...... حضور انور ﷺ نے حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی جنت میں قرآن حکیم کی قرأت کو سنا۔

''عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِیْهَا قِرَاْءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ کَذٰلِکُمُ الْبِرُّ کَذٰلِکُمُ الْبِرُّ وَکَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے قرآن پڑھنے کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا حارثہ بن نعمان ہے تم کو ایسی ہی نیکی کرنی چاہئے تم کو ایسی ہی نیکی کرنی چاہئے اور یہ حارثہ اپنی ماں کے بہت زیادہ خدمت گزار تھے۔ (مشکوٰۃ باب البر والصلہ)

سید دو عالم ﷺ نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو نہ صرف جنت میں دیکھا بلکہ ان کی قرأت کو بھی سنا اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ مشاہدہ بیان فرما کر اس انعام کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ حارثہ اپنی ماں کے بہت فرمانبردار تھے۔

ف: حارثہ رضی اللہ عنہ سید دو عالم ﷺ کے صحابی ہیں۔ سب غزوات میں شریک ہوئے۔ یہ وہ خوش بخت ہیں جنہوں نے جبریل امین کو حضور ﷺ کے ساتھ انسانی شکل میں بیٹھا ہوا دیکھا اور ان کو سلام کہا۔ سید دو عالم ﷺ نے حارثہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جبریل نے بھی تیرے سلام کا جواب کہا ہے۔ (مرقاۃ)

۴...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جناب رسول کریم ﷺ نے کئی مرتبہ جنت میں دیکھا اوران کی جوتیوں کی آواز بھی سنی۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے: ''عَنْ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَدَعَا بِلَالاً فَقَالَ بِمَا سَبَقْتَنِيْ اِلَى الْجَنَّةِ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ اِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ اَمَامِيْ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا اَذَّنْتُ قَطُّ اِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَمَا اَصَابَنِيْ حَدَثٌ قَطُّ اِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهُ وَرَاَيْتُ اَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِهِمَا''

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ تو کون سے عمل کی بدولت جنت میں مجھ سے پہلے جا پہنچا۔ اس لئے کہ جب کبھی جنت میں داخل ہوتا ہوں تو تیری جوتیوں کی آواز سنتا ہوں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت جب کبھی اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نفل پڑھتا ہوں اور جب کبھی نیا وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز نفل پڑھنا لازمی سمجھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو یہ بات ان دونوں کی وجہ سے ہے۔ (مشکوۃ باب التطوع)

اب یہ بات کہ بدن ایک جگہ ہو تو دوسری جگہ وجود مثالی کس طرح ظاہر ہوسکتا ہے سمجھ میں آ چکی ہوگی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کا دوسرے مقامات پر نظر آ سکنا درست ہے۔ جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''وَالْجَوَابُ اَنَّهُ مُمْكِنٌ'' (فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴)

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا روح مبارک کبھی وجود مثالی کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا ہے اور کبھی بیداری میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صوفیاء کا قول ہے کہ دونوں طرح زیارت ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو بعینہ ذات اقدس کی زیارت ہوتی ہے۔ (خصائل ص ۲۶۰)

کیونکہ آنحضرت ﷺ کا خاصہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی روح کو اپنے بدن مبارک میں ظاہر فرما سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے مشاہدات میں بیان فرمایا ہے۔ (فیوض الحرمین از شاہ صاحب ص ۳۲)

ف: قیوم دوراں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اس مسئلہ پر اپنے علمی اور روحانی انداز میں مندرجہ ذیل ارشاد فرمایا ہے: ''باید دانست ممکن کہ در مقامات قرب الٰہی جل سلطانہ پا از دائرہ امکان بیرون ے نہد ازل و ابد را متحد می یابد حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام وتحیۃ در شب معراج در مقامات عروج یونس علیہ السلام را در بطن ماہی یافت وطوفان حضرت نوح علیہ السلام موجود بود باید فہمید کہ ایں حالت مر جسد پیغمبر و روح ایشاں را شدہ بود۔'' یہ جاننا چاہئے کہ ممکن جب کہ باری تعالیٰ کا مقرب بن کر دائرہ امکان سے قدم باہر رکھتا ہے تو وہ ماضی اور مستقبل کو برابر پاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے شب معراج یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا اور طوفان نوح علیہ السلام کو بھی اسی طرح بپا دیکھا۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ حالت آپ ﷺ کی جسمانی تھی اور روحانی بھی۔ یعنی اسی جسم اطہر اور انہی مبارک آنکھوں سے یہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا تھا۔ (مبداء ومعاد ص ۴۱)

خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا فیصلہ

استاذ العلماء حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''وَقَدْ تَكُوْنُ رُوْحُهُ الْمُبَارَكَةُ بِنَفْسِهَا مَعَ الْبَدَنِ الْمِثَالِيِّ لَمْ قَدْ تَكُوْنُ يَقْظَةً اَيْضًا كَمَا اَنَّهَا قَدْ تَكُوْنُ مَنَامًا وَيُمْكِنُ عِنْدِيْ رُؤْيَتُهُ ﷺ يَقْظَةً لِمَنْ رَزَقَهُ اللهُ

سُبْحَانَہٗ کَمَا نُقِلَ عَنِ السُّیُوْطِیِّ اِنَّہٗ رَأی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِثْنَیْنِ وَعِشْرِیْنَ مَرَّۃً وَسَاَلَہٗ عَنْ اَحَادِیْثَ ثُمَّ صَحَّحَہَا بَعْدَ تَصْحِیْحِہٖ ﷺ وَالشَّعْرَانِیُّ اَیْضًا کَتَبَ اَنَّہٗ رَاٰی ﷺ وَقَرَأَ عَلَیْہِ الْبُخَارِیَّ فِیْ ثَمَانِیَۃٍ رُفْقَۃٍ مَعَہٗ ثُمَّ سَمَّاہُمْ وَکَانَ وَاحِدٌ مِّنْہُمْ حَنَفِیًّا وَکَتَبَ الدُّعَاءَ الَّذِیْ قَرَأَہٗ عِنْدَ خَتْمِہٖ فَالرُّؤْیَۃُ یَقْظَۃً مُتَحَقِّقَۃٌ وَاِنْکَارُہَا جَہْلٌ ثُمَّ عِنْدَ مُسْلِمٍ فِیْ لَفْظٍ اٰخَرَ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ'' اور آنحضرت ﷺ کی روح مبارک اپنے مثالی بدن کے ساتھ رونما ہوا کرتی ہے اور یہ زیارت کبھی بیداری میں بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ نیند میں ہوتی ہے اور میرے نزدیک آپ ﷺ کا بیداری میں دیکھنا ہو سکتا ہے جس کے نصیب میں اللہ کریم کر دے۔ جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پایا جاتا ہے کہ آپ نے ۲۲ دفعہ حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ سے چند احادیث کے بارے میں پوچھا اور پھر ان کی تصحیح بھی فرمائی۔ اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانی نے بھی لکھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ کے سامنے بخاری شریف پڑھی۔ آپ ﷺ کے ساتھ آٹھ ساتھی بھی تھے، جن کے نام تک امام شعرانی نے بتائے ہیں۔ ان آٹھ دوستوں میں سے ایک حنفی بھی تھا۔ امام شعرانی نے وہ دعا بھی تحریر فرمائی جو بخاری کے ختم پر تھی۔ پس آپ کا جاگتے ہوئے دیکھ لینا ثابت ہے۔ اس کا انکار کرنا نادانی ہے۔ صحیح مسلم میں ایک روایت میں تصریح موجود ہے کہ مجھ کو بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴)

ف: خود سید دو عالم ﷺ نے خواب میں بعض روایات کی تصدیق فرمائی ہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ ''بَابُ مَا یَقُوْلُ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ وَالْمَنَامِ'' میں ابو عیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی صبح و شام مندرجہ ذیل دعا پڑھے گا، اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا اور دس برائیاں ختم ہو جائیں گی اور دس درجے بلند ہوں گے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ رہے گا۔ ایک مرد کو حضور انور ﷺ کی زیارت ہوئی تو آپ نے اس روایت کی تصدیق فرما دی۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد و ابن ماجہ)

حکیم الامت حضرت شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بعض صوفیاء کے کلام میں بعض عبارتیں بعنوان حدیث پائی جاتی ہیں جن پر اکثر اہل ظاہر ان حضرات کو وضاع حدیث سمجھتے ہیں۔ مگر حاشا و کلا جو ایسے کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہوں بلکہ توجیہ اس کی یا تو یہ ہے کہ کشف المنام میں انہوں نے حضور پرنور ﷺ سے کچھ ارشادات سنے ہوں، اس لئے ان کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیا۔ خود محدثین نے حدیث منامیہ کو لفظ حدیث سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ امام صنعانی نے شارق میں یہ حدیث: ''اِذَا وُضِعَ الْعِشَاءُ'' (الحدیث) منام کے طریق سے نقل کی ہے۔'' (التکشف مطبوعہ در حیات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۴۶)

دُرِّ ثمین یعنی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خوابی چہل حدیث

نوٹ: حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و تعلم کا ایک ذریعہ خواب کو بھی قرار دیا ہے جس پر اپنی مشہور کتاب ''الفوز الکبیر'' میں مدلل بحث فرمائی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت ﷺ سے بالمشافہ اور عالم خواب میں احادیث سنیں۔ بعض کی اصلاح فرمائی جن کو رسالہ کی صورت میں مرتب فرمایا اور اس کا نام درثمین رکھا۔ یہ اصل رسالہ ۱۳۰۸ھ کو

حضرت شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے نواسے مولوی ظہیر الدین عرف سید احمد نے مدرسہ عزیزیہ سے شائع کیا تھا۔ آج بھی کتب خانوں میں یہ رسالہ موجود ہے۔ اس میں تین قسم کی سندیں ہیں:

۱...... جن میں شاہ صاحب اور حضور انور ﷺ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

۲...... جن میں ایک واسطہ ہے۔

۳...... جن میں ایک واسطہ سے زیادہ واسطے ہیں۔

اس رسالہ کا ترجمہ اردو زبان میں مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری نے کیا۔ تبرکاً ایک حدیث کو درج کیا جاتا ہے: ''شاہ صاحب بالسند شیخ محمد بن الرحمٰن شارح مختصر الخلیل کا قصہ بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم شیخ عارف باللہ تعالیٰ عبدالمعطی تونسی کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے چلے۔ جب روضہ شریف کے قریب پہنچے تو شیخ عبدالمعطی کو دیکھا کہ چند قدم چلتے پھر کھڑے ہو جاتے، یہاں تک کہ حضور انور ﷺ کے روضہ انور کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کچھ ایسا کلام کیا جس کو ہم نہ سمجھے۔ جب ہم واپس ہوئے تو ان سے دریافت کیا کہ آپ بار بار کیوں کھڑے ہوتے تھے؟ جواب میں فرمایا کہ حضور انور ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہتا تھا۔ جب آپ ﷺ فرماتے تھے تو میں کچھ آگے بڑھ کر رک جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ اپنی صحیح (بخاری میں) آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کیا وہ سب صحیح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا صحیح ہے۔ میں نے عرض کیا صحیح بخاری کو آپ ﷺ سے روایت کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے روایت کرو۔''

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالمعطی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محمد بن خطاب کو روایت بخاری کی اجازت دی اور اسی طرح ہر استاد نے اپنے شاگرد کو اجازت دی۔ سید احمد بن عبدالقادر نے شیخ نخلی کو اسی سند سے روایت کرنے کی اجازت دی۔ سید احمد بن عبدالقادر نے شیخ ابو طاہر کو اجازت دی اور انہوں نے مجھے اجازت دی۔ (اس کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) میں نے اس حدیث شریف کو شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ صاحب دہلوی کے ہاتھ سے لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اس میں صحیح بخاری کے ساتھ صحیح مسلم کا بھی ذکر ہے۔ یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں کی اجازت رسول کریم ﷺ سے حاصل کی۔''

ف ۱: یہ کتابیں در ثمین اور فیوض الحرمین اکابر دیو بند کے ہاں معتبر اور مستند ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حوالہ جات کو نقل فرمایا ہے۔ (حاشیہ کوکب دری ج دوم ص ۲۱۱)

ف ۲: حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ نہ صرف برصغیر کے محسن عظیم ہیں بلکہ آپ کی علمی اور روحانی برکات کا دائرہ تمام ممالک اسلامیہ تک وسیع ہے۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن حکیم کا فارسی زبان میں ترجمہ فرمایا۔ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دو شرحیں لکھیں اور ''حجۃ اللہ البالغہ'' جیسی پر از حکمت اسلامیہ کتاب تحریر فرمائی۔

حجۃ اللہ فی الارض الامام الشاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشاہدات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے متعلق حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تاثر بالفاظ قطب عالم حضرت مدنی قدس سرہ العزیز یہ ہے کہ: ''مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کی سیر مثل کف دست کرائی میں نے اپنے زمانے میں شاہ ولی اللہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔'' (الفرقان ولی اللہ نمبر)

یہی حضرت ولی اللہ فرماتے ہیں مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے یہ نعمت بھی عطاء فرمائی کہ مجھے توفیق دی حج بیت اللہ اور زیارت رسول اللہ ﷺ کی ۱۱۴۳ھ میں اور اس سے بڑی نعمت یہ ملی کہ میرا حج مشاہدہ کے ساتھ ہوا اور معرفت کے ساتھ۔ (مقدمہ فیوض الحرمین)

اس کی تفصیل اپنے مشاہدہ نہم میں فرماتے ہیں: ''اور میں نے دیکھا آنحضرت ﷺ کو اکثر امور میں اسی صورت میں جس میں آپ ﷺ تھے بار بار باوجودیکہ میری کمال آرزو تھی کہ روحانیت میں دیکھوں جسمانیت میں نہ دیکھوں آنحضرت ﷺ کو، مجھ کو دریافت ہوا کہ آپ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم میں کرنا اور یہی بات جو فرمایا آپ ﷺ نے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نہیں مرتے اور نماز پڑھا کرتے ہیں اپنی قبور میں اور وہ زندہ ہیں اور جو جو فرمایا ہے اور جب میں نے آپ پر درود پڑھا تب ہی مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظاہر ہوئے اور یہ اس واسطے کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔'' (فیوض الحرمین)

یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اپنے تمام علوم کو دربار سید دوعالم ﷺ کا ترتیب یافتہ تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ''مجھ کو سالک بنایا خود رسول اللہ ﷺ نے اور آپ ﷺ نے تربیت فرمائی۔ پس میں اویسی ہوں اور شاگرد ہوں حضرت ﷺ کا بلا کسی واسطہ کے۔'' (مشاہدہ نمبر ۱۷)

ف: ''فیوض الحرمین'' اکابر علمائے دیوبند کے ہاں مستند اور معتبر کتاب ہے۔ جیسا کہ قطب الارشاد والتکوین حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے حج بیت اللہ سے پہلے زیارت مدینہ منورہ کرنے کا مشورہ دیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ''فیوض الحرمین'' کا مطالعہ بھی کر ڈالئے۔ (مکاتیب ج ۱ ص ۱۲۹)

سوال: اگر یہ مان لیا جائے کہ جناب رسول کریم ﷺ کی زیارت خواب اور بیداری میں ہوسکتی ہے تو اس سے بہت سے مفاسد کا دروازہ کھلنے کا امکان ہے۔ مثلاً کوئی فاسق فاجر یہ کہہ دے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا ہے کہ تم نماز نہ پڑھو تو اب اس کا کیا جواب ہوگا؟

جواب: جناب رسول اکرم ﷺ خداوند کریم کے مقرب خاص ہیں۔ وہ تو نیند میں بھی نہ کوئی غیر موزوں فعل فرماسکتے ہیں اور نہ اس کا حکم فرماتے ہیں۔ صحیح احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے خواب میں دو بھائیوں کو دیکھا۔ ان میں سے چھوٹے کو مسواک دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو آپ ﷺ کو فرمایا گیا ''کبّر'' یعنی بڑے بھائی کو مسواک دے۔

یہ حدیث بخاری میں موجود ہے۔ چہ جائیکہ وہ خود کسی کو غیر مشروع بات یا کام کا حکم ارشاد فرمادیں۔ اس لئے ایسے آدمی کی بات کو تسلیم نہ کیا جائے گا بلکہ یہ اس کی سمجھ اور یادداشت کا قصور ہوگا۔

جیسا کہ محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مندرجہ ذیل حکایت نقل فرمائی ہے: ''شیخ علی متقی صاحب ''کنز العمال'' (م ۹۷۵ھ) کے زمانہ میں ایک آدمی نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اس سے فرمارہے ہیں۔ اشرب الخمر (شراب پیا کر) یہ خواب اس نے علی متقی کے سامنے پیش کردیا۔ حضرت شیخ نے جواب میں فرمایا کہ آپ ﷺ نے دراصل یوں فرمایا ہے: ''لاتشرب الخمر'' (شراب نہ پیا کر) مگر تجھے یہ خواب نیند کی وجہ سے یاد نہ رہا۔ جیسا کہ دن میں بھی انسان بھول جاتا ہے، کیا تو شراب پیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں میں شراب پیتا ہوں تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تجھے رسول اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔'' (فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۳)

نیز شرعی احکام کے لئے تو جناب رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ اس لئے انہی پر عمل کیا جائے اور انہی کے مطابق تعبیر کی جائے گی۔

سوال: آنحضرت ﷺ کا حلیہ مبارک مخصوص طور پر کسی کو پورا یاد نہیں رہتا۔ اس لئے جب آپ ﷺ کی زیارت کسی دوسری صورت میں ہو تو اس کو کس طرح سمجھا جائے گا کہ یہ آپ ہی ہیں؟

جواب: آنحضرت ﷺ مختلف اور متعدد صورتوں میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ''محمد'' ہوں یا دوسرے قرائن سے اس کا علم ہو گیا تو بس وہ آپ ﷺ ہی ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری کے محدث و شارح حدیث ملا علی قاری قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زیارت کسی حالت میں بھی باطل اور غلط نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ آپ ﷺ اپنی اصلی شکل انور کے بغیر کسی دوسری صورت میں نظر آ دیں اس لئے کہ یہ شکل بھی منجانب اللہ بنائی جاتی ہے۔'' (جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۹۸)

اور وہ انسان خوش نصیب ہے جس کی شکل میں حضور انور ﷺ ظہور فرما دیں۔ اس لئے کہ اس انسان کو بھی مٹی نہ کھا سکے گی۔

چنانچہ عبدالوہاب شعرانی ؒ نے فرمایا ہے کہ: ''ان کے والد ماجد ان کے جد امجد کے ۲۱ برس بعد فوت ہوئے۔ دفن کے بعد کچھ ایسا واقعہ ہوا کہ ان کے دادا صاحب ظاہر ہو گئے۔ سب نے دیکھا کہ آپ کا جسم اسی طرح صحیح سلامت ہے۔ امام شعرانی ؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں سنا کہ ایک آدمی فرما رہے ہیں کہ جو آدمی رسول اکرم ﷺ کی زیارت چاہتا ہو وہ آپ ﷺ کی زیارت مدرسہ سیوفیہ میں شیخ نورالدین شوقی کے ہاں کر سکتا ہے۔ چنانچہ میں وہاں گیا تو میں نے مدرسہ کے پہلے دروازے پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے پر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو اور تیسرے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کھڑا پایا۔ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ جناب رسول کریم ﷺ کہاں ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ اس کمرہ میں تخت پر جلوہ افروز ہیں۔ میں نے جو جا کر دیکھا تو اس جگہ شیخ نورالدین کو بیٹھے ہوئے پایا۔ ان سے میں نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کہاں ہیں تو وہ ہنس پڑے میں جناب رسول کریم ﷺ کو تلاش کرتا رہا تو جناب رسول کریم ﷺ کا چہرہ انور مجھ کو شیخ نورالدین میں ظاہر ہوا۔ پیشانی سے لے کر پاؤں کی انگلی تک نور ہی نور بن گیا اور شیخ کا اپنا چہرہ چھپ گیا۔ میں نے آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا۔ جب صبح نیند سے بیدار ہوا تو یہ خواب نورالدین شوقی کے سامنے بیان کیا۔ آپ نے بے حد مسرت کا اظہار کیا اور یہ فرمایا کہ اگر آپ کی یہ خواب درست ہے تو میرا بدن میری موت کے بعد بھی نہ گلے گا۔ چنانچہ شیخ کی وفات کے ۳۱ برس بعد ان کی لاش کو دیکھا گیا تو اسی طرح صحیح و سلامت تھی۔'' (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۱۳۶)

یہ عقیدہ واقعات کی روشنی میں

اگرچہ یہ عقیدہ تواتر سے ثابت ہے اور اس کی کئی مثالیں اور تاریخی واقعات موجود ہیں۔ مگر رسالہ کے اختصار کے پیش نظر چند واقعات درج کئے جاتے ہیں:

۱...... دسویں صدی ہجری کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی ؒ نے لکھا ہے کہ ان کے پاس ایک فریادی آیا اور اس نے درخواست کی کہ آپ سلطان قایتبائی خان کے پاس جا کر میری سفارش کریں۔ آپ نے اس کو جواب میں کہا

کہ: "اے میرے بھائی میں پچھتر دفعہ سید دو عالم ﷺ کی زیارت سے جاگتے اور نیند کی حالت میں بھی مشرف ہو چکا ہوں۔ آپ ﷺ سے بعض احادیث کی صحت کے متعلق پوچھ چکا ہوں۔ مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں آپ کے ساتھ سلطان کے پاس سفارشی ہو کر چلا جاؤں تو اس سے ہو سکتا ہے کہ زیارت پھر مجھے نصیب نہ ہو۔ میں اس شرف اور بزرگی کو جو زیارت سید دو عالم ﷺ سے مجھ کو حاصل ہے اس شرف سلطانی پر ترجیح دیتا ہوں۔" (سعادت دارین ص ۴۳۷)

۲...... امام اشعری کا پہلا مسلک اعتزال تھا۔ آپ کو تین دفعہ خواب میں جناب رسول کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ اشعری کو فرمایا کہ اے ابو الحسن میری احادیث کی تائید کرو، اس لئے کہ وہ صحیح ہیں۔ چنانچہ ابو الحسن اشعری نے احادیث کا مطالعہ شروع کر دیا اور بالآخر اعتزال سے تائب ہو کر اہل سنت کا مسلک اختیار فرمایا۔ (طبقات کبریٰ ج۱)

۳...... نویں صدی ہجری کے مفسر قرآن عزیز شیخ علاؤ الدین بن محمد رحمۃ اللہ علیہ جو کہ چھوٹی عمر میں تالیف اور تصنیف کا کام کرنے کی وجہ سے مصنفک (چھوٹا مصنف) کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے مصابیح کی شرح لکھی اور یہ فرمایا کہ یہ شرح میں نے سید دو عالم ﷺ کے حکم سے لکھی ہے۔ آپ سلطان روم کے ہاں بڑے معزز سمجھے جاتے تھے۔ ۸۷۵ھ میں وفات پائی اور قسطنطنیہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ (تذکرۃ المصنفین ص ۱۴۳)

علامہ نور الدین سمہودی (م ۹۱۱ھ) (جنہوں نے مدینہ منورہ کے حالات پر مفصل اور محققانہ تبصرہ فرمایا ہے اور جن کی تصویب اور توثیق خاتم المحدثین بخاری ہند علامہ سید محمد انور شاہ صاحب نے بھی فرمائی ہے) نے کئی واقعات نقل فرمائے ہیں جن میں سے چند درج کئے جاتے ہیں۔

۴...... ابن الجلاء کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مدینہ منورہ آیا اور سخت بھوک لگی تو قبر انور کے پاس آ کر درخواست کی کہ حضرت شہنشاہ کونین کا مہمان حاضر ہے۔ اتنے میں مجھ کو نیند آئی۔ خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ کو ایک چپاتی عنایت فرمائی ہے جو میں نے کھانی شروع کر دی۔ ابھی آدھی کھا چکا تھا کہ میں نیند سے بیدار ہو گیا۔ جب میں جاگا تو اپنے ہاتھ میں آدھی روٹی کو موجود پایا۔

۵...... ابو الخیر اقطع کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا۔ پانچ دن تک بھوکا رہا۔ آخر پانچ یوم کے بعد دربار سید دو عالم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھ کر کہا کہ حضرت میں تو جناب کا مہمان ہوں یہ کہہ کر قبر انور کے پیچھے سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ دائیں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے آگے آگے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے، انہوں نے مجھے ہلاتے ہوئے فرمایا کہ اٹھ جناب سردار دو جہاں ﷺ تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ میں اٹھا اور حضور انور ﷺ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ حضور انور ﷺ نے مجھ کو ایک چپاتی دی جو میں نے کھالی۔ ابھی آدھی کھائی تھی کہ جاگ پڑا۔ اٹھا تو میرے ہاتھ میں چپاتی موجود تھی۔

۶...... محمد ابن ابی زرعہ شیرازی کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ اور عبداللہ ابن حنیف کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا۔ ہم سخت مفلس اور قلاش ہو گئے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو میں نے اپنے والد ماجد سے بھوک کی شکایت کی۔ چونکہ میں ابھی بچہ تھا، اس لئے میری بھوک سے سخت بے تابی دیکھ کر میرے والد ماجد دربار سید دو عالم ﷺ میں مراقب ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ہم سب آپ ﷺ کے مہمان ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے باپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ میرے والد ماجد ہنس بھی رہے ہیں اور رو بھی رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے دیکھا آنحضرت ﷺ نے میرے ہاتھ میں کچھ نقدی دے دی ہے۔ یہ کہہ کر میرے باپ نے مٹھی کھولی تو اس میں روپے

موجود تھے۔ اللہ کریم نے ان میں اس قدر برکت ڈالی کہ جب ہم شیراز واپس لوٹے تو وہی ہمارا سرمایہ رہا۔

۷...... علامہ نورالدین فرماتے ہیں کہ میں نے خود شیخ محمد ابن ابی امان سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں محراب فاطمہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ شریف مکہ بعد زیارت روضۂ اطہر کے واپس لوٹ کر آیا اور وہ بڑا ہشاش بشاش تھا۔ روضۂ اطہر کے خادم شمس الدین صواب نے اس سے پوچھا کہ کیوں ہنس رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے دربار سید دو عالم ﷺ میں اپنی بھوک کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے مجھ کو دودھ کا ایک پیالہ پلایا جس کو میں نے خوب سیر ہو کر پیا اور وہ ابھی تک میرے منہ میں موجود ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ہتھیلی پر تھوک ڈالا تو وہ دودھ تھا۔

اسی طرح بہت سی حکایات علامہ نورالدین نے ذکر فرمائی ہیں:

۸...... قصیدہ بردہ جس کو عرف عام میں اسی نام سے پکارا جاتا ہے، مگر اس کا صحیح نام جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ''بُرْءُ الدَّاءِ'' یعنی وہ قصیدہ جس کے پڑھنے سے بیماری سے شفاء ہوتی ہے۔ حضرت شیخ الہند کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی نے اس کی وجہ تالیف میں فرمایا ہے کہ: ''مصنف قصیدہ حضرت علامہ ابوعبداللہ شرف الدین محمد ابن سعید بوصیری نے فرمایا کہ مجھ پر فالج کا حملہ ہوا جس نے میرے بدن کے نچلے حصے کو بالکل شل کر دیا۔ میں سخت معذور اور لاچار ہو گیا۔ مجھے خواب میں یہ الہام کیا گیا کہ میں جناب سید دو عالم ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھوں اور اس کو دربار خداوندی میں اپنی بیماری سے شفاء کی درخواست کا وسیلہ بنا کر دعا کروں۔ چنانچہ میں نے یہ قصیدہ لکھا اور سو گیا۔ خواب میں جناب سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو میرے بدن پر پھیرا، میں اسی وقت تندرست ہو گیا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا۔ جب کہ میں صبح گھر سے نکلا تو مجھ کو فقیر منش بزرگ نے یہ کہا کہ میں آپ سے اس قصیدہ کو سننا چاہتا ہوں جو آپ نے سرور کائنات ﷺ کی مدح میں لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے تو بہت سے قصائد لکھے ہیں، آپ کون سے قصیدہ کے متعلق فرماتے ہیں؟ اس پر اس درویش نے فرمایا کہ وہ قصیدہ جس کا ابتدائی شعر یہ ہے ۔

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِي سَلَمِ

مجھ کو یہ بات سن کر بڑا تعجب ہوا، اس لئے کہ میں نے یہ قصیدہ کسی کو نہیں سنایا تھا۔ اس درویش نے فرمایا کہ جب یہ قصیدہ پڑھا جا رہا تھا تو میں نے اس کو سنا اور میں نے دیکھا کہ جناب رسول اکرم ﷺ سرسبز ٹہنی کی طرح جھوم رہے تھے۔'' (عطر الوردہ ص ۳)

یہ بات اتنی مشہور ہے کہ تواتر تک پہنچ چکی ہے۔

ف: دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں قصیدہ ''بُرْءُ الدَّاءِ'' کا پڑھانا بھی داخل ہے، مگر اس لحاظ سے نہیں کہ یہ ایک بلند پایہ علمی اور ادبی کتاب ہے اور اس کے پڑھنے سے عربی زبان اور عربی ادب میں مہارت پیدا ہو سکتی ہے بلکہ جیسا کہ شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ: ''اس قصیدہ کا داخل نصاب فرمانا، اس لئے ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ سے محبت زیادہ ہو۔'' (ملفوظات)

۹...... شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲؍ مارچ ۱۹۵۲ء کو داہنا حصہ سن ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے تشخیص کی کہ یہ فالج کا اثر ہے۔ آپ کو بڑا صدمہ اور تکلیف ہوئی۔ دوسرے یوم آپ نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ مجھ کو آپ ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے داہنے ہاتھ پر دعا پڑھی اور دم کیا، اور فرمایا

کہ حسین احمد تشویش کی کوئی بات نہیں ہم صرف تمہاری عیادت کو آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت بفضلہ تعالیٰ تندرست ہو گئے۔ (الصدیق بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام)

۱۰...... حضرت سید احمد رفاعی رحمہ اللہ صوفیائے امت اور اولیائے ملت میں سے گزرے ہیں۔ ان کا واقعہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے: ''وہ حضور اقدس ﷺ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور شدت شوق میں یہ اشعار پڑھے ؎

فِیْ حَالَۃِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُھَا　　تُقَبِّلُ الْاَرْضَ وَ ھِیَ نَائِبَتِیْ
فَھٰذِہٖ دَوْلَۃُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ　　فَامْدُدْ یَمِیْنَکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِیْ

''جب میں جناب سے دور تھا (وطن میں) تو اپنے روح کو بھیج دیتا تھا اور وہ اس پاکیزہ زمین کو چوم لیا کرتی تھی۔ اب تو میں اپنے بدن کے ساتھ حاضر ہوں، اس لئے ازراہ کرم اپنا ہاتھ مبارک ظاہر فرمادیں تاکہ میرے ہونٹ بھی بوسہ لے کر شرف حاصل کر سکیں۔''

فوراً حضور ﷺ کا دست مبارک مزار مبارک سے ظاہر ہوا۔ انہوں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت حضور سرور کائنات ﷺ کے نور سے سورج بھی ماند ہو گیا تھا۔ لکھا ہے کہ اس وقت نوے ہزار آدمیوں کا مجمع تھا جس میں بڑے بڑے قطب اور غوث ابدال اور بزرگ بھی موجود تھے۔''

(بنیان المشید، فضائل درود شریف وفضائل حج از شیخ الحدیث مولانا زکریا ص۱۵۱)

ف: حضرت سید احمد رفاعی کبیر رحمہ اللہ چھٹی صدی ہجری کے بڑے ولی ہوئے ہیں۔ آپ نے تصوف میں ایک کتاب ''البرھان المؤید'' لکھی ہے جس کا ترجمہ اردو میں مولانا ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ ٹنڈو الہ یار نے حضرت حکیم الامۃ کے حکم سے فرمایا ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا یہ کتاب اس قابل ہے کہ سالکین بطور ورد کے اس کا مطالعہ کریں۔ اب دار العلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔ (دار العلوم جون ۱۹۸۰ء)

۱۱...... حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ کے متعلق مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''بفضلہ تعالیٰ اس جوار پاک شہ لولاک میں پہنچے اور شرف جواب صلوٰۃ وسلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔'' (امداد المشتاق ص ۱۲)

۱۲...... حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب صدر المدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی کا بیان ہے کہ ان سے: ''حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب مرحوم مفتی مالیر کوٹلہ نے بیان کیا کہ جب میں ایک بار مدینہ منورہ گیا تو مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ امسال روضہ اطہر سے عجیب کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ ایک نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربار رسالت سے وعلیکم السلام کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا! سمجھے یہ ہندی نوجوان کون تھا؟ یہی تمہارے استاذ مولانا سید حسین احمد مدنی۔'' (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

۱۳...... امام الحرمین فرماتے ہیں کہ میں نے فلاسفہ، معتزلہ، اہل سنت کے دلائل کو باہم برابر پایا اور حیران تھا کہ کس طرف رجوع کروں۔ سید دوعالم ﷺ نے خواب میں فرمایا: ''عَلَیْکَ بِاعْتِقَادِ الصَّابُوْنِیْ'' چنانچہ میں نے وہی مسلک اہل سنت اختیار کر لیا۔

ف: یہ امام صابونی اسماعیل بن عبدالرحمن مشہور محدث اور مفسر ہیں جن کی وفات بروز جمعہ ۴ محرم ۴۴۹ھ کو ہوئی۔ (بستان المحدثین فارسی ص ۸۶)

۱۴ یحییٰ بن معین محدث، جنہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں ۲۳۳ھ کو مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد مکہ مکرمہ جانے لگے۔ پہلی ہی منزل پر روح اقدس سید دو عالم ﷺ نے فرمایا ہمارے قرب کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے تین دن کے بعد رحلت فرما گئے۔

۱۵...... پانچویں صدی ہجری کے محقق عالم ابوالشکور السالمی نے فرمایا ہے: ''میں نے سید دو عالم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ سید دو عالم ﷺ کی نورانی چمک سے میں صرف چہرہ اقدس کی سفیدی ہی دیکھ سکا۔ میں نے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں جو آدمی ہر جمعہ کو دو سیر غلہ یا دو درہم (مجھے پورا یاد نہیں) صدقہ دے گا، اللہ تعالیٰ اس کے ماں باپ دونوں کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔''

اس خواب کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابوالشکور السالمی نے فرمایا ہے کہ اس ارشاد میں بھی اس بات کی دلیل ہے کہ: ''قبر کا عذاب حق ہے اور زندہ لوگوں کے صدقات اور دعائیں مردوں کو نفع دیتی ہیں۔'' (تمہید ابوالشکور السالمی ص ۱۵۹)

۱۶...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب قحط پڑا تو بلال بن الحارث صحابی رضی اللہ عنہ امام الانبیاء ﷺ کی قبر پر حاضر ہوئے اور یوں عرض کیا: ''یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَسْقِ اللّٰهَ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَکُوْا'' یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے پانی کی درخواست فرمائیں۔ آپ ﷺ کی امت قحط سے ہلاک ہو چکی ہے۔

تو سید دو عالم ﷺ نے ان کو خواب میں آ کر فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو جا کر میرا اسلام کہہ دے اور یہ بھی کہہ دے کہ بارش ہو جائے گی۔ چنانچہ جلد ہی بارش کا نزول ہوا۔ (فتح الباری شرح بخاری، رسائل کوثری ص ۳۸۱)

۱۷...... دسویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم عبدالوہاب شعرانی نے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں۔ اپنے متعلق ارشاد فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے مجھ پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے دربار عالی کا حاضر باش ہوں۔ اکثر اوقات یوں ہوتا ہے کہ میرے درمیان اور روضہ اقدس کے درمیان فاصلہ بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ میں اپنے ہاتھ کو روضہ اطہر پر پاتا ہوں اور اسی طرح محبوب دو عالم ﷺ کے ساتھ کلام کرتا ہوں جس طرح اپنے پاس بیٹھے ہوئے کے ساتھ بات کی جاتی ہے۔'' (المنن الکبریٰ مطبوعہ مصر ص ۱۴۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے نقل فرمایا ہے کہ:

۱۸...... تیونس کے ایک عالم باعمل جن کا نام ایمن ابوالبرکات بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد (چودہ پشت کے اجداد کا نام محمد ہی تھا) نے مدینہ منورہ میں کافی زمانہ گزارا۔ جب وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو سید دو عالم ﷺ نے خواب میں فرمایا: ''تو نے کس طرح ہماری جدائی کو پسند کر لیا۔'' چنانچہ مدینہ منورہ سے جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنا نام عاشق النبی رکھا۔ ۷۳۴ھ کو مدینہ منورہ ہی میں وصال فرمایا۔ (درر کامنہ ج ۱ ص ۴۳۱)

علامہ شوکانی نے مزید لکھا ہے کہ: ''تیونس کے والئی نے آپ سے وطن آنے کی درخواست کی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر مجھے مشرق و مغرب کی حکومت بھی دی جائے تو سید دو عالم ﷺ کا قرب نہ چھوڑوں گا۔''

(البدر الطالع ج ۱ ص ۱۶۰)

۱۹...... تیسری صدی ہجری میں والئی مصر احمد بن طولون نے جب جامع مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو خواب میں سید دوعالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو آپ ﷺ نے مسجد کا قبلہ اپنے دست مبارک سے لکیر کھینچ کر بنایا اور حکم دیا کہ اسی پر قبلہ کا رخ رکھا جائے۔ صبح کو احمد بن طولون بیدار ہوتے ہی جب اس جگہ پہنچا تو زمین پر اسی طرح خط کشیدہ پایا۔ اسی پر عمارت بنائی جس پر ایک لاکھ بیس ہزار دینار خرچ آئے اور وہ مصر کی عظیم مسجد ہے۔ (حسن المحاضرہ فی اخبار مصر وقاہرہ ص ۱۸۱)

۲۰...... مولانا حبیب اللہ رحمہ اللہ پوری کئی دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سید دوعالم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ ایک طویل قصیدہ میں فرمایا: ''اَتَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ عَیْنِ یَقْظَتِیْ وَ جَالَسَنِیْ مُسْتَقْبِلًا وَ ھِیَ قِبْلَتِیْ'' سید دوعالم ﷺ کی زیارت میں نے بیداری میں کی اور آپ ﷺ نے مجھے اپنے قریب بٹھانے کا شرف بخشا۔ (نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۱۲۷)

مولانا کا انتقال ۱۰۴۱ھ کو ہوا۔

تاریخ مدینہ منورہ کے مستند مرتب ''ابن النجار'' نے ابراہیم بن بشار رحمہ اللہ سے بیان فرمایا ہے کہ میں حج کے بعد مدینہ منورہ آیا اور سید دوعالم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو حجرہ مطہرہ کے اندر سے آواز آئی: ''وعلیک السلام'' اور ایسا ہی جواب اولیاء کرام اور صلحاء امت کی ایک جماعت نے سنا ہے۔

(وفاء الوفا ج ۴ ص ۱۳۵۲)

۲۱...... علامہ بحر العلوم لکھنوی نے تاریخ کازرونی کے حوالہ سے مندرجہ ذیل واقعہ نقل فرمایا ہے کہ: ''ایک کافر بدو سید دوعالم ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہوا اور آتے ہی فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور ساتھ ہی قسم کھا کر یہ کہا کہ میں نے آج سے پہلے نہ اس سے مقدس اور بابرکت قبر کو دیکھا ہے اور نہ اس کی عظمت سنی ہے۔ لیکن اس قبر عالی وقار کی عظمت اور محبت میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈال دی ہے۔ پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ۔

مَرَرْتُ عَلَی الْقَبْرِ الشَّرِیْفِ مُحَمَّدٍ فَکَلَّمَنِیْ وَالْقَبْرُ غَیْرُ مُکَلِّمٍ

''میرا گزر محمد رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر ہوا تو قبر مبارک نے میرے ساتھ کلام کیا۔ حالانکہ (عام طور پر) قبر بولا نہیں کرتی۔''

وَبِالْقَبْرِ آثَارُ النُّبُوَّۃِ قَائِمٌ تَصَدَّعُ فِیْہِ قَلْبُ کُلِّ مُسْلِمٍ

''آپ کی مزار سے نبوت کے آثار ایسے قائم ہیں جو ہر مسلمان کے دل میں اثر انداز ہوتے ہیں۔''

وَاِنْ اَنَالَمْ اَعْھَدْکَ یَاسَیِّدَ الْوَرٰی فَقَبْرُکَ نبانی ان فیہ مکرم

''اس سے پہلے اگرچہ میں جناب سے ناواقف تھا مگر جناب کی قبر نے مجھے اطلاع دی کہ میرا محبوب اس میں آرام فرما ہے۔'' (ارکان اربعہ ص ۲۸۰)

۲۲...... قراء سبعہ میں امام قرات نافع مدنی بھی ہیں۔ وہ جب تلاوت فرمایا کرتے تھے تو ان کے منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی، جس کی وجہ یہ ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے خواب میں ان کے منہ میں قرات فرمائی تھی۔ علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے یوں فرمایا:

فَاَمَّا الْکَرِیْمُ السِّرِّفِی الطِّیْبِ نَافِعٌ فَذَاکَ الَّذِی اخْتَارَ الْمَدِیْنَۃَ مَنْزِلًا

(شاطبی شعر ۲۵)

۲۳...... امام محمد صنعانی ابن حسن فاروقی، آپ کی ولادت التمش کے زمانہ میں لاہور میں ہوئی۔ طلب علم کے لئے حرمین شریفین گئے۔ وہاں سے واپسی پر لاہور آئے تو التمش کی بیٹی رضیہ سلطانہ تخت نشین تھی، جس کو آپ نے پسند نہ فرمایا اور پھر بغداد تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ میں ۹ رشعبان ۶۵۰ھ کو وفات پائی۔ آپ نے حدیث کی ایک کتاب لکھی جس کا نام ''مشارق الانوار'' ہے۔ ہندوستان کے جلیل القدر عالم شیخ شمس الدین خواجگی کو سید دو عالم ﷺ کی زیارت کا خواب میں شرف حاصل ہوا۔ آپ نے مشارق الانوار کی احادیث کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اَحَادِیْثُ مَشَارِقَ کُلُّھَا صَحِیْحَۃٌ'' مشارق کی سب احادیث صحیح ہیں۔ (نزہۃ الخواطر ج ۳ ص ۶۵)

۲۴...... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ کے سفر آخرت کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ فراق کے صدمہ کو برداشت نہ کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے شام کے ایک قصبہ جابیہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ سید دو عالم ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اتنی سنگدلی؟ کیا تو میری زیارت کے لئے نہیں آتا؟ بیدار ہوتے ہی رخت سفر باندھا اور مدینہ منورہ حاضر ہو گئے۔ دربار اقدس میں صلوٰۃ وسلام پیش کیا۔ لوگوں کو جب معلوم ہوا تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خصوصاً امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کہنے کا فرمایا۔ آپ نے نماز کے وقت اسی جگہ کھڑے ہو کر اذان کہی جہاں سید دو عالم ﷺ کے سامنے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر! سارا مدینہ منورہ کانپ گیا۔ جب کلمہ شہادت پڑھا تو سارا مدینہ آہ و بکا کی لپیٹ میں آ گیا۔ حتیٰ کہ پردہ نشین عورتیں پردہ سے باہر نکل آئیں اور یوں معلوم ہوا کہ سید دو عالم ﷺ روضہ اقدس سے باہر تشریف لے آئے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ شدت فراق سے اذان بھی پوری نہ کر سکے۔ (وفاء الوفاء ج ۳ ص ۳۵۶)

اسے محدث ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے پختہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (آثار السنن از شوق نیموی ص ۱۲۶)

آئمہ مجتہدین کی دربار نبوی ﷺ میں قبولیت

اکثر علماء کرام اور بزرگان دین کو دربار نبوت میں حاضر باشی کی سعادت حاصل رہی ہے اور وہ سید دو عالم ﷺ کی زیارت سے بیداری اور جاگتے ہوئے بھی شرف حاصل کر لیتے تھے۔ ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل (رحمہم اللہ) کو یہ شرف بدرجہ کمال حاصل تھا۔ (جس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے) یہاں صرف ایک واقعہ جس کا تعلق اس سعادت سے ہے ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۵...... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن کی عمر میں جب کہ آپ مکتب میں پڑھ رہے تھے، سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی اور اس خواب کو اپنے استاذ کے سامنے بیان فرمایا تو استاذ محترم نے فرمایا کہ: ''اگر واقعی تو نے سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی ہے تو تیرا قدم آپ کی شریعت پر ثابت رہے گا اور تو آنحضرت ﷺ کی شریعت کی اشاعت کرے گا۔'' (تعبیر نامہ ابن سیرین ص ۳۴)

ف: ولی کامل حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: ''میں ملک شام میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سید دو عالم ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے باب بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور اپنی بغل مبارک میں ایک ایسے بوڑھے کو اٹھایا ہوا ہے جیسے بچوں کو اٹھایا جاتا ہے۔ میں نے قدم مبارک کو بوسہ دیا اور دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ کیسا خوش بخت اور عجیب

بچہ ہے کہ قد چھوٹا اور داڑھی موجود ہے۔ میرے اس خیال کو سید دو عالم ﷺ نے اپنی نورانی فراست سے معلوم فرماتے ہوئے خود ہی ارشاد فرمایا کہ یہ خوش بخت بچہ تیرا اور تیرے علاقہ کے لوگوں کا امام ہے۔ یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ'' (کشف المحجوب فارسی ص ۹۹، ۱۱۰)

۲۶...... ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ سید دو عالم ﷺ تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ اس نوجوان (احمد بن حنبل) کو خوشخبری دو کہ عنقریب اسے اللہ کے دین کے بارے میں آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔ اس سے کہا جائے گا کہ قرآن کو مخلوق کہو۔ پھر اس کے انکار پر اسے سخت سزائیں دی جائیں گی اور ان ہی سزاؤں کی جزاء میں اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے ذکر کو عام کردے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر سے یہ خواب لکھ کر اپنے شاگرد رشید ربیع کو دے کر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بغداد بھیجا۔ اس بشارت کو پڑھ کر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اپنے بدن سے ایک کپڑا اتار کر ربیع کو بطور انعام کے دے دیا۔ (بحوالہ طبقات سبکی ج ۱ ص ۲۰۵)

۲۷...... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق دربار سید دو عالم ﷺ کے ساتھ کس قدر گہرا اور مضبوط رہا ہے، اس کے لئے مندرجہ ذیل شہادت کافی ہے: ''جب سید دو عالم ﷺ کا اسم مبارک زبان پر آتا تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ مسجد نبوی میں شور وغل ناپسند فرماتے کہ یہ آستانہ نبوت ہے۔ اگر ''کوئی گستاخی'' ہوئی تو مداوا نہ ہوگا؟ کلام نبوی اس وقت تک زبان پر نہ آتا جب تک وضو یا غسل فرما کر باادب بیٹھ نہ لیتے۔ آپ کے اصطبل میں کثرت سے گھوڑے اور خچر تھے مگر کبھی مدینہ کی گلیوں میں سوار ہو کر نہ نکلے اور فرماتے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ جو سرزمین قدوم نبوی سے مشرف ہوئی اس کو میں جانوروں کی سموں سے روندوں۔ کوئی شب ایسی نہ گزرتی جس میں عالم رؤیا میں زیارت نبوی کا شرف حاصل نہ ہوتا۔'' (تذکرۃ المحدثین ج ۱ ص ۷۳)

۲۸ ذی الحجہ ۶۳ھ میں جو مشہور واقعہ ہوا جس کو ''واقعہ الحرہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس واقعہ میں دس ہزار سے زیادہ اہل مدینہ شہید کردیئے گئے اور مسجد نبوی بھی ان شامی بدبختوں سے محفوظ نہ رہ سکی۔ لوگ گھروں میں نماز ادا کرتے تھے۔ صرف ایک تابعی سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی میں رہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے کئی راتیں مسجد نبوی میں اس طرح گزاریں کہ سوائے میرے کوئی بھی انسان مسجد میں عبادت کے لئے نہ آتا تھا۔ جب شامی بدبخت مسجد میں بے ادبی کے لئے آتے تو مجھے دیکھ کر کہتے اس بوڑھے پاگل کو دیکھو، جب نماز کا وقت آتا تو روضہ اقدس سے اذان کی آواز آتی اور پھر اقامت بھی کہی جاتی۔ میں اکیلے نماز ادا کرلیتا۔'' (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۴۳)

۲۹...... قصہ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ: مدینہ منورہ کے مستند مؤرخ علامہ نور الدین سمہودی نے اپنی مرتبہ کتاب ''وفاء الوفاء'' میں تحریر فرمایا ہے کہ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں سلطان نے تین رات نماز تہجد کے بعد لگاتار یہ دیکھا کہ سید دو عالم ﷺ دو بدبخت انسانوں کی طرف اشارہ فرما کر یہ حکم دے رہے ہیں کہ مجھے ان دو بدبختوں سے بچاؤ۔ سلطان نے تیسرے دن اپنے سعادت مند وزیر جمال الدین موصلی سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ یہاں اب بیٹھنا نہیں چاہئے بلکہ خفیہ طور پر فوراً مدینہ منورہ پہنچ کر اس صورتحال سے نمٹا جائے۔ چنانچہ اپنے بیس خاص خدام اور کافی مال ساتھ لے کر سولہ دن سفر طے کر کے سلطان مدینہ منورہ پہنچا اور حکم دیا کہ سب اہل مدینہ آئیں تاکہ ان کو انعام دیا جائے۔ سب اہل مدینہ آئے مگر جن دو کی شکل خواب میں دکھائی گئی تھی، وہ نہ آئے۔ معلوم کرنے پر

پتہ چلا کہ دو ایسے پردیسی یہاں قیام پذیر ہیں جو رات دن عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ کسی کے ہاں نہیں جاتے۔ آخر سلطان نے ان کو بلوایا تو وہی نکلے جو خواب میں سید دو عالم ﷺ نے دکھائے تھے۔ سلطان ان کے حجرہ میں گیا تو ایک چٹائی کے نیچے ایک سرنگ کو پایا جو روضہ اطہر کے قریب پہنچ چکی تھی۔ سلطان کے استفسار پر انہوں نے راز کھول دیا کہ وہ اندلس کے عیسائی ہیں اور عیسائی حکومتوں نے ان کو اس لئے بھیجا ہے کہ جسد اطہر کو نکال کر لے آؤ اور وہ ساری کارروائی جو انہوں نے کی تھی بیان کر دی۔ آخر سلطان نے ان کی گردن اڑا دی اور پھر ان کی لاشوں کو جلا دیا۔ اس کے بعد پانی تک زمین کھدوا کر سیسہ اور قلعی پگھلا کر دیوار بنا دی جو حجرۂ اطہر کے اندر ہے اور جالیوں سے نظر آتی ہے۔

اس واقعہ کو مؤرخ محمد اور مصری نے مدینہ منورہ کے علماء اور مشائخ سے نقل کیا اور زین مراغی خالد بن محمد بن نصر قیسرانی اور موفق الدین ابوالبقاء نے باسند نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد علامہ جمال الدین اسنوی (م ۷۱۰ھ) نے ایک کتاب بنام "اَلْاِنْتِصَارَاتُ الْاِسْلَامِیَّۃ" لکھی ہے جس میں یہ تحریر کیا ہے کہ کسی حال میں بھی نصاریٰ کو خادم نہ رکھا جائے اور نہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ (وفاء الوفاء ج اول)

۳۰...... چوتھی صدی ہجری کے ولی کامل ابوبکر محمد کلا باذی حنفی (م ۹۹۰) ۳۸۰ھ کی مرتبہ کتاب "اَلتَّعَرُّف لِمَذْهَبِ اَهْلِ التَّصَوُّفِ" مطبوعہ قاہرہ سے چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

الف: ابوبکر محمد بن علی الکتانی نے کہا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سید دو عالم ﷺ کے ساتھ چار بزرگ انسان ہیں۔ ان کا تعارف حضور انور ﷺ نے کراتے ہوئے فرمایا ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے کر صفا پہاڑی پر چڑھ گئے۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو کوہ صفا پر پایا۔ حالانکہ میں اپنے حجرے میں سویا تھا۔

ب: امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے بصرہ کی مسجد میں جا کر دیکھا کہ ہمارے چند ساتھی مسجد میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی غیبت کر رہے ہیں تو میں نے ان کو ارشادات سید دو عالم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات غیبت کی مذمت میں سنائے تو انہوں نے غیبت چھوڑ کر دوسری بات شروع کر دی۔ اتنے میں وہ آدمی بھی آ گیا تو وہ بھی اس سے ملے اور میں نے بھی ان کے ساتھ اس کی ملاقات کی۔ اس کے بعد وہ بھی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور میں بھی اپنے گھر چلا گیا۔ رات کو نیند میں دیکھا کہ ایک حبشی غلام میرے لئے ایک رکابی کھانے کے لئے لایا جس میں مرغن کھانا ہے اور اس پر خنزیر کے گوشت کا ایک ٹکڑا پڑا ہے اور مجھے اس کے کھانے کا کہا۔ میں نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ یہ تو خنزیر کا گوشت ہے۔ اس نے زور سے میرے جبڑے کھول کر اس کو میرے منہ میں رکھ دیا۔ میں اس کے ڈر کے مارے اس کو چباتا رہا اور باہر نہ پھینک سکا۔ اسی پریشانی کے عالم میں میری آنکھ کھل گئی۔ جب کوئی چیز کھاتا یا پانی پیتا تو خنزیر کے گوشت کا ذائقہ منہ میں پاتا اور ناک میں اس کی بدبو پاتا۔ (ص ۱۵۳، ۱۵۴)

۳۱...... شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں مندرجہ ذیل واقعہ تحریر فرمایا ہے:

ایک روز اشعار کی ایک کتاب دیکھ رہا تھا۔ اس میں ایک مصرعہ تھا

ہاں اے حبیب رخ سے اٹھا دو حجاب کو

یہ اس وقت بہت بھلا معلوم ہوا۔ میں مسجد شریف میں حاضر ہوا اور مواجہہ شریفہ میں بعد ادائے آداب

وکلمات مشروعہ انہیں الفاظ کو پڑھنا اور شوق دیدار میں رونا شروع کیا۔ دیر تک یہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسول اللہ ﷺ میں کچھ حجاب دیواروں اور جالیوں وغیرہ کا حائل نہیں ہے اور آپ ﷺ کرسی پر سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔ (ج ا ص ۱۰۷)

۳۲...... خود دارالعلوم دیوبند کی ابتدائی عمارت نودرہ کی بنیاد سید دو عالم ﷺ کے ارشاد عالی اور نشان زدہ خطوط پر رکھی گئی ہے، جس کا مختصر سا تذکرہ یہ ہے کہ جب طلباء اور اساتذہ کی تعداد زیادہ ہو گئی تو بزمانہ مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ چند کمرے بنانے کے لئے کچھ نشانات لگا دیئے گئے، مگر کام شروع کرنے سے پہلے سید دو عالم ﷺ نے خواب میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا کہ جو خطوط میں نے کھینچے ہیں ان پر عمارت بنائی جائے۔ ''علی الصباح'' جب شاہ صاحب اس جگہ تشریف لائے تو واقعی نشانات جدیدہ موجود تھے۔ انہی پر ۱۸۷۷ء ۱۲۹۲ھ میں وہ عمارت تیار ہوئی جو نودرہ کے نام سے مشہور ہے۔

آج بھی دارالعلوم دیوبند کے ترانہ میں یہ موجود ہے۔

یہ علم و عمل کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے　　　ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے
خود ساقی کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں　　　تاریخ مرتب کرتی ہے دیوانوں کی روداد یہاں

۳۳...... تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض ہے کہ یہ گنہگار کئی مرتبہ زیارت سید دو عالم ﷺ سے مشرف ہوا۔ جو ارشاد فرمایا وہ حرف بحرف صحیح نکلا۔ زیارت مدینہ منورہ کے وقت اپنا معمول یہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے قدموں میں بیٹھتا ہوں۔ جب کبھی یہ شرف ملا نماز عصر کے بعد مراقبہ میں جو ارشاد فرمایا وہ بالکل حرف بحرف صحیح نکلا۔

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَعَلٰی اِحْسَانِ رَسُوْلِہِ الرَّؤُفِ الرَّحِیْمِ''

زمانہ تعلیم میں دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آپ ﷺ کے نعلین مبارک اٹھانے کی سعادت ملی اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی حضور انور ﷺ کی ہدایت پر کی۔

۱۹۳۲ء میں احقر مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم کے دوران مدرسہ کے قریب مسجد محلہ تیلیا نوالی میں تھا ایک رات کو مندرجہ ذیل خواب دیکھا: ''سید دو عالم ﷺ ایک بڑی حویلی میں تشریف فرما ہیں اور لوگ جوق در جوق زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ میں بھی دروازہ پر پہنچا تو اندر سے آواز آئی کی جب فاطمہ بلائے گی، تب تم آنا۔''

طالبعلمی کے زمانہ کی یہ خواب میں نے لکھ لی، آخر ۱۹۳۸ء میں میری محترمہ ہمشیرہ صاحبہ میرے بہنوئی مولانا الحاج حضرت دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کو تشریف لے گئیں۔ حج سے واپسی کے کچھ دن بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بچی عطاء فرمائی، جس کا نام فاطمہ تجویز ہوا۔ ۱۹۳۹ء میں دوران اعتکاف سید دو عالم ﷺ کے مزار اقدس کی زیارت کا شرف ہوا۔ حضرت مدنی قدس سرہ نے اس کی تعبیر فرمائی۔ کیا تعجب ہے حج و زیارت کی دولت نصیب ہو جائے۔ چنانچہ ظاہری اسباب و سامان نہ ہوتے ہوئے بھی بحمدہ تعالیٰ پہلی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت جنوری ۱۹۳۹ء میں حاصل ہوگئی۔ یعنی ۱۹۳۲ء کی خواب کی عملی تفسیر اور تعبیر سات سال بعد ظاہر ہوگئی۔ الحمدللہ!

دور حاضر کے امام تصوف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی نے اپنی مرتبہ کتاب ''فضائل درود شریف'' میں ایسے کئی واقعات کو باسند ذکر فرمایا ہے۔ اگرچہ حضرت کا کسی بات کا فرما دینا یا نقل کر دینا ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ مگر پھر بھی دوسروں کے اطمینان کے لئے آپ نے باقاعدہ حوالہ جات دیئے ہیں۔ اسی

کتاب میں سے دو واقعے نقل کئے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

۳۴...... ہمارے حضرت اقدس شیخ المشائخ مسند ہند امیر المومنین فی الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے رسالہ "حرز ثمین فی مبشرات النبی الامین" جس میں انہوں نے چالیس خواب یا مکاشفات اپنے یا اپنے والد ماجد کے حضور اقدس ﷺ کی زیارت کے سلسلے میں تحریر فرمائے ہیں، اس میں نمبر ۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ وہ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بیٹے کیسی طبیعت ہے؟ اس کے بعد شفاء کی بشارت عطاء فرمائی اور اپنی داڑھی مبارک سے دو بال مرحمت فرمائے۔ مجھے اسی وقت صحت ہوگئی اور جب میری آنکھ کھلی تو وہ دونوں بال (مبارک) میرے ہاتھ میں تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان دو بالوں میں یہ ایک مجھے مرحمت فرمایا تھا۔ (فضائل درود شریف ص ۱۴۳)

ف: حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے ان دونوں بالوں کی خصوصیت یہ بھی فرمائی کہ: "اولاً باہم پیچیدہ ے باشند چوں درود خواندہ شود ہر یکے جدائی ایستند۔" (انفاس العارفین ص ۱۴ مطبوعہ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)

(ترجمہ) "یہ دونوں مبارک بال آپس میں پیچیدہ ہوتے ہیں جب درود شریف پڑھا جاتا ہے تو علیحدہ علیحدہ ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

ایسے واقعات مبارکہ پر اعتراض اور شک کرنے والوں کے لئے حضرت شیخ الحدیث نے اسی کتاب میں یہ فرمایا: "ان قصوں میں کچھ تردد نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ احادیث صوم وصال میں "اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ" مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔" میں ان چیزوں کا ماخذ دراصل موجود ہے اور حضور انور ﷺ کا فرمان "اِنِّیْ لَسْتُ کَهَیْئَتِکُمْ" کہ "میں تم جیسا نہیں ہوں۔" عوام کے اعتبار سے ہے۔ اگر کسی خوش نصیب کو یہ کرامت حاصل ہو جائے تو کوئی مانع نہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ کرامات اولیا برحق ہیں۔ قرآن پاک میں حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ میں "کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا" (الآیۃ) وارد ہے۔ یعنی جب بھی زکریا علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے جاتے تو ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں پاتے اور ان سے دریافت فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔ وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے استحقاق رزق عطاء فرما دیتے ہیں۔" "درمنثور" کی روایات میں اس رزق کی تفاصیل وارد ہوئی ہیں کہ بغیر موسم کے انگوروں کی زنبیل بھری ہوئی ہوتی تھی اور گرمی کے زمانے میں سردی کے پھل اور سردی کے زمانے میں گرمی کے پھل۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

(کتاب مذکور ص ۱۳۵)

ف: ایسے واقعات پر امام محمد بن موسیٰ بن النعمان (م ۲۳۴ھ) کی کتاب بنام "مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِیْثِیْنَ بِخَیْرِ الْاَنَامِ فِی الْیَقْظَةِ وَالْمَنَامِ" ہے۔ نیز شیخ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن موسیٰ بن نعمان مراکشی مالکی (م ۶۸۳ھ نے بھی اسی موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے) (کشف) اور یہ کتاب دار الکتب المصریہ میں قلمی محفوظ ہے۔ (رسائل کوثری ص ۳۹۷)

اس شرف کا احترام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں

مشہور تابعی ابو جمرہ ضبعی کہتے ہیں کہ میں نے حج تمتع[1] کا ارادہ کیا تو کچھ لوگوں نے مجھے اس سے روکا۔ میں نے مزید تسلی کے لئے سید دو عالم ﷺ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تو تمتع ادا کر لے۔ چنانچہ میں اسی تمتع کے ارادہ پر بیت اللہ شریف گیا۔ وہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی نے آکر مجھے کہا عمرہ قبول اور حج بھی پاکیزہ قبول، یہ خواب دیکھ کر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے خوشی اور مسرت سے دو دفعہ اللہ اکبر فرما کر فرمایا کہ یہی سنت ہے سید دو عالم ﷺ کی، یہ روایت بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور بخاری میں اس قدر زیادہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ تو میرے پاس ہی اقامت اختیار کر لے میں تجھے اپنے مال سے کافی حصہ دے دوں گا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اکرام اس خواب کی وجہ سے ہے جو تو نے دیکھا ہے۔ (التاج کتاب الحج ص ۱۴۴)

ارشادات نبوت کے استخفاف پر دنیاوی سزا

تاریخ اسلام میں ایسے کئی واقعات موجود ہیں کہ جب کسی بھی مسلمان نے ارشاد سید دو عالم ﷺ کو یقین وایمان کی روشنی میں تسلیم نہیں کیا یا اس پر عمل سے پہلو تہی کی تو وہ فوراً دنیاوی عذاب کا شکار ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سید دو عالم ﷺ کے ارشادات عالی کا رخ سمجھ کر فوراً عمل کر دیتے تھے جیسا کہ صحیح حدیث ہے:

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ اپنے ایک غلام کو مار رہے تھے کہ پیچھے سے ایک آواز سنائی دی۔ اے ابو مسعود اس اللہ تعالیٰ سے ڈر جو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے، جتنی تجھے اس غلام پر حاصل ہے۔ یہ سن کر جب ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ تنبیہ کرنے والے رحمتِ دو عالم ﷺ تھے۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فوراً اعلان کر دیا۔ اے اللہ تعالیٰ کے نبی یہ غلام ابھی اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد ہے۔ یہ سن کر سید دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْکَ النَّارُ '' اگر تو آزاد نہ کرتا تو تجھے آگ جلا ڈالتی۔'' (مشکوۃ باب حق الملوک)

اس لئے جن لوگوں نے ارشاد نبوی کو وہ مقام نہیں دیا جو یقین اور ایمان کا درجہ رکھتا ہے، تو وہ دنیاوی سزا کا فوراً شکار ہو گئے۔ یہاں صرف چند واقعات عبرت کے لئے لکھے جاتے ہیں:

۱...... ایک آدمی سید دو عالم ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ سید دو عالم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے اس بات کو معمولی سمجھ کر یہ بہانہ بنایا کہ میرا دایاں ہاتھ منہ تک نہیں جا سکتا۔ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا اللہ کرے کہ تیرا دایاں ہاتھ کبھی بھی اوپر کو نہ اٹھ سکے۔ چنانچہ فوراً ہی اس کا دایاں ہاتھ شل ہو گیا۔ (مشکوۃ باب فی المعجزات)

۲...... بخاری اور مسلم میں ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا امام سے پہلے رکوع اور سجدہ میں نہ جاؤ جو آدمی امام سے پہلے رکوع میں جاتا ہے کیا وہ نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر میں تبدیل نہ کر دے۔ (بخاری و مسلم)

---

[1] حج تمتع کا مطلب یہ ہے کہ حاجی پہلے عمرہ کر کے احرام کھول دے اور پھر حج کے وقت حج کا احرام باندھ کر حج کرے اس کو تمتع کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں شراح حدیث نے بعض محدثین سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب وہ دمشق میں ایک مشہور استاذ سے پڑھنے کے لئے گئے تو وہ نقاب پہن کر درس دیا کرتے تھے۔ یہ شاگرد کافی زمانہ ان سے اسی حالت میں علم حاصل کرتا رہا۔ آخر ایک دن اس محدث استاذ نے اپنے چہرہ سے نقاب اتار کر کہا اے میرے بیٹے خبردار امام سے آگے رکوع وسجدہ میں نہ جانا۔ ''میں نے اس تبدیلی (یعنی چہرہ مسخ ہونا) کو محال سمجھا اور امام سے پہلے رکوع سجدہ کرنے میں کوئی گناہ نہ سمجھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سزا دے دی۔''

ف: اگرچہ سید دوعالم ﷺ نے امت کے لئے جو دعائیں مانگی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے قبول بھی فرمایا ہے، ان میں سے ایک دعا یہ ہے کہ میری امت کی شکل مسخ نہ ہو تو اس سے مراد یہ لیا گیا ہے کہ عمومی طور پر گناہوں کی پاداش میں پہلی امتوں کی طرح میری امت اس ذلت کی شکار نہ ہو اور کبھی کبھی اگر اس کا ظہور ہو جائے تو اس میں کچھ استبعاد نہیں۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۹۸)

اللہ تعالیٰ سب امت کو ایسے عذاب سے محفوظ رکھے اور سچی توبہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

۳...... شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب ''اَلْعُهُوْدُ الْمُحَمَّدِيَّة'' میں مندرجہ ذیل چشم دید واقعہ ذکر فرمایا ہے: ''میں نے بہ چشم خود ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں سو رہا تھا اور نماز فجر کے لئے بھی نہ اٹھا۔ جب کافی دیر بعد وہ جاگا تو اس کے ایک کان سے پیشاب بہہ رہا تھا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ اس ارشاد نبوی ﷺ کو نہیں مانتا تھا جس میں حضور انور ﷺ کے سامنے ایک ایسے مرد کا ذکر آیا جو نماز کے لئے نہ جاگا اور سویا ہی رہا تو سید دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے کان یا دونوں کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔ (یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے) (دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین ج ۳ ص ۶۳۲)

۴...... محمد بن جعفر نیشاپوری نے کہا کہ میں نے ایک دن بلا تحقیق یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ سے یہ منقول ہے کہ جو آدمی بدھ یا سنیچر کو فصد کرائے گا، اس پر اگر اسے برص (کوڑھ) کا مرض لاحق ہو تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے، یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں نے اسی خیال سے بدھ کے دن فصد کرائی جس کے نتیجہ میں مجھ کو برص کا مرض لاحق ہو گیا۔ میں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو اپنی بیماری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے میری حدیث کی اہانت کیوں کی؟ میں نے دربار نبوت میں توبہ کی جب نیند سے بیدار ہوا تو اپنے آپ کو تندرست پایا۔ (الطرائف از حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حصہ دوم ص ۱۳)

۵...... محی الدین ابن عربی نے مندرجہ ذیل واقعہ نقل فرمایا جس کی توثیق حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمائی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر جلیل القدر محدث بقی بن مخلد گزرے ہیں جنہوں نے اپنی ایک کتاب میں ۳۰ ہزار احادیث جمع کی ہیں۔ انہوں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو دودھ کا پیالہ دیا اور انہوں نے پی لیا۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اس کو تجربہ کرنے کے لئے حلق میں انگلی ماری اور قے کر دی، تو قے میں دودھ نکل گیا جس سے ان کو یہ تو یقین ہو گیا کہ وہ دودھ دینے والے واقعی حضور انور ﷺ ہی تھے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۹)

احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ شاید اسی وجہ سے اتنے بڑے محدث کو وہ قبولیت حاصل نہ ہو سکی جو دوسرے محدثین کرام کو حاصل ہے۔

۶ ...... مولانا عبدالحئی لکھنوی نے فرمایا ہے کہ محمد بن حمزہ آخر عمر میں اندھا ہو گیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اس بات کا مشاہدہ کرنے کے لئے کہ زمین علماء کے بدن کا گوشت نہیں کھاتی، اپنے استاد کی قبر کو کھودا مگر ان کی میت کو صحیح وسالم پایا، اسی وقت سے اندھا ہو گیا۔ (الفوائد البہیۃ ص ۱۶)

۷ ...... چند محدثین نے حضور انور ﷺ سے یہ روایت کی ہے کہ دین کا علم طلب کرنے والے کے پاؤں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اس پر ایک آدمی نے استہزاء کرتے ہوئے ایک طالب علم کے ساتھ جاتے جاتے اپنے پاؤں زمین پر مارے اور یوں کہا: ''فرشتوں کے پروں کو توڑتا ہوں۔'' اسے یہ سزا ملی کہ اس کے پاؤں میں کینسر ہو گیا اور وہ اسی سے مرا۔ اسی طرح ایک اور واقعہ بھی ملا علی قاری نے نقل فرمایا ہے۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۷۹)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے وجود مثالی پر مفصل بحث فرمائی ہے جس کا کچھ حصہ ان کے رسائل ''اَلْجَوَاهِرُ الْغَوَالِیْ'' میں مذکور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علماء راسخین نے نہ صرف وجود مثالی کو تسلیم فرمایا ہے بلکہ اس کو اسلامی تعلیمات کے دلائل کا بہت بڑا رکن قرار دیا ہے۔ برصغیر کے عظیم داعی توحید شہید بالاکوٹ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عبقات میں ارشاد فرمایا ہے: ''اَلْجَاحِدُ بِالْوُجُوْدِ الْمِثَالِیِّ لَیْسَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ بَلْ فِیْهِ شَوْبٌ مِنَ الْاِعْتِزَالِ لِمَا اَنَّهٗ یَضْطَرُّ اِلٰی تَاوِیْلِ اَلْفِ نَصٍّ بَلْ اَکْثَرَ تَاوِیْلًا بَعِیْدًا'' (ص ۲۲۰)

''جو آدمی مثالی وجود کا انکار کرتا ہے وہ ہرگز اہل سنت میں سے نہیں بلکہ اس میں اعتزال کی بو ہے۔ کیونکہ وجود مثالی کے انکار سے ایک ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ نصوص میں تاویل بعید کرنی پڑ جائے گی۔''

یعنی اگر وجود مثالی کو شرعاً معتبر نہ سمجھا جائے تو سید دو عالم ﷺ کے اکثر مشاہدات شب معراج، ملاقات انبیاء کرام علیہم السلام، جنت اور دوزخ کے مشاہدات، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کے داخلہ کا مشاہدہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز کا جنت میں سننا، خود سید دو عالم ﷺ کا جنت میں آنا جانا، اس دنیاوی حیات میں وغیرہا کئی احادیث کا انکار لازم آجائے گا یا تاویل بعید کرنی ہوگی جو کہ تحریف معنوی بن جاتی ہے۔

ف: جو لوگ ایسے واقعات کی غلط تاویلیں کرتے ہیں ان کے لئے استاذ محترم مولانا بدر عالم خلد آشیاں جنت البقیع مدینہ منورہ کی تنبیہ درج کی جاتی ہے: ''ہمیں اس کا کیا حق ہے اگر ہماری آنکھیں کچھ چیزوں کو نہیں دیکھتیں، تو جو آنکھیں انہیں دیکھتی ہیں ہم ان کے لئے بھی تاویلیں تراشنے بیٹھ جائیں۔ بعض لوگوں نے تو اسی مغالطہ میں تمام جگہ آپ کے چشم دیدہ حالات کو کشف کہہ دیا ہے۔ حتیٰ کہ معراج کو بھی ایک قسم کا کشف کہہ ڈالا۔'' (ترجمان السنۃ ج ۱ ص ۷ ۴۳)

حقوق نبوت

حقوق نبوت میں سے چھ حق اس قدر اعلیٰ اور اشرف اور اس قدر ضروری ہیں کہ ان پر ایمان لائے بغیر رسالت پر ایمان نہیں رہ سکتا۔ ان میں سے:

پہلا حق نبوت کے ابدی ہونے پر ایمان لانا ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کے ایک سچے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ وہ آج بھی نبی ہیں۔ قرآن کریم نے سب کو سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا حکم فرمایا: ''کل اٰمن باللّٰه وملٰئکته وکتبه ورسله (البقرة: ۲۸۵)''

اب اس وقت کے مسلمانوں کے لئے سب انبیاء علیہم پر ایمان لانا اسی صورت درست ہو سکتا ہے کہ ان حضرات علیہم کو نبوت سے موصوف یقین کیا جائے۔ چنانچہ علمائے عقائد اسلام نے فرمایا: ''قَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ اَنَّ النُّبُوَّۃَ لَاتَزُوْلُ بِالذَّنْبِ وَلَا یَجُوْزُ الْعِزُلُ عَنِ النُّبُوَّۃِ وَقَالَتِ الْمُتَقَشِّفَۃُ اَنَّ النَّبِیَّ یَصِیْرُ مَعْزُوْلًا بِالذَّنْبِ وَ کَذٰلِکَ بِالْمَوْتِ وَھٰذَا کُفْرٌ وَلِاَنَّ النَّوْمَ یَقُوْمُ مَقَامَ الْمَوْتِ کَمَاقَالَ اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ ثُمَّ اَجْمَعْنَا عَلٰی اَنَّہٗ لَا یَصِیْرُ مَعْزُوْلًا ثُمَّ لَوْ کَانَتِ النُّبُوَّۃُ مِمَّا تَزُوْلُ بِالْمَوْتِ مَکَانَ لَا یَصِحُّ الْاِیْمَانُ بِقَوْلِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ یَقْتَضِیْ اَنْ یَقُوْلَ کَانَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ'' اہل سنت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ اگر بالفرض نبی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، تب بھی اس سے نبوت کو نہیں چھینا جاتا۔ اسی طرح جب کہ نبی علیہ السلام پر موت طاری ہو گی تو اس موت سے بھی نبوت پر اثر نہ پڑے گا بلکہ وہ اب بھی اسی طرح نبی ہے جس طرح اس جہان میں نبی تھا۔ جیسا کہ نیند کے وقت بھی نبی ہی رہتا ہے۔ موت کو بھی نیند کا بھائی کہا گیا ہے۔ یعنی جس طرح نبی علیہ السلام کی نینداور عام انسانوں کی نیند بظاہر نیند ہی ہے، مگر عام لوگوں کا تو وضو تک ٹوٹ جاتا ہے۔ جب کہ انبیاء علیہم پر نینداثر انداز نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ نیند کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں پاتے۔ اسی طرح عام انسانوں اور انبیاء علیہم پر موت آجاتی ہے۔ سب ان کو یوں سمجھ لیتے ہیں مگر عام انسانوں کے سب کمالات تو سلب ہو جاتے ہیں مگر نبی علیہ السلام کو معزول سمجھ لینا فرقہ متقشفہ کا مذہب ہے اور یہ کفر ہے۔'' (التمہید ص ۸۰)

تو اگر نبوت موت کی وجہ سے سلب ہو جاتی تو اب ہم کلمہ اسلام میں اقرار رسالت جو کر رہے ہیں یہ عقیدہ نہ ہوتا بلکہ ایک گزشتہ بات کی خبر ہوتی۔ یعنی آج بھی ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کا معنیٰ ''محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں'' نہ ہوتا بلکہ ''محمد اللہ تعالیٰ کے رسول تھے'' ہوتا۔ (نعوذ باللہ منہ) امت موجود ہے اور نبی غیر موجود، اللہ تعالیٰ ایسے عقیدے سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

اسی طرح قیامت تک کے لئے نجات صرف اسی میں ہے کہ سید دو عالم ﷺ پر ایمان لایا جائے۔ خداوند قدوس نے آپ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: ''قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (الاعراف:۱۵۸)'' آپ اعلان فرمادیجئے اے انسانوں میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

چنانچہ سید دو عالم ﷺ نے جو پہلا وعظ کوہ صفا پر فرمایا، اس میں بھی یہی فرمایا: ''یٰاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا'' اے لوگو! کلمہ طیبہ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔

حضور انور ﷺ قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

نوٹ: ابونصر وائلی (م ۴۴۴ھ) نے یہ عقیدہ باطلہ شائع کرنے کی کوشش کی کہ جب کوئی نبی علیہ السلام دنیا سے سفر کر جاتا ہے تو اس کی نبوت بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی دعوت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس لعین کا عقیدہ یہ تھا کہ سید دو عالم ﷺ اب نبی اور رسول نہیں رہے۔ اس لئے پانچویں صدی کے علماء کرام نے اس عقیدہ کی پر زور تردید کی۔ امام الحرمین رحمہ اللہ نے اس سب بحث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''نبی اکرم ﷺ کا ابدی نبی ہونا اہل حق کا مذہب ہے۔ جو اس کے خلاف دوسرا عقیدہ اختیار کرے یا اپنے غلط عقیدے کو علمائے حق کی طرف منسوب کرے۔ ''فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ'' (حاشیہ السیف الصقیل از علامہ کوثری مصری ص ۵۴)

اسی طرح مفسر القرآن علامہ عبدالرحیم بن علی حنفی المعروف بہ شیخ زادہ نے اپنی کتاب ''نظم الفرائد'' میں فریدہ نمبر ۳۲ میں مندرجہ ذیل عنوان سے تحریر فرمایا ہے: ''اَلْفَرِیْدَۃُ الثَّالِثَۃُ وَالثَّلَاثُوْنَ فِیْ اَنَّ الرُّسُلَ وَ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ بَعْدَ اِنْتِقَالِهِمْ مِنْ هٰذِهِ الدَّارِ رُسُلٌ وَّ اَنْبِیَاءُ حَقِیْقَۃً اَوْ فِیْ حُکْمِهَا۔ ذَهَبَ مَشَائِخُنَا الْحَنَفِیَّۃُ اِلٰی اَنَّهُمْ رُسُلٌ وَّ اَنْبِیَاءُ حَقِیْقَۃً اِسْتَدَلَّ مَشَائِخُ الْحَنَفِیَّۃِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (الاٰیۃ) حَیْثُ اِطْلَاقُهٗ عَلَی الْاِتِّحَادِ بَیْنَ الرُّسُلِ فِیْ وَصْفِ الرِّسَالَۃِ فِیْ عَصْرِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ وَ عَدَمِ التَّفَاوُتِ فِیْ وَصْفِهَا وَ هٰذَا یَنْفِیْ کَوْنَ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ فِیْ حُکْمِ الرِّسَالَۃِ وَ اِلَّا یَکُوْنُ النَّبِیُّ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ فِیْ حُکْمِهَا وَ هُوَ بَاطِلٌ '' تینتیسواں بے بہا گوہر یکتا، اس عقیدہ کے بیان میں کہ تمام رسول اور نبی علیہم السلام جب اس گھر سے انتقال کر جاتے ہیں، پھر بھی وہ حقیقۃً نبی اور رسول رہتے ہیں یا صرف حکمی طور پر ان کو رسول کہا جاتا ہے۔ ہمارے حنفی مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام اس جہان سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اسی طرح رسول اور نبی ہوتے ہیں۔ (علیہم السلام) ان کا استدلال قرآن حکیم کی آیت: ۲۸۵ سورہ بقرہ سے ہے جس میں فرمایا: ''لا نفرق بین احد من رسله'' (ہم فرق نہیں کرتے کسی ایک میں بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے) یہ آیت امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ پر نازل ہوئی جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام جو اس دار فانی سے جا چکے ہیں وہ آج بھی اسی طرح وصف رسالت اور نبوت سے موصوف ہیں جس طرح اپنے اپنے زمانہ میں تھے۔ اگر یہ عقیدہ نہ رہا تو پھر سید دو عالم ﷺ کے متعلق بھی یہ کہا جا سکے گا کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حقیقۃً نبی اور رسول نہیں رہے بلکہ حکماً آپ ﷺ کو رسول ماننا ضروری ہے۔'' (نظم الفرائد مطبوعہ مصر ۱۳۳۲ھ ص ۶۶)

اس ارشاد کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جب سید دو عالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں یہ حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سب نبیوں پر ایمان لاؤ اور ان سے کسی ایک کی حیثیت یا حقیقت میں تفریق نہ کرو، تو اگر دنیا سے انتقال کے بعد سابقہ انبیاء علیہم السلام حقیقۃً نبی نہ تھے کہ وہ مر گئے ہیں تو پھر ان پر ایمان لانے کا اور اس ایمان کو سب ایمان پر مساوی حیثیت سے تسلیم کرنے کا حکم بے سود ہے اور یہی بات تو پھر سید دو عالم ﷺ کے سفر آخرت کے بعد ان کے بارہ میں کہی جا سکے گی کہ آپ ﷺ بھی ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کے بعد حقیقۃً نبی نہیں رہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ تو سراسر کفر ہے۔ ''اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ!

دوسرا حق یہ ہے کہ کمالات نبوت اور درجات نبوت کو بھی اس طرح وہی یقین کرنا ہے ارشاد قرآنی ہے: ''تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (البقرۃ: ۲۵۳)'' یہ جتنے پیغمبر ہیں ہم نے ان میں سے بعض حضرات کو بعض پر فضیلت و بزرگی عطاء فرمائی ہے۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند فرمائے۔

یعنی ہم نے ہی آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت دی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت اور رسالت میں تو سب کے برابر مگر اللہ تعالیٰ کے شرف مکالمہ میں دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہیں۔ امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ انفرادی طور سے ہر ایک نبی سے اعلیٰ ہیں۔ اسی طرح سب انبیاء علیہم السلام سے مجموعی طور پر بھی اشرف و افضل ہیں۔ ساتویں صدی میں علامہ عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقی نے یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ: ''رسول اکرم ﷺ انفرادی طور سے تو جملہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں مگر مجموعی طور پر ان سے افضل نہیں۔ علمائے وقت نے ان کو متنبہ کیا تو وہ بروقت سنبھل گئے اور اس غلط عقیدہ سے محفوظ رہے۔'' (طراز المجالس از شہاب خفاجی ص ۱۱۵)

تیسرا حق یہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے تمام اقوال اور احوال نبوت کے ترجمان تھے، آپ ﷺ کی صرف ایک ہی حیثیت ہے کہ آپ ﷺ ہر حال میں نبی اور رسول ہیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کی حیات مبارکہ کا ہر طور اور ہر دور اور ہر عمل بیداری، نیند، گھر، مسجد، خلوت، جلوت ہر حیثیت امت کے لئے نہ صرف مشعل راہ ہے بلکہ اسی میں رضاء خداوندی ہے اور وہی اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ہاں مقبول اور محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ علمائے اسلام کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے سید دو عالم ﷺ کی تمام زندگی کے ہر پہلو کو محفوظ رکھ کر امت کے لئے بے نظیر مینار ہدایت پیش کر دیا ہے جس کی روشنی میں دونوں جہانوں کی سرفرازی یقینی ہے۔

جن علمائے کرام نے اس مقدس اور پاکیزہ عنوان پر لکھا ہے ان میں سے امام نسائی رحمہ اللہ (م ۳۰۳ھ) علامہ ابن السنی رحمہ اللہ (م ۳۶۴ھ) امام منذری رحمہ اللہ (م ۶۴۵ھ) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) کی تصانیف قابل ذکر ہیں۔

تنبیہ: یہ نظریہ اسلام کے سراسر خلاف ہے کہ آپ ﷺ کے بعض کام تو ذاتی تھے اور بعض بطور نبوت کے تھے۔ اسی زندیقانہ عقیدہ کا امام الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ نے حیات مبارکہ میں دفاع کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''واللہ ماخرج منی الاحق'' اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میرے بدن اور زبان سے جو اعمال اور اقوال ظاہر ہوتے ہیں، وہ سب حق ہیں یعنی شریعت ہیں۔　(مفتاح الجنۃ از امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ)

چوتھا حق یہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ کو امام الانبیاء سمجھے۔ اگرچہ آپ ﷺ کا وجود اطہر اس جہان میں سب نبیوں سے آخر میں ظاہر ہوا۔ کیونکہ پھل ہمیشہ آخر میں ظاہر ہوتا ہے مگر پودا لگاتے وقت اوّلین غرض یہ پھل ہوتا ہے اسی عنوان کی مناسبت سے اکابر علماء دیوبند کے کلام کا کچھ حصہ پیش کیا جاتا ہے:

استاذ العلماء حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا: ''حضرت فخر عالم افضل الرسل ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے کمالات کا مرجع ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کے کمالات اور دیگر انبیاء (علیہم السلام) کے کمالات میں وہی نسبت ہے جو نور شمس اور نور قمر میں تعلق ہے۔''　(افادات محمود ص ۶۴)

ف: چاند میں اپنا ذاتی نور نہیں وہ تو پتھر کی قسم کی ایک دھات کا ٹکڑا ہے، جب اور جس قدر چاند سورج کے سامنے ہوتا ہے اسی قدر سورج کی روشنی سے روشنی حاصل کرتا ہے جیسا کہ علماء فلکیات نے کہا ہے: ''نور القمر مستفاد من نور الشمس'' یعنی چاند کا نور سورج کے نور سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اسی کو علامہ بوصیری نے قصیدہ بردہ الداء میں یوں ارشاد فرمایا ؎

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُولِ اللهِ مُلْتَمِسٌ　　غَرْفاً مِنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفاً مِنَ الدِّيَمِ

''اور تمام انبیاء علیہم السلام حضرت رسول اللہ ﷺ سے طالب ایک کف دست یعنی چلو کے ہیں آپ ﷺ کے دریائے معرفت سے یا بقدر ایک دفعہ کے چوسنے یعنی قطرہ کے آپ ﷺ کے علم کے بارلہنائے بسیار ہمیشہ برسنے والے سے۔''

وَكُلُّ آيٍ اَتَی الرُّسْلُ الْكِرَامُ بِهَا　　فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ

''اور ہر معجزہ جس کو رسولان کرام علیہم السلام لائے ہیں، سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ ان کو صرف بدولت حضور پرنور ﷺ پہنچا ہے۔''

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا　　يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

''وجہ اتصال یہ ہے کہ آپ ﷺ آفتاب فضل و کمال ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار و کواکب ہیں۔ پس جیسے قمر بوقت غیب و بتہ شمس استفادہ نور کا شمس سے کر کے شب تاریک کو روشن کرتا ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام استفادہ فیوض ظاہری و باطنی روح پر فتوح آنحضرت ﷺ سے کر کے قبل ظہور وجود باجود خلق کی راہنمائی کرتے رہے اور جب خود رونق بخش دنیا ہوئے تو سب چراغ پیش آفتاب ماند پڑ گئے۔''

اسی کو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے استاذ بانی دار العلوم دیوبند نے اپنے اردو کلام میں یوں ارشاد فرمایا۔

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں　　تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی　　تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

اسی کو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے گرامی قدر شاگرد محدث کبیر حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فارسی کلام میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

اے آنکہ ہمہ رحمت مہداۃ قدیری　　باراں صفت بجرست ابر مطیری
آدم بصف محشر و ذریت آدم　　در ظل لوایت کہ امامی و امیری
یکتا کہ بودہ مرکز ہر دائرہ یکتا　　تا مرکز عالم توئی بے مثل و نظیری

مندرجہ بالا اشعار ایک طویل نعت کے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے ان فارسی اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ:

ا...... اے وہ ذات عالی جو کہ خدائے قدیر کی سراپا رحمت ہی رحمت ہے جو اس نے اپنی مخلوق کو ہدیہ کے طور پر عطاء فرمائی ہے، آپ ﷺ کی رحمت عامہ بارش کی طرح سمندر کی مانند اور برسنے والے ابر کی مثال ہے۔

۲...... حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد آدم (سب آدمی) محشر کے میدان میں آپ ﷺ کے جھنڈے کے تلے ہوں گے۔ کیونکہ آپ ﷺ ہی امام اور آپ ﷺ ہی امیر ہیں۔

۳...... ہر دائرہ کا ایک ہی مرکز ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ بھی تمام جہان کے مرکز ہیں اور آپ ﷺ کی ذات بے مثل و بے نظیر ہے۔

ف: محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کو جس سعادت مند نے درس حدیث دیتے ہوئے دیکھا ہے یا آپ رحمہ اللہ کی کسی علمی مجلس میں شرکت کا موقع ملا ہے یا آپ رحمہ اللہ کے نعتیہ کلام کو (جو بلیغ عربی اور فارسی کلام پر مشتمل ہے) پڑھا ہے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سید دو عالم ﷺ کی نعت گوئی میں کس قدر رفیع مقام عشق رکھتے تھے۔ گویا وہ حب نبوی میں محو اور مستغرق تھے۔ یہاں صرف چند اشعار درج کئے جاتے ہیں جن کا تعلق شفاعت کے عقیدہ کے ساتھ ہے۔ آپ نے ایک مربعہ نعتیہ کلام میں فرمایا۔

الغرض از جملہ عالم مصطفیٰ و مجتبیٰ　　خاتم دور نبوت تا قیامت بے مرا
افضل و اکمل زجملہ انبیاء نزد خدا　　نعت اوصاف کمال او فزوں تراز عدید

تا صبا گلگشت گیہاں کردہ می باشد مدام | بوئے گل بردوش وے گرد بعالم صبح و شام
باد بروئے از خدائے وے درود وہم سلام | نیز اصحاب و آل و جملہ اخیار عبید
وز جناب وے رضا بر اقتران مستہام | خاصہ آں احقر کہ افقر ہست از جملہ انام
مستغیث است الغیاث اے سرور عالی مقام | درصلہ از بارگاہت در نشید ایں قصید

دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر مہتمم مولانا حبیب الرحمن صاحب نے لامیۃ المعجزات نامی ایک کتاب عربی نظم میں تالیف فرمائی ہے جس کے ۲۵۴ر اشعار ہیں اور ہر شعر کا آخری حرف لام ہے۔ اسی مناسبت سے اس کو لامیۃ المعجزات کا عنوان دیا۔ اس کی اردو شرح دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الادب مفتی اعظم مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی جو اصل کتاب کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ اعزازیہ سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے چند اشعار جن کا تعلق توسل اور عقیدہ شفاعت کے ساتھ ہے، تبرکاً درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) مَالَہٗ مِنْ مَلْجَاءٍ اَوْمَوْئِلٍ | غَیْرَبَابِ السَّیِّدِ الْمَوْلٰی الْاَجَلِّ

''ایسے عاصی کا کوئی ٹھکانا اور جائے پناہ عظیم الشان سردار اور آقائے نامدار کے دروازے کے سواء کہیں نہیں ہے۔''

(۲) سَیِّدِ السَّادَاتِ فَخْرِ الْاَنْبِیَاءِ | مُکْمِلِ التَّوْحِیْدِ مَحَّاءِ الْمِلَلْ

''وہ تمام سرداروں کے سردار تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے باعث فخر ہیں توحید کو کامل کرنے والے اور تمام ادیان باطلہ کو مٹانے والے ہیں۔''

(۳) لذبباب المصطفی خیر الطوری | مَلْجَاءِ الْمَکْرُوْبِ مِفْتَاحِ الْغَضَلْ

''اس برگزیدہ ذات کے دروازے کی پناہ پکڑ جو تمام مخلوق سے بہتر ہیں، غمگین کے لئے جائے پناہ اور مشکلات کے حل کرنے والے ہیں۔''

(۴) وَاقْرَعِ الْبَابَ مَلِحّاً مُذْنِباً | مَنْ اَدَمَ الْقَرْعَ لَا بُدَّ یَصِلْ

''اور اگر تیری بداعمالیوں کی وجہ سے فتح باب میں تاخیر ہو تو مایوس نہ ہونا بلکہ اس دروازہ کو ہمیشہ بالحاح وزاری کھٹکھٹاتا رہ کیونکہ جو شخص اس دروازے کو ہمیشہ کھٹکھٹائے جاتا ہے وہ ضرور گھر میں پہنچ کر رہتا ہے۔''

(۵) لُذْبِاعْطَافِ الْمُرَجّٰی وَاعْتَصِمْ | تَحْرِزِ النُّغْمٰی کَمَالاً ذَالْجَمَلِ

''اس ذات کی پناہ پکڑ جو کہ ساری مخلوق کے لئے امیدگاہ ہے اور ایسی پناہ پکڑ جیسی کہ اونٹ نے پکڑی تھی اور انہیں کا دامن پکڑ، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تیرے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

ف: ایک اونٹ نے دربار سید دو عالم ﷺ میں آکر یہ شکایت کی کہ میں نے اپنے مالکوں کی چالیس سال خدمت کی ہے۔ اب جب کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو انہوں نے میری خوراک کم کردی اور کام زیادہ لینا شروع کر دیا ہے۔ اب یہاں ایک تقریب ہے تو اب مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے اس کے مالکوں کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے اس کا اقرار کرلیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے تم اس کو میرے لئے چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا۔

استاذ محترم سید والانسب مولانا بدر عالم مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز خلد آشیاں جنت البقیع کی داستان عشق کافی طویل ہے۔ آپ کی کتاب ''شان حضور'' (ﷺ) سے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں آپ نے فرمایا:

ہر جلوہ پر ضیاء رخ انور کا نور ہے　　شانوں میں کیا بلند یہ شان حضور ہے
شافع ہیں روز حشر کے سب کے ہیں پیشواء　　محبوب کبریا ہیں یہ شان حضور ہے
سب پہ حریص اور رؤف و رحیم ہیں　　سب میں عزیز ہیں یہ شان حضور ہے
منشاء ہیں خلق و امر کا مبداء ہیں منتہی　　منبع وجود کا ہیں یہ شان حضور ہے
مجھ سے سیاہ رو کی جو بخشش بھی ہو گئی　　یہ شان مغفرت ہے یہ شان حضور ہے

* * *

خود محبت سے بلا کر جام کوثر دے دیا　　تک رہا تھا میں بیچارہ میں تو اس قابل نہ تھا
مغفرت کے آسرے پر میں بھی حاضر ہو گیا　　ایک عاصی اور بیچارہ میں تو اس قابل نہ تھا
جب قدم رکھا مدینہ میں تو فوراً پھر گیا　　میری گردش کا ستارہ میں تو اس قابل نہ تھا
مل گیا جس کو مدینہ اس کو سب کچھ مل گیا　　مل گیا مجھ کو کنارہ میں تو اس قابل نہ تھا
دی جگہ اپنا بنا کر خود بقیع پاک میں　　مضطرب تھا میں بیچارہ میں تو اس قابل نہ تھا
قبر میں مجھ سے جو پوچھیں تو بتا یہ کون ہیں　　ہو تصور بس تمہارا میں تو اس قابل نہ تھا

دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر محدث اور مفسر مولانا محمد یعقوب نانوتوی قدس سرہ العزیز نے سید دو عالم ﷺ کے حضور جو خراج عقیدت عربی زبان میں نظماً پیش کیا ہے، اس کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے: ''اس سے پہلے اگرچہ میں جناب سے ناواقف تھا مگر جناب کی قبر نے مجھے اطلاع دی کہ میرا محبوب اس میں آرام فرما ہے۔'' (ارکان اربعہ ص ۲۸۰)

(۱) یَارَبِّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ　　یٰسٓ وَطٰہٰ ذِی الْمَکَارِمِ اَحْمَدٍ

''اے پروردگار عالم نبی کریم محمد واحمد ویس وطہ پر رحمتیں نازل فرما جو اخلاق کریمانہ میں بے نظیر ہیں (حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''بعثت لاتمم مکارم الاخلاق'')

بِاَبِیْ وَاُمِّیْ ذَالرَّسُوْلُ الْاَکْرَمُ　　نَفْسِی الْفِدَاءُ وَمَا مَلَکَتْ یَدِیْ

''اس رسول اکرم ﷺ پر میری جان، میرا سب مال اور میرے ماں باپ فداء ہوں۔''

اَلْیَوْمَ یَا اَمَلِیْ وَیَا کُلَّ الْمُنٰی　　وَشَفَاعَتِیْ وَنَجَاحَ نَفْسِیْ فِی الْغَدِ

''آج کے دن (اس دنیا میں) آپ ﷺ ہی میری تمام امیدوں کا کامل سہارا ہیں اور قیامت میں میری جان کی خلاصی اور میری شفاعت کا مرکز بھی آپ ﷺ ہی کی ذات عالی ہے۔''

اَنْتَ الْکَرِیْمُ رَؤُفُنَا وَرَحِیْمُنَا　　یَا سَیِّدِیْ یَا سَیِّدِیْ یَا سَیِّدِیْ

''آپ ﷺ ہی کریم ہیں اور آپ ﷺ ہی ہم پر سب سے زیادہ شفیق اور سب سے زیادہ ہم پر رحم فرما ہیں۔ اے میرے سردار، اے میرے سردار، اے میرے سردار۔''

فَبِحُبِّہٖ اَرْجُوْا النَّعِیْمَ بِجَنَّۃٍ　　وَحَظِیْتُ فِی الدُّنْیَا بِعَیْشٍ اَرْغَدٍ

''آپ ﷺ ہی کی محبت کی برکت سے میں جنت کی نعمتوں کا امیدوار ہوں اور آپ ﷺ ہی کی محبت کی برکت سے اس دنیا میں آرام کی زندگی مجھے عطاء کی گئی ہے۔''

فِی فَرْحَۃٍ مِنْ حُبِّہٖ وَمَسَرَّۃٍ لَا زِلْتُ مُذْ اُدْعٰی بِاِسْمِ مُحَمَّدٖ

''اللہ تعالیٰ نے مجھے جس طرح اس دنیا میں خوش وخرم رکھا ہے، اسی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے سید دوعالم ﷺ کی محبت کی برکت سے ہمیشہ کے لئے خوش وخرم رکھے۔ جب کہ مجھے محمد کے نام سے پکارا جائے۔ (محمد یعقوب نام ہے جس کا عظیم جزء محمد ہے ﷺ)''

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی دیوبند کے بہت بڑے عالم دین اور ادیب لبیب تھے۔ انہوں نے قصیدہ بردہ کی شرح اردو زبان میں بنام عطر الوردہ لکھی ہے جو کہ نہایت ہی جامع اور عشق رسالت مآب سے لبریز ہے۔ اس کے آخر میں آپ نے سید دوعالم ﷺ کی نعت شریف عربی مخمس کی طرز پر لکھی ہے، جس کا پہلا اور آخری بند تبرکاً اور استدلالاً درج کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

مَامِثْلُ اَحْمَدَ فِی الْوُجُوْدِ کَرِیْمًا کَھْفُ الْوَرٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا
لِنَجَاتِنَا یَوْمَ النُّشُوْرِ زَعِیْمًا مَنْ قَالَ فِیْہِ اِلٰھُنَا تَعْظِیْمًا

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

''سید دوعالم ﷺ کی مانند اس کائنات میں کوئی بھی سخی اور کریم نہیں جو کہ ساری مخلوق کی جائے پناہ ہیں اور ایمان والوں پر بہت ہی زیادہ مہربان ہیں اور ہماری نجات کے لئے قیامت کے دن آپ کے لئے ہمارے معبود نے تعظیم کے طور پر یہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ پر درود پڑھو اور کامل سلام بھیجو۔''

قَدْ ضَاعَتِ الْاَوْقَاتُ اَیَّۃُ ضَیْعَتِیْ یَا خَیْبَتِیْ یَا خَیْبَتِیْ یَاخَیْبَتِیْ
اِذْضَاقَ مِنْ کُلِّ الْجَوَانِبِ حِیْلَتِیْ مَا اِنْ اَرٰی غَیْرَ الْحَبِیْبِ وَسِیْلَتِیْ

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

''میری ساری زندگی افسوس صد افسوس پوری طرح برباد ہوگئی اور جب کہ میری تمام کوششیں ہر طرف سے ناکام ہوگئیں تو اے میرے حبیب ﷺ، جناب کے سواء میں کسی کو اپنا وسیلہ نجات نہیں سمجھتا۔ آپ ﷺ پر درود پڑھو اور کامل سلام بھیجو۔''

پانچواں حق، سید دوعالم ﷺ کا ادب اور احترام ہے اور یہ احترام دل کی گہرائی سے ہونا ضروری ہے، اگر آپ کے احترام قلبی میں ذرہ بھر بھی فرق آیا بلکہ اگر غیر ارادی طور پر بھی بے ادبی کا ظہور ہوگیا تو اس سے سب اعمال برباد ہوجائیں گے۔

قرآن عزیز نے سارے قرآن عزیز میں اجمالاً اور سورۃ الحجرات میں خصوصاً آداب نبوت کو سچے ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔ فرمایا: ''یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ (الحجرات: ۱ تا ۳) ''اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز

سے اوپر اور نبی سے ایسے زور دار نہ بولو جیسا کہ آپس میں بولتے ہو کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے سب کام اور تم کو خبر بھی نہ ہو اور جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہی ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے اللہ نے ادب کے واسطے ان کے لئے معافی ہے اور بڑا ثواب ہے۔

اس ادب اور احترام کے واقعات حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس کثرت سے مذکور ہیں کہ اس کتاب میں ان کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ اسی ادب کو برقرار رکھنے کے لئے راعنا کا کلمہ کہنے سے روک دیا گیا۔ اس کی مختصری کیفیت یہ ہے کہ: ''سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ عرض کیا کہ جناب ارشاد فرماتے وقت ہماری رعایت فرمایا کریں تاکہ ہم بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اس کے لئے انہوں نے راعنا کا کلمہ عرض کیا جو کہ راع نا کا مجموعہ ہے۔ یعنی آپ ہماری رعایت فرمایا کریں۔ مگر دربار نبوت کے گستاخ بے ایمان بھی اس کلمے کو لب ولہجہ بدلا کر دربار نبوت میں عرض کرتے تھے۔ ان کا مطلب اس کلمہ سے یا تو راعینا کہنا تھا۔ (یعنی تو ہمارا چرواہا ہے) اور یا راعن مراد تھی جس کا معنی بیوقوف ہے۔ بظاہر تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان منافقوں گستاخوں کا کلام ایک ہی معلوم ہوتا ہے مگر دراصل وہ اس سے بے ادبی کا پہلو مراد لیتے تھے۔ اس لئے خداوند قدوس نے جو دلوں کے رازوں کو جاننے والا ہے اور جس نے سید دو عالم ﷺ کی شان کو بے نظیر رفعت عطاء فرمائی ہے مسلمانوں کو یہ کلمہ ہی بولنے سے منع فرما دیا۔ ارشاد فرمایا: ''یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَقُوْلُوا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکَافِرِیْنَ عَذَابٌ أَلِیْمٌ (البقرۃ: ۱۰۴)'' اے ایمان والو! مت کہو راعنا کا کلمہ بلکہ کہو انظرنا اور نبی علیہ السلام کی بات کو سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

ف: خطاب تو مسلمانوں کو فرمایا مگر آخر میں فرمایا کہ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی سید دو عالم ﷺ کی شان میں خبث باطن رکھنے والا کافر ہے اور ایسے کلمات سے یاد کرنے والا بھی کافر ہے جن سے بے ادبی ہو سکتی ہو۔

اس لئے علماء اسلام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کتاب میں ایسی عبارت ہو جس سے حضور انور ﷺ کی بے ادبی کا شبہ ہو تو اس کا مٹانا ضروری ہے۔ اگر طاقت ہو۔

چھٹا حق: سید دو عالم ﷺ کا، آپ کو اپنی جان، مال اور خود اپنی ذات سے محبوب سمجھنا ہے، یہ محبت شرعاً فرض ہے اور یہ نجات کا عظیم وسیلہ ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ اس کے لئے تیاری بھی کی ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''مجھے آپ سے محبت ہے۔'' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ'' آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی۔''

آنحضرت ﷺ کی محبت ہی عین ایمان ہے۔ اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہاں صرف چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

رحمت دو عالم ﷺ کے ساتھ محبت کے چند واقعات

جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے دور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد آنے والے مسلمانوں کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا ہے۔ (شاید اسی خواہش کی بناء پر آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہوں) ایک حدیث

پاک میں سید دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے: ''مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ رَاٰنِیْ بِاَھْلِہٖ وَ مَالِہٖ'' میری امت میں سے میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ مسلمان ہیں جو اس بات کو دل سے پسند کریں گے کہ مال اور اولاد کے بدلے میں بھی میری زیارت کا شرف حاصل ہو سکے تو دریغ نہ کریں گے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۷)

۱...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی موت کا جب وقت قریب آیا تو ان کی بیوی نے آہ و بکا کے ساتھ غم اور پریشانی کا اظہار کیا۔ آپ نے اس حالت میں فرمایا: ''وَاطَرَبَاہُ غَدًا اَلْقَی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَہٗ'' کتنی خوشی کی بات ہے کہ کل اپنے محبوب بندوں سے ملوں گا یعنی سید دوعالم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔'' (ص ۱۸)

۲...... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت آئی اور درخواست کی کہ مجھے سید دوعالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ جب اس نے آپ کا مزار پر انوار دیکھا تو اس قدر روئی کہ روح پرواز کر گئی۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۹)

۳...... اسلام کے ابتدائی دور میں جب کہ مکہ مکرمہ کے کافروں نے حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے ارض حرم سے باہر نکالا تو ابوسفیان بن حرب نے ان سے کہا میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تیری جگہ آج محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا جاتا اور تو اپنے گھر بال بچوں میں آرام سے رہتا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ سید دوعالم ﷺ کو کانٹا چبھے اور میں آرام سے بیٹھا رہوں۔'' اس پر ابوسفیان نے کہا میں نے ساری زندگی میں کسی کو کسی کے ساتھ ایسی محبت کرنے والا نہیں دیکھا، جیسا کہ محمد کے ساتھی محمد سے محبت کرتے ہیں۔ (ﷺ) (الشفاء ج ۲ ص ۱۹)

۴...... مشہور محدث ابوایوب سختیانی ؒ جو امام مالک ؒ کے استاذ حدیث ہیں، جب بھی سید دوعالم ﷺ کا اسم گرامی لیتے فرط عقیدت اور محبت سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ اسی طرح امام مالک ؒ کے سامنے جب حضور انور ﷺ کا اسم گرامی لیا جاتا تو آپ کے چہرہ کی رنگت ادب اور احترام کی وجہ سے بدل جاتی۔ مدینہ منورہ کے سید القراء محمد بن المنکدر سے جب کوئی حدیث پوچھی جاتی تو آپ اس قدر روتے کہ دیکھنے والوں کو رحم اور ترس آجاتا۔ یہی حال مشہور محدث اور صوفی صفوان بن سلیم کا تھا وہ تو اس قدر روتے کہ لوگ ان سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ یہی حال اکثر محدثین اور عاشقان سید دوعالم ﷺ کا تھا۔ (اور اب بھی ہمارے اکابر درس حدیث میں باوضو اور نہایت خشوع کے ساتھ حدیث کا درس دیا کرتے ہیں اور ان کی آنکھیں حبِ نبوی ﷺ سے پرنم رہا کرتی ہیں)

۵...... سید دوعالم ﷺ کے ساتھ محبت اور آپ کی معیت و خدمت کا ارادہ اور پرخلوص جذبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد بھی باعث رحمت رہا ہے اور اب بھی ہے۔ جیسا کہ الشفاء ہی میں ہے کہ ملک خراسان کے ایک بادشاہ صُفّار نامی کو ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھنے والے نے برزخ کے حالات پوچھے تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ایک مخلصانہ ارادے اور دلی تمنا کے اجر میں مجھے بخش دیا۔ میں نے ایک دن اپنے علاقہ کے ایک پہاڑ پر چڑھ کر اپنی فوج کو دیکھا تو میرا دل ان نوجوانوں اور مجاہدوں کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا، میں نے اس دلی خواہش کا اظہار کیا کہ کاش ''اگر میں دور نبوت میں ہوتا تو اپنی ساری توانائی اور طاقت کو حضور انور رحمت دوعالم ﷺ کے قدموں میں نثار کر کے دین کی خدمت کرتا۔'' اللہ تعالیٰ نے اس مخلصانہ تمنا کے اجر میں مجھے بخش دیا۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۷)

۶ ...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں ایک دن پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ آج سوموار کا دن ہے تو آپ نے فرمایا: "اَرْجُوْا فِيْمَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اللَّيْلِ" چنانچہ اسی رات کو رحلت فرما گئے اور منگل کے دن دفن کر دیئے گئے۔ (رضی اللہ عنہ)

ف: چونکہ سوموار کو سرکار دو عالم ﷺ اس دار فانی سے تشریف لے گئے۔ اسی لئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے تمنا فرمائی جو پوری ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر ایک باب باندھا ہے۔ (باب موت یوم الاثنین)

سلمہ بن الاکوع ہمیشہ مسجد نبوی ﷺ میں اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے تھے جس کے پاس حضور انور ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ (باب الصلوٰۃ الی الاسطوانہ بخاری)

۷ ...... سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ان تمام جگہوں پر نوافل ادا کرتے تھے جہاں جہاں ان کے والد عبداللہ نے نماز ادا کی تھی کہ ان مقامات پر سید دو عالم ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی۔

(بخاری باب المساجد علی طریق المدینہ)

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

حیات النبی ﷺ قرآنی ارشادات کی روشنی میں

سید دو عالم ﷺ کے ساتھ امت کا تعلق دوامی رکھنے کے لئے امت کے گنہگاروں کو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے کے لئے سید دو عالم ﷺ کے حضور پیش ہو کر آپ ﷺ سے درخواست استشفاع کیا کریں۔ جب سید دو عالم ﷺ ان کے لئے دربار خداوندی سے مغفرت کی درخواست فرمادیں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور رحم و کرم فرمادے گا۔ ارشاد فرمایا: "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء: ۶۴)" اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانا جائے اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ جب برا کیا تھا انہوں نے اپنے آپ کے لئے، آتے جناب کے پاس پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو اللہ تعالیٰ کو ضرور معاف کرنے والا مہربان پاتے۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جب بھی کوئی غیر ارادی لغزش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما کر ان کے لئے اپنی رضامندی کی سند عطاء فرمادی اور یہی طریقہ سید دو عالم ﷺ کے بعد بھی رہا اور اب تک اسی پر امت کا عمل ہے۔ صرف دو واقعات درج کئے جاتے ہیں:

۱ ...... ابو صالح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ کے سفر آخرت کے تین دن بعد ایک دیہاتی مسلمان آیا اور سید دو عالم ﷺ کے مزار عالی کے ساتھ چمٹ کر اپنے سر پر اس مٹی کو ڈالتے ہوئے کہنے لگا یارسول اللہ (ﷺ) آپ ﷺ نے ہم کو اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا اور ہم نے سنا آپ ﷺ نے یاد کرایا اور ہم نے اس کو یاد رکھا۔ اسی کلام الٰہی میں یہ بھی ہے کہ: "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ (النساء: ۶۴)" ساری آیت اس نے پڑھ کر کہا کہ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ (گناہ سرزد ہو گیا) حاضر ہو گیا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے اللہ تعالیٰ سے بخشوا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو قبر مبارک کے اندر سے ندا آئی کہ تیری مغفرت ہو گئی۔

یہ واقعہ تو دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے اور اس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کو نقل کرنے والے مشہور محدث اور مفسر علامہ قرطبی ہیں۔

۲...... علماء کرام کی ایک جماعت نے جن میں سے شیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب الشامل نامی میں علامہ عتبی سے ایک مشہور حکایت نقل فرمائی ہے کہ: ''عتبی فرماتے ہیں کہ میں سید دو عالم ﷺ کے مزار اقدس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی نے حاضر ہو کر کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ'' میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ'' (پوری آیت) سنی ہے اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ خداوند قدوس کے حضور میری شفاعت فرما کر میرے گناہ بخشوا دیں اور یہ شعر پڑھا ۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه فیه العفاف وفیه الجود والکرم

''میری جان اس قبر پر قربان ہو جائے جس میں آپ آرام فرما ہیں کہ اس میں پاک دامنی ہے اور اس میں سخاوت اور بخشش ہے۔''

اس کے بعد وہ دیہاتی مسلمان چلا گیا اور میری آنکھ لگ گئی تو میں سید دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عتبی! اس اعرابی کو جا کر بشارت دے دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۰۱) و کتاب المغنی ج ۳ ص ۵۸۹، از علامہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن قدامہ (م ۶۲۰ھ) و شرح کبیر ج ۳ ص ۴۹۴، از شمس الدین عبدالرحمن بن قدامہ المقدسی (م ۶۸۲ھ)

عقیدہ استشفاع سے انحراف نفاق کی علامت ہے

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اپنے اعمال پر فیصلہ ہوگا کسی کی شفاعت کوئی فائدہ نہیں دے گی اور اس کے لئے ان آیات کو پیش کرتے ہیں جن میں کافروں کے لئے شفاعت کے غیر مفید ہونے کو فرمایا ہے۔ حالانکہ از روئے قرآن عزیز مسلمانوں کے لئے دربار خداوندی سے مغفرت کا طلب کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ:

۱...... حاملان عرش مجید اور دوسرے ملائکہ کے دو کام ارشاد فرمائے: ''اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ۔ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (المومن: ۷تا۹)'' وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو عرش کے اردگرد ہیں، وہ (ایک تو) اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور (دوسرے) اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے ہیں، ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے۔ (مسلمان ہوئے) یوں کہتے ہوئے تو نے گھیر رکھا ہے ہر چیز کو اپنی رحمت اور علم میں۔ پس بخش دے ان کو جو گناہوں سے لوٹ آئے اور تیری راہ پر چلے اور ان کو آگ کے عذاب سے بچا لے۔ اے ہمارے رب اور ان کو داخل کر دے ہمیشہ رہنے والی ان جنتوں میں جن کا تو نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے اور ان کو جنت میں داخل فرما دے جو نیک ہوں ان کے باپ دادوں میں سے ان کی بیویوں خاوندوں میں سے اور ان کی اولادوں میں سے۔ بے شک تو غالب ہے اور بڑی حکمت والا ہے اور ان کو بچا لے بری حالت سے اور

جس کو تو نے آج بچا لیا برائی سے تو نے اس پر رحم فرما دیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

۲...... خداوند قدوس نے جناب رسول اکرم ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مغفرت طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے: ''واستغفر لهم (آل عمران: ۱۵۹) ''اور ان کے لئے مجھ سے مغفرت طلب کریں۔

یہ آیت سورہ آل عمران کی ہے جس کا تعلق ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہے، جنہوں نے اس درہ کو چھوڑ دیا تھا جہاں سید دو عالم ﷺ نے ان کو مقرر فرمایا تھا۔

۳...... فتح مکہ کے بعد بھی مشرف بہ اسلام ہونے والوں کے لئے ان کے سابقہ گناہوں کی مغفرت کے لئے خداوند قدوس نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا کہ ان کے لئے بھی مجھ سے مغفرت طلب کریں۔

''إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ۔ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (النصر: ۱ تا ۳) ''جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی اور مکہ فتح ہو جائے گا اور تو دیکھے گا کہ لوگ جوق در جوق اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوں گے۔ پس اپنے رب کی حمد وثناء کہیں اور اس اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہ بخشوائیں بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس سورۃ میں جو کہ آخر عمر میں نازل ہوئی، سید دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد وثنا کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ اب ان کے گناہ بخشوائیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے موضح القرآن میں فرمایا: ''اب امت کے گناہ بخشوایا کر، درجہ شفاعت کا ملے۔''

تنبیہ: مودودی صاحب کا قلم یہاں بھی شان نبوت کو اجاگر کرنے کی بجائے بہت بڑی لغزش کر گیا۔ مودودی صاحب نے اس تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ: ''یعنی اپنے رب سے دعا مانگو کہ جو خدمت اس نے تمہارے سپرد کی تھی، اس کو انجام دینے میں تم سے جو بھول چوک یا کوتاہی بھی ہوئی ہے، اس سے چشم پوشی اور درگزر فرمائے۔''
(تفہیم القرآن ج ۶ ص ۵۱۷ سورۃ النصر)

۴...... اسی طرح ''سُورَةُ الْبَقَرَة'' میں فرمایا: ''واستغفر الله ان الله غفور رحيم (البقرة: ۱۹۹) ''اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

۵...... سورۃ الممتحنہ میں بیعت کرنے والی عورتوں کے بارہ میں ارشاد فرمایا: ''واستغفر لهن الله ان الله غفور رحيم (الممتحنة: ۱۲) ''اور ان مسلمان عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان تمام آیات کو ملانے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سید دو عالم ﷺ کو مقام شفاعت عطاء فرمایا گیا ہے تاکہ امت کے لئے طلب مغفرت فرماویں اور امت اس کو اپنے لئے باعث نجات اور وسیلہ فلاح سمجھے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شرف کو بھی حاصل کیا مگر منافقوں نے آپ کو استغفار کے لئے، وسیلہ بنانے کو کفر سمجھا اور سرتابی کی۔ قرآن حکیم نے سورۃ المنافقون میں اس امر کا ذکر فرمایا کہ جب ان سے دربار سید دو عالم ﷺ کے حق میں گستاخانہ کلام نکلا اور ان کے دوسرے منصوبے بھی ناکام ثابت ہوئے جو اسلام اور سید دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مذموم ارادوں پر مشتمل تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو یہ مشورہ دیا کہ دربار رحمت دو عالم ﷺ میں حاضر ہو کر درخواست کرے۔ تاکہ آنحضرت ﷺ اس کے لئے دربار خداوندی سے مغفرت طلب فرمالیں تو اس نے جو

کیا اس کو قرآن حکیم نے بیان فرمایا اور جو کہا اس کو حدیث وتفسیر میں بیان فرمایا۔ ارشاد قرآنی ہے: "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (المنافقون:۵)" اور جب ان (منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ آؤ کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے تو وہ اپنے سروں کو مٹکاتے ہیں اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ اس بات سے رک جاتے ہیں غرور اور تکبر کی حالت میں۔

اس کی تفسیر میں مفسرین کرام نے یہ فرمایا: "جب بعض مسلمانوں نے عبداللہ بن ابی کو یہ مشورہ دیا کہ دربار سید دوعالم ﷺ میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کرے تاکہ حضور انور ﷺ تیرے لئے دست مغفرت پھیلائیں۔ تو اس نے کہا: "تم لوگوں نے مجھے پہلے اسلام لانے کا مشورہ دیا جو میں نے قبول کرلیا اور اسلام لے آیا پھر تم نے مجھے زکوٰۃ ادا کرنے کا مشورہ دیا وہ بھی میں نے قبول کر کے زکوٰۃ ادا کردی۔ اب تمہارے لئے یہی بات باقی تھی کہ تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں محمد کو سجدہ کروں۔" چنانچہ سر مٹکاتے ہوئے چلا گیا۔ (روح المعانی)

یعنی منافق سید دوعالم ﷺ کے حضور استغفار کے لئے حاضری کو شرک سمجھتے تھے۔ چنانچہ رحمت دوعالم ﷺ کو یہ فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ خواہ آپ ان کے لئے رحمت للعالمین ہونے کی وجہ سے بخشش طلب فرمادیں۔ جیسا کہ اسی سورت کی آیت:٦ میں ہے اور سورۃ توبہ میں بھی ارشاد فرمایا: "إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (التوبة:۸۰)" اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی مغفرت طلب فرمادیں۔ تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

ف: اور اب بھی زائرین سید دوعالم ﷺ کو فقہ حنفی کا یہی حکم ہے کہ دربار سید دوعالم ﷺ میں حاضری کے وقت یہ حالت ہو کہ: "وَيُمَثِّلُ صُورَتَهُ الْكَرِيمَةَ الْبَهِيَّةَ ﷺ كَأَنَّهُ نَائِمٌ فِي لَحْدِهِ يَسْمَعُ كَلَامَهُ ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَيَقُولُ اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (الآية) وَقَدْ جِئْنَاكَ سَامِعِينَ قَوْلَكَ طَائِعِينَ أَمْرَكَ مُسْتَشْفِعِينَ بِنَبِيِّكَ إِلَيْكَ" سید دوعالم ﷺ کی مبارک صورت کا اس طرح تصور کرے گویا آپ اپنی لحد مبارک میں سوئے ہوئے ہیں اور اس کی بات سن رہے ہیں۔ پھر سید دوعالم ﷺ کے سر مبارک کے پاس آکر یہ عرض کریں: یا اللہ! تو نے فرمایا ہے اور تیرا فرمانا بالکل سچ اور صحیح ہے (یہ کہ) جب یہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے (پوری آیت پڑھ لے) تو ہم آپ کے ارشاد کو سن کر تیرے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے تیرے، نبی کو تیرے دربار میں وسیلہ شفاعت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ (طحطاوی شرح درمختار ج ۱ ص ۸۹۹)

شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "ثُمَّ يَسْأَلُ النَّبِيَّ الشَّفَاعَةَ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَأَتَوَسَّلُ بِكَ إِلَى اللّٰهِ فِي أَنْ أَمُوتَ مُسْلِمًا عَلَى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ" صلوٰۃ وسلام کے بعد سید دوعالم ﷺ سے شفاعت کا سوال کرے اور یوں کہے یا رسول اللہ ﷺ میں جناب سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری موت آپ ﷺ کی ملت اور آپ ﷺ کی سنت پر فرمائے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۷)

علماء دیوبند رحمہم اللہ کا یہی مسلک اور یہی طرز عمل ہے، جیسا کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے اپنی کتاب "زبدۃ المناسک" میں (جو کہ حج اور زیارت کے احکام اور اعمال پر مشتمل ہے) فرمایا ہے: "جب سید دوعالم ﷺ کے دربار عالی میں زیارت کا شرف حاصل ہو تو سلام عرض کر کے اپنی شفاعت کی درخواست کرے اور

اگر کسی دوسرے آدمی نے سلام اور شفا کی درخواست کا کہا ہو تو یوں کہے: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ یَسْتَشْفِعُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ" یارسول اللہ ﷺ آپ پر فلاں کے بیٹے فلاں کی طرف سے سلام ہو وہ جناب سے درخواست کرتا ہے کہ آپ ﷺ اس کی مغفرت کا وسیلہ بن کر دربار خداوندی میں شفاعت کریں۔

بلکہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر بھی سلام کہہ کر یہ درخواست کرے کہ آپ دونوں بھی سید دو عالم ﷺ کے دربار میں میری شفاعت کے سوال کا وسیلہ بنیں۔"

عرض اعمال بحضور سید دو عالم ﷺ

بعض روایات میں یہ بات ثابت ہے کہ زندہ انسانوں کے اعمال ان کے واقف کار مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں اور وہ اپنے پسماندگان کے اچھے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے برے اعمال سے غمناک ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سید دو عالم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "اِنَّ اَعْمَالَکُمْ تُعْرَضُ عَلٰی مَوْتَاکُمْ فَیَسُرُّوْنَ وَیَسَاؤُنَ" بے شک تمہارے اعمال تمہارے مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں (جن کو دیکھ کر) وہ خوش بھی ہوتے ہیں اور افسردہ بھی۔ (ضمیمہ کتاب الزہد از ابن مبارک ص ۴۲)

اور اسی روایت میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے یوں بھی فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: "یا اللہ مجھے ایسے اعمال سے بچا جب میری اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات ہو تو وہ مجھ پر غصہ سے ہوں۔"

ایک روایت میں یوں بھی ارشاد نبی کریم ہے کہ تم ایسے اعمال نہ کرو جس سے تمہاری اموات کو دکھ اور رسوائی ہو۔ (روح المعانی سورۃ النحل)

اکثر ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ بعض اموات کسی اچھے کام پر خواب میں آ کر تحسین کرتے ہیں اور کسی برے کام پر سرزنش کر جاتے ہیں اور سید دو عالم ﷺ پر امت کے اعمال کا پیش ہونا کئی احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: "حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور انور ﷺ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ اعمال خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔" (تفسیر عثمانی سورۃ النحل: ۸۹)

الغرض ان تمام امور سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سید دو عالم ﷺ روضہ اقدس میں حیات ہیں اور یہی عقیدہ مذاہب اربعہ اور اہلحدیث حضرات کا ہے۔

مذاہبِ اربعہ کا عقیدہ دربارہ حیات النبی ﷺ

یہ عقیدہ ہر چہار مذاہب کے ہاں ضروری ہے۔ ہر مسلک کے جلیل القدر علماء اور اولیاء کو یہ شرف عظیم حاصل ہوا ہے اور اس پر انہوں نے مدلل کتابیں لکھی ہیں۔ جیسا کہ احناف میں سے ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حنابلہ میں سے سید الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانی، مالکیہ میں سے مفسر القرآن امام قرطبی، ابن الحاج، حافظ ابن ابی جمرہ، شوافع میں سے امام غزالی، علامہ بارزی، علامہ السبکی رحمہم اللہ نے اس عقیدہ پر مفصل کتابیں شائع کی ہیں۔

اکابر علماء اہل حدیث کا عقیدہ حیات قبر اور حیات النبی ﷺ کے متعلق

۱...... اہل حدیث کے امام اور اہل سنت والجماعت کے واجب الاحترام علامہ محمد ابن علی شوکانی یمنی (م ۱۲۵۰ھ) نے اپنی مستند اور مقبول کتاب "نیل الاوطار" میں حیات النبی ﷺ کے بارے میں جملہ احادیث نقل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل فیصلہ فرمایا ہے: "وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا التِّرْمِذِيَّ الْحَدِيْثُ الْاَوَّلُ اَخْرَجَهُ اَيْضًا اِبْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَالْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهٖ وَقَالَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ وَذَكَرَ اِبْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ فِي الْعِلَلِ وَالْاَحَادِيْثِ فِيْهَا مَشْرُوْعِيَّةُ الْاِكْثَارِ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاَنَّهَا تُعْرَضُ عَلَيْهِ وَاَنَّهٗ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ وَقَدْ اَخْرَجَ اِبْنُ مَاجَةَ بِاَسْنَادٍ جَيِّدٍ اَنَّهٗ ﷺ قَالَ لِاَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلطَّبْرَانِيِّ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُّصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَلٰوتُهٗ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِيْ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُحَقِّقِيْنَ اِلٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَاَنَّهٗ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ اُمَّتِهٖ كَمَا وَرَدَ النَّصُّ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فِيْ حَقِّ الشُّهَدَاءِ اَنَّهُمْ اَحْيَاءٌ يُّرْزَقُوْنَ وَاَنَّ الْحَيَاةَ فِيْهِمْ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْجَسَدِ فَكَيْفَ بِالْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ" اور احادیث میں ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ پر جمعہ کے دن درود شریف زیادہ پڑھا جائے اور یہ بھی احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ کریم نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کھانے حرام کر دیئے ہیں اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ جب کوئی بندہ مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ مجھ کو پہنچتا ہے۔ ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا کہ حضرت ﷺ آپ کی وفات کے بعد بھی پہنچے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میرے اس دنیا سے بظاہر چلے جانے کے بعد بھی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ اس لئے محققین علماء کی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور وہ اپنی امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں۔ جب قرآن کریم میں شہداء کے متعلق ہے کہ وہ زندہ ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کی زندگی جسم کے ساتھ ہے تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام اور مرسلین کے لئے اس کا انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے۔" (نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۲۴)

نوٹ: یہی علامہ شوکانی اپنی مشہور کتاب (تحفۃ الذاکرین ص ۳۴) میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ روح سے مراد نطق کا لوٹانا ہے۔ اس لئے کہ حضور انور ﷺ کی روح تو قبر میں بھی آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوتی۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے "حصن حصین" کی شرح "تحفۃ الذاکرین" میں فرمایا ہے: "وَقَدْ تَقَدَّمَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ الدَّالَّةِ عَلٰى اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَالْاَحَادِيْثُ مُصَرِّحَةٌ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرُدُّ عَلَيْهِ رُوْحَهٗ عِنْدَ سَلَامٍ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ ......" روح کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ: "قِيْلَ وَالْمُرَادُ بِرَدِّ الرُّوْحِ اَلنُّطْقُ لِاَنَّهٗ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ وَرُوْحُهٗ لَا تُفَارِقُهٗ" جس کی تشریح گزر چکی ہے۔

نوٹ: رسالہ امام شوکانی رحمہ اللہ (مؤلفہ مولانا محمد حنیف بھوجیانی مصدقہ مولانا محمد اسمٰعیل رحمہ اللہ گوجرانوالہ) میں اس کتاب "تحفۃ الذاکرین" کو امام شوکانی کی تصنیف تسلیم کیا گیا ہے جس کا نمبر ۹ ہے۔

۲..... علامہ ابن قیم نے فرمایا:۔

فَكَانَّهٗ فِی الْقَبْرِ حَیٌّ نَاطِقٌ فَالْوَاقِفُوْنَ نَوَاكِسُ الْاَذْقَانِ

جماعت اہلحدیث ہندیہ کے امام اور محدث اعظم حضرت میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اعلی اللہ مقامہ وقدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ''اور حضرات انبیاء کرام (علیہم السلام) اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ خصوصاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے لیکن کیفیت حیات کی ان کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اوروں کو یہ کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔'' (ضمیمہ فتاویٰ نذیریہ ص ۵۵)

۳..... قابل احترام بزرگ محدث ومفسر نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب ''التنکیت فی شرح ابیات التثبیت'' میں فرمایا ہے: ''احادیث متواتر اند برانکہ عودمی کند روح بسوئے بدن وقت سوال وایں تعلق ہمیشہ ے ماند اگر چہ جسد جان دریدہ ومتفرق ومنقسم گردد وسوال بدن بلا روح قول طائفہ است وجمہور الکارش کردند ودیگر در برابر ایشاں گویند کہ سوال روح رابلا بدن است وایں غلط فاحش است ورنہ قبر را بدان اختصاص نہ باشد۔'' (ص ۲۳، ۲۴، ۲۵ مطبوعہ ۱۲۹۲ھ)

کتاب کے شروع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ قبر میں شعور اور ادراک تمہارے ساتھ رہے گا، گزر چکا ہے۔ اس روایت کی توثیق اور تائید نواب صاحب نے کرتے ہوئے اپنی کتاب ''حَضَرَاتُ التَّجَلِّیْ'' کے (ص ۷۴) میں نقل فرمایا ہے: ''قَالَ الْبَیْهَقِیُّ وَالْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ بَعْدَ مَاقُبِضُوْا رُدَّتْ اِلَیْهِمْ اَرْوَاحُهُمْ فَهُمْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ''

نواب صاحب اپنے سفر نامہ حج ''رحلۃ الصدیق'' میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ: ''حضور نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ قریب سے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا۔'' (رحلۃ الصدیق ص ۸۰)

متذکرہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ظاہر ہے کہ:

الف..... موت کے بعد بھی روح کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے۔

ب..... عذاب اور ثواب اسی قبر میں ہے جہاں بندہ دفن کیا جاتا ہے۔

ج..... بدن گل جائے یا سڑ جائے تب بھی روح کا تعلق رہتا ہے۔

د..... اسی بدن یا اس کے ذرات کے ساتھ ادراک اور شعور باقی رہتا ہے۔

ر..... جناب رسول اکرم ﷺ قریب سے صلوٰۃ وسلام کو خود سنتے ہیں۔

س..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ دربار نبوت میں سلام پیش کیا کرتے تھے۔

۴..... ابوداؤد کے شارح علامہ شرف الحق عظیم آبادی نے ابوداؤد کی شرح ''عون المعبود'' میں علامہ جلال الدین سیوطی کے رسالہ ''انباہ الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' اور محدث کبیر علامہ بیہقی کے رسالہ ''حیاۃ الانبیاء'' اور ''کتاب الاعتقاد'' سے استناد کرتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام اور سید دو عالم ﷺ کی حیات مبارکہ کے متعلق ارشاد فرمایا: ''وَهُوَ حَیٌّ دَائِمًا'' آپ ﷺ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔

معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعۃ کے سب فرقے حیات النبی ﷺ کے عقیدہ پر متفق ہیں۔ یہ عقیدہ کسی کا بھی نہیں کہ جسد اطہر روضہ انور میں سلامت تو ہے مگر روح کا تعلق نہیں ہے۔

مشہور محدث اور مفسر علامہ محمد بن عبدالرحمن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) نے رسول اللہ ﷺ کے ''حَیٌّ عَلَی الدَّوَامِ'' پر بادلیل بحث فرمائی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ: ''وَنَحْنُ نُؤْمِنُ وَنُصَدِّقُ بِاَنَّہٗ ﷺ حَیٌّ یُرْزَقُ فِیْ قَبْرِہٖ وَمِنْ جَسَدِہِ الشَّرِیْفِ لَاتَأْکُلُہُ الْاَرْضُ وَالْاِجْمَاعُ عَلٰی ھٰذَا'' (القول البدیع ص ۱۷۱، ۱۷۲)

تنبیہ: حیات بعد الموت کے منکرین ان کتابوں کی تخفیف کرتے ہیں جن میں اس زندگی کا ذکر ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے لئے علامہ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت درج کی جاتی ہے جو آپ نے اپنی کتاب ''حضرات التجلی من نفحات التخلی'' (مطبوعہ ۱۲۹۸ھ) میں فرمائی ہے: ''میں نے ''ابیات تثبیت'' کی ایک مفصل شرح لکھی ہے جس میں حیات قبر اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کو ثابت کیا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی موضوع پر ایک مدلل کتاب لکھی ہے جس کا نام ''شرح الصدور'' ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ان کتب کا مطالعہ کرے اور ان سے نصیحت حاصل کرے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ آج عالم اور جاہل اکثر دنیاوی خواہشات کے لئے سرگرم عمل ہیں اور ان کتابوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔'' (ص ۴۷)

نواب صدیق حسن خان مرحوم خود دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور شرف سلام سے مشرف ہوئے۔ اسی سفر کے حالات کو اپنی مشہور کتاب ''رحلۃ الصدیق'' میں ذکر فرمایا۔

مرحوم علامہ عبدالحمید الخطیب شیخ الحرم و سابق رکن مجلس شوریٰ حکومت سعودیہ فرماتے ہیں کہ: ''جب میں مسجد حرام میں مدرس تھا تو مجھ سے شام کے حاجی نے آ کر شکایت کی کہ میں بیت اللہ شریف کے مطاف میں ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ'' کہہ رہا تھا کہ ایک عالم نے جو اپنے آپ کو مجدی ظاہر کرتا ہے، روک دیا۔ میں نے جناب شیخ ابن مانع اور جناب شیخ عبدالظاہر امام مسجد حرام سے پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، مگر جس نے روکا ہے وہ ان کے خلاف برا بھلا کہہ رہا ہے۔ یہ بات اور اس قسم کی دوسری باتیں لوگوں کی نظر میں وہابیہ مجدیہ کی حقارت کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ کیا واقعی علمائے مجدیہ وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ: ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ'' کہنا حرام ہے، تو میں نے اس کو جواب دیا کہ تمام اسلاف وہابیہ اس سلام کو جائز قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگ خواہ مخواہ اپنے غلط عقائد کو وہابیہ کے ساتھ خلط ملط کر کے وہابیہ کو بدنام کر رہے ہیں۔ جیسا کہ انڈونیشیا میں ایک جماعت اور نغ وہابیہ کے خلاف ہیں تو اس سے متاثر ہو کر میں نے یہ قصیدہ لکھا اور اس کو اجلہ علمائے مجد کے سامنے پیش کیا، سب نے تصویب فرمائی۔'' (دیباچہ ص ۴،۶)

کچھ دنوں کے بعد میں مدینہ منورہ سردار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب میں مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گیا تو مجھ کو ایک صالح اور متقی انسان ملا، جس نے کہا کہ میرا نام شیخ احمد ہے اور میں دربار پر انوار کا خادم ہوں۔ مجھے جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو قصیدہ تو نے حضور ﷺ کی نعت میں لکھا ہے، اسے روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھیں۔ چنانچہ خطیب صاحب نے بیان کیا کہ وہ قصیدہ میں نے روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھا۔ اس قصیدہ کا نام ''تَحِیَّۃٌ لِلْحَبِیْبِ'' ہے اور وہ مصر میں طبع ہو چکا ہے۔ جیسا کہ خطیب صاحب نے اپنی کتاب (اسمی الرسالات ص ۲۱۸) میں کہا ہے۔

اس قصیدہ مبارکہ کے چند اشعار تبرکاً درج کرتا ہوں ۔

(۱)

رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا مَنْ قَدْ حَبَاہُ — اِلٰہُ الْعَرْشِ بِالنِّعَمِ الْجِسَامِ
وَسَوَّدَہٗ عَلٰی کُلِّ الْبَرَایَا — وَرَفَعَہٗ اِلٰی اَعْلَی الْمَقَامِ
لِھٰذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ — اَتَیْتُ مُقَدِّمًا کُلَّ احْتِرَامِ
وَحَسْبِیْ اَنْ تَرُدَّ عَلَیَّ سَلَامِیْ — بِنَفْسِکَ یَاحَبِیْبِیْ بِالسَّلَامِ
فَقَدْ بَشَّرْتَنَا قِدْمًا بِھٰذَا — وَاَنْتَ الْیَوْمَ اَسْمَعُ لِلْکَلَامِ

(۲)

عَلَیْکَ سَلَامُ اللّٰہِ یَاسَیِّدَ الْوَرٰی — وَمَنْ قَدْ زَہٗ عِنْدَ الْاِلٰہِ عَظِیْمٗ
وَمَنْ خَصَّہُ الْمَوْلٰی بِاِسْرَاءِ جِسْمِہٖ — اِلٰی سِدْرَۃٍ فَوْقَ السَّمَاءِ تَقِیْمٗ
وَفِیْ مَسْجِدِیْ یَاقَوْمُ صَلُّوْا وَسَلِّمُوْا — عَلَیَّ فَاِنِّیْ بِالسَّلَامِ عَلِیْمٗ
اَرُدُّ عَلَیْکُمْ بِالسَّلَامِ فَحَالِقِیْ — یَرُدُّ اِلَیَّ الرُّوْحَ وَھُوَ حَکِیْمٗ
وَاَعْرِفُ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ بِمَسْجِدِیْ — وَیُکْرِمُھُمْ عِنْدَ اللِّقَاءِ کَرِیْمٗ
وَکَانَ ابْنُ فَارُوْقٍ یَجِیْئُ اِذَا اَتٰی — اِلَیْہِ مِنَ الْاَسْفَارِ وَھُوَ یَھِیْمٗ
وَلَمْ یَعْتَرِضْ یَوْمًا عَلَیْہِ صَحَابَۃٌ — وَھٰذَا دَلِیْلٌ لِلْجَوَازِ قَوِیْمٗ
وَقَدْ جَاءَ فِی الْاَخْبَارِ اِنَّ شَھَادَۃً — مِنَ الْحَجَرِ الْمَعْلُوْمِ حِیْنَ یَقُوْمُ
تَقَدَّمَ بِا لتَّقْبِیْلِ لِلّٰہِ خَالِصاً — سَتَنْفَعُ وَالْمَوْلٰی بِذٰکَ عَلِیْمٗ

مندرجہ بالا اشعار میں مندرجہ ذیل امور واضح ہیں۔

۱...... ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ'' دور سے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ اس رسالہ کا مقصد مصنف نے بیان کیا ہے۔ علمائے دیو بند کے ہاں بھی شوق و محبت صلوٰۃ وسلام کی صورت میں اس کا پڑھنا درست ہے۔ (دیباچہ ص ۴،۶)

اور حسب ارشاد مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم ''خود اجلہ علماء کا معمول ہے۔'' (ماہنامہ المفتی دیو بند) اتنا ضروری ہے کہ حضور انور ﷺ کو حاضر ناظر نہ سمجھے کہ یہ خاصہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

۲...... رسول کریم ﷺ کی محبت نماز کی طرح فرض عین ہے۔

۳...... آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس سلام عرض کرنے والے کا سلام حضور انور ﷺ خود سنتے ہیں اور اس کو پہچانتے بھی ہیں۔

۴...... اور یہ بات بدعت نہیں بلکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی جب سفر سے واپس آتے تو سلام عرض کرتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کام دیکھا مگر انکار نہ کیا۔ اس لئے اس امر پر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ زندہ تشریف فرما ہیں۔

۵...... جب ایک پتھر (حجر اسود) کو سلام کیا جاتا ہے کہ وہ قیامت میں شفاعت کرے گا تو آنحضرت ﷺ سے یہ امید کیوں نہیں رکھی جاسکتی۔

اس عقیدہ کی اہمیت

یہ عقیدہ حیات النبی ﷺ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ:

۱...... اسلام کے چودہ سو سالہ دور میں مسلمانوں کا عمل اس عقیدہ پر رہا ہے کہ جس نے حج کیا، اس نے مدینہ منورہ کی زیارت ضرور کی، تاکہ سید دوعالم ﷺ کی خدمت میں تحفہ سلام پیش کرے۔ حج کے علاوہ بھی کئی سعادت مند محض زیارت نبوی کے لئے مدینہ منورہ آتے تھے اور آرہے ہیں اور ان شاء اللہ آتے رہیں گے۔ مسلمانوں کا یہ عمل امت محمدیہ کا عظیم اجماع ہے کہ دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ!

۲...... ہر دور اور قرن میں علماء کرام نے اس عقیدہ اور شرف زیارۃ نبوی اور عظمت مدینہ منورہ پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ایک فہرست درج کی جاتی ہے:

صدی	شخصیات اور اہم کتب اور واقعات
پہلی صدی	حضرت انس بن مالک، اوس بن اوس، ابو مسعود انصاری، ابوامامہ، عبداللہ بن عباس وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
دوسری صدی	ثابت بنانی، ابو العلیح، سعید بن المسیب، امام دار الہجرہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
تیسری صدی	امام شافعی، امام احمد بن حنبل، بقی بن مخلد، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
چوتھی صدی	حافظ الحدیث امام عبدالرحمن بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ
پانچویں صدی	امام کبیر محدث امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ مؤلف رسالہ حیاۃ الانبیاء
چھٹی صدی	محی الدین بن عربی، امام غزالی، سید عبدالقادر جیلانی، احمد رفاعی کبیر رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ
ساتویں صدی	علامہ ابن النجار رحمۃ اللہ علیہ
آٹھویں صدی	حافظ ابن حجر عسقلانی اور واقعہ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ

شخصیات اور اہم کتب اور واقعات

صدی	شخصیات اور اہم کتب اور واقعات
نویں صدی	علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ مرتب دلائل الخیرات
دسویں صدی	ملا علی قاری، جلال الدین سیوطی، شہاب الدین قسطلانی، نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کتاب فی عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام
گیارہویں صدی	شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مولف جذب القلوب الی دیار المحبوب (ﷺ)
بارہویں صدی	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مولف فیوض الحرمین و مرتب الدر الثمین (چہل حدیث منامی) مخدوم محمد ہاشم سندھی
تیرہویں صدی	نواب قطب الدین خان رحمۃ اللہ علیہ مؤلف شرح مشکوٰۃ بہ نام مظاہر حق بانی دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مولف آب حیات

چودہویں صدی	مولانا عبدالحیٔ لکھنوی، مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی شارح ابی داؤد، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری شارح بخاری، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی مؤلف الشہاب، حکیم الامتہ مولانا اشرف علی تھانوی مؤلف التکشف فی مھمات التصوف، مولانا سید محمد بدر عالم مہاجر مدنی، محتاج شفاعت (قاضی) محمد زاہد الحسینی مؤلف رحمت کائنات، علامہ خالد محمود صاحب مؤلف مقام حیات، مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مولف تسکین الصدور، مولانا سید میرک شاہ صاحب مؤلف عقیدۃ المحدثین، مولانا سید نور الحسن بخاری مولف حیات الاموات (رحمہم اللہ)

آب حیات کی وجہ تالیف

بعض عرفاء کو کسی دینی فتنے کے ظہور سے پہلے نسبت فاروقی کے پیش نظر منجانب اللہ القاء ہو جاتا ہے اور وہ خود بھی اور اس فتنے کا دفاع کرنے والے احباب کو اس طرف متوجہ فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ:

مرشد العلماء حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے اپنے مسترشد خاص، بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کو آج سے تقریباً ایک سو بیس سال قبل عقیدہ حیات النبی ﷺ پر ایک مدلل کتاب لکھنے کا ارشاد فرمایا، جس کی تعمیل میں آپ نے ۱۲۹۴ھ میں یہ کتاب اس طرح تحریر فرمائی کہ بقول آپ کے: ''دل میں یہ ٹھان کر قلم اٹھایا اور ٹھہرائی کہ شروع تو خدا کے گھر سے کیجئے اور بن پڑے تو بوسہ گاہ عالم سرور عالم ﷺ پر اختتام کو پہنچا دیجئے، تاکہ ابتداء اور انتہاء دونوں مبارک ہوں، ورنہ جس قدر بن پڑے غنیمت ہے۔ کیونکہ اس وسیلہ سے اس ظلوم وجہول کو امید صحت اور ظن حسن قبول ہے۔'' (سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۲)

چنانچہ متوسط تقطیع والی یہ کتاب ۲۵۸ صفحات پر ختم ہوئی اور طبع ہو کر مقبول عام وخواص ہوئی اور بقول حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ: ''دارالعلوم دیوبند میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی تصانیف کو درساً درساً پڑھنے پڑھانے کا اہتمام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے کروایا تھا جس کے بارہ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: ''ہمارے حضرات بڑے زور شور سے اس (حیات جسمانی برزخی) پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ ''آب حیات'' نہایت مبسوط رسالہ ہے جو خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے۔'' (نقش حیات ج ۱ ص ۱۲۰)

منکرین حیات نے اس کتاب کو ناقابل فہم اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا تفرد کہہ کر اکابر علماء دیوبند کے مسلک پر جرح کی تو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ایک مفصل بیان میں اس کی تردید فرمائی جو ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند میں شائع ہوا۔ یہاں اس بیان کا خلاصہ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے: ''بہرحال اس واقعہ سے کتاب کے ناممکن الفہم ہونے یا اس میں بیان شدہ مسئلہ حیات النبی (ﷺ) کے مشکوک یا مشتبہ ہونے پر استدلال کیا جانا قطعاً بے معنی ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ اور دیوبند کے تمام اکابر وعلماء کا مسلک اس بارہ میں صاف رہا ہے اور ہے کہ نبی کریم ﷺ برزخ میں حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ ناکارہ خادم اکابر بھی ان ہی اکابر مرحومین کے اس مسلک کا پابند اور من وعن متبع ہے۔'' (محمد طیب غفرلہ مدیر دارالعلوم دیوبند، ۱۸ رشعبان ۱۳۸۰ھ)

انکار حیات سید دو عالم ﷺ اور اس کے اثرات

دین اسلام کے خلاف جس قدر فتنے پہلے زمانے میں اٹھے یا اب اٹھ رہے ہیں، ان سب کی مذموم جدو جہد کا مدعا سید دو عالم ﷺ کی شان رفیع کو گھٹانا ہوتا ہے۔ خواہ وہ فتنہ بظاہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کی شکل میں ہو یا علمائے سلف کے خلاف بدگمانی پھیلانے کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہو یا ختم نبوت کے خلاف ہو۔ شان رسالت کی بشری اور نبوی تقسیم اور تفریق کی صورت میں، یہ سب ۔ کہ سب فتنے دراصل شان سید دو عالم ﷺ کی شان رفیع کو گھٹانے کی مذموم سعی کرتے ہیں۔ جس ذات عالی کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ "فانک باعیننا" سے فرمائے اور جس کے لئے "ورفعنا لک ذکرک" کا تاج رفیع مخصوص فرمائے، اس کی شان کو کوئی نہیں گھٹا سکتا۔ البتہ ایسے بدبخت دونوں جہانوں میں ذلت کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں کئے ہوئے نیک اعمال ان کے ملیا میٹ ہو جاتے ہیں۔

ایسے بدبختوں کی کئی علامات ہیں، مگر بڑی علامت یہ ہے کہ ان کی زبان، ان کے قلم، ان کا ذہن وفکر ایسے مواد کی تلاش میں رہتا ہے جس سے شان رفیع میں کمی پیدا کی جا سکے۔ وہ قرآنی آیات کی تاویلات باطلہ بلکہ تحریف معنوی سے بھی نہیں رکتے۔ وہ اپنی جہری نمازوں میں صرف ان آیات اور سورتوں کی قرأت کرتے ہیں جن سے رفعت شان محمد آشکارا نہ ہو۔ ان کو صرف "انما انا بشر مثلکم" ہی یاد ہوتا ہے۔ "بالمومنین رؤف رحیم" پڑھنے سے ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ وہ "عبس وتولی" تو لہجہ دار طرز سے پڑھتے ہیں مگر ان کی زبان پر سورة "البینہ" نہیں آتی۔

حضرت عمر فاروق کی خدمت میں یہ شکایت کی گئی کہ ایک امام جہری نماز میں سورہ عبس کی قرأت زیادہ کرتا ہے تو آپ نے اس کو سخت سزا دی۔

یہ واقعہ صحیح مسلم کے شارح اور ہدایہ کے شارح امام تقی الدین ابوبکر بن محمد الحصنی (م ۸۲۹ھ) نے اپنی کتاب "قمع النفوس ورقیۃ المایوس" میں نقل کیا ہے۔

محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے: "ان امور سے جن کی بناء پر فقہاء نے حجاج بن یوسف پر کفر کا فتویٰ دیا تھا ایک بڑا جرم یہ بھی ہے کہ حجاج جب مدینہ منورہ آیا اور زائرین حرم اطہر کو دیکھا کہ وہ پروانہ وار روضہ اطہر کے اردگرد جمع ہو رہے ہیں تو اس نے کہا کہ تم لوگ لکڑیوں اور گلی سڑی ہڈیوں کا طواف کر رہے ہو۔ اس پر علماء حرم نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔"

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: "حجاج کے اس کہنے میں سید دو عالم ﷺ کے اس ارشاد کی تکذیب ہے جو بہ سند صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔" اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت فرمایا ہے اور ابوجعفر داؤدی نے اس حدیث میں یہ بھی زیادہ روایت کیا ہے کہ اسی طرح شہداء اور علماء اور مؤذنوں کے بدن بھی مٹی پر حرام کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ علماء (جرح وتعدیل) نے فرمایا کہ ابوجعفر داؤدی ان علماء میں سے ہیں جو فقہ کے ساتھ موصوف ہیں۔" (خزائن الاسرار از حضرت شاہ صاحب شائع کردہ مجلس علمی ڈابھیل ص ۱۷)

ف: حجاج بن یوسف نے عراق پر بیس سال حکومت کی۔ اس کے ظلم وستم کا نشانہ ایک لاکھ بیس ہزار انسان بنے اور جیل خانوں میں پچاس ہزار مرد اور عورتیں شہید ہوئے۔ مفسر القرآن حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو ۹۵ھ میں شہید کر دیا، مگر یہ بد بخت بھی چین سے نہ بیٹھ سکا۔ حضرت سعید بن جبیر کی شہادت کے فوراً بعد پاگل ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ "وما اللہ بغافل عما یعمل الظلمون" (معالم الخلاذ ص ۱۳۷)

حجاج بن یوسف کی اس گستاخی اور کفریہ حرکت کے بعد بھی یہ عقیدہ اہل اسلام میں بنیادی طور پر مسلم رہا۔ اگرچہ بعض اوقات بعض بے دینوں نے اپنے بغض نبوی کا اظہار کیا۔ جیسا کہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن المعروف بہ علامہ قشیری (م ۴۶۵ھ) نے ارشاد فرمایا: "کسی کرامی نے (خدا اس کی قبر کو آگ سے بھر دے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کر بھی دیا ہوگا) ہمارے کسی ساتھی کو الزام دیتے ہوئے یہ کہا کہ: "جب تمہارے نزدیک کسی میت کو مردہ ہونے کی حالت میں نہ حس ہوتا ہے اور نہ علم تو اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی ﷺ اپنی[1] قبر میں حیات نہیں۔" اس الزام کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے نزدیک تو آنحضرت ﷺ زندہ ہیں اور انہیں حس بھی ہے اور علم بھی اور آپ ﷺ کے سامنے آپ کی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امت کا سلام اور درود ہمیشہ آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔" (ترجمہ رسالہ قشیریہ ص ۱۸، ۱۹)

فرقہ کرامیہ کے دیگر غلط اور غیر اسلامی عقائد کے علاوہ یہ عقیدہ بھی قرآن وحدیث کے خلاف تھا۔ شاید اسی لئے محدث کبیر علامہ بیہقی رحمہ اللہ (م ۴۵۸ھ) نے ایک کتاب بنام "حیاۃ الانبیاء" تحریر فرمائی جو اس عقیدہ کے اثبات کے لئے کافی اور وافی ہے۔ اسی طرح فرقہ متقشفہ کا عقیدہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو موت کے بعد نبوت سے معزول کر دیا جاتا ہے۔ یعنی سید دوعالم ﷺ نے جس وقت اس دنیا سے سفر فرمایا ہے، اسی دن سے آپ ﷺ نبی نہیں رہے۔ حالانکہ اس عقیدہ کے ماننے والا کافر ہوتا ہے۔ سید دوعالم ﷺ آج بھی اسی طرح رسول اور نبی ہیں جس طرح اس دنیا میں موجود ہوتے ہوئے نبی اور رسول تھے۔ (ﷺ) یہی حکم سب ان انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے۔

اگر نبی موت سے نبی نہیں رہتا، (جس طرح کہ عام انسان سے موت پر اس کے اعزازات اور حقوق سلب ہو جاتے ہیں) تو پھر قرآن عزیز کا اہل اسلام کو یہ حکم دینا کہ آپ ﷺ سے پہلے تشریف لانے والے سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاؤ، درست نہیں۔ حالانکہ اسلام کا حکم یہ ہے کہ امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ آج بھی روضہ اطہر میں اسی طرح رسول اور نبی ہیں (علیہ السلام) جس طرح اس عالم ناسوت میں تشریف فرما ہوتے ہوئے نبی اور رسول تھے۔ آج بھی کلمہ توحید، کلمہ شہادت اور اذان کے کلمات اسی عقیدہ کی ترجمانی کرتے ہیں کہ آج بھی سید دوعالم ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (کتاب التمہید از ابوالشکور سالمی ص ۸۰)

اس کے بعد ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنا زور علم اس امر پر صرف کر دیا کہ: "انبیاء علیہم السلام عموماً اور امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ کی خصوصاً قبر پر بالارادہ جانا درست نہیں اور آج تک منکرین حیات ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ہی کا پس خوردہ کھا رہے ہیں بلکہ اس سے ایک قدم آگے ہیں۔ حالانکہ ابن تیمیہ کا قول یہ ہے کہ اگر کسی طرح مدینہ منورہ چلا گیا

---

[1] (ابوعبداللہ محمد بن کرام سیستانی (م ۲۰۰ھ) کی طرف اس فرقہ کی نسبت ہے۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہے۔ وغیرذالک! شرح مواقف ص ۷۶۱ وملل ج ۱ ص ۵۱، ۵۲)

تو دربار سید الانبیاء ﷺ میں سلام عرض کرے اور حضور انور ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت بھی کرے جو کہ قریب رہتا ہو۔'' (الوصیۃ الکبریٰ ج ص ۲۹۱)

اسی طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ: ''امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ پر اور دونوں صحابہ (ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما) پر بھی سلام کہے۔ کیونکہ سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تبارک میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتے ہیں، تا آنکہ میں اس کو جواب کہہ سکوں۔'' اس حدیث کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (الکلام فی مناسک الحج از ابن تیمیہ ص ۳۹۰)

ف: حافظ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید علامہ ابن القیم نے فرمایا ہے: ''من افضل الاعمال ھاتیک الزیارۃ وھی یوم الحشر فی المیزان'' سب اعمال سے بہتر عمل تیرے لئے سید دوعالم ﷺ کی زیارت ہے اور یہ عمل قیامت کے دن میزان میں رکھا جائے گا۔ (قصیدہ نونیہ)

ف: ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد بن احمد المقدسی (م ۶۴۳ھ) نے اپنی مرتبہ کتاب ''فضائل الاعمال'' میں ''فضل زیارۃ قبر المصطفی علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم'' کے عنوان سے ایک مستقل باب میں عبداللہ بن عمر، حاطب، ابوہریرہ سے چار روایات نقل فرمائی ہیں۔ یہ کتاب دوسری بار ۱۴۰۶ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ اور اس کا مسلک دوبارہ حیات نبی کریم ﷺ اور اس پر تنقید

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ان علماء کرام میں شمار ہوتا ہے جن کو علوم نبوت کے ساتھ کافی تعلق تھا۔ تفسیر، حدیث علم کلام اور دوسرے علوم منقولات میں اب تیمیہ رحمہ اللہ کو اپنے زمانہ کا ممتاز فرد مانا جاتا ہے اور یہ بات اس حد تک صحیح ہے مگر بعض اہم عقائد اور مسائل میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جمہور علماء سے اختلاف کیا ہے۔ جیسا کہ شارح بخاری حضرت مولانا سید محمد بدر عالم مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے: ''واما الحافظ بن تیمیۃ فلا ریب انہ بحر مواج لا ساحل لہ لکن شذ فی مسائل من الاصول والفروع جمہور الامۃ المحمدیۃ والحق مع الجمہور'' حافظ ابن تیمیہ کے بارہ میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ناپیدا کنار سمندر ہے لیکن کئی اصولی اور فروعی مسائل میں امت محمدیہ کے جمہور علماء کرام سے علیحدہ راہ اختیار کی ہے مگر حق جمہور کے ساتھ ہے۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۶۴)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۶۶۱ھ کو ہوئی اور وفات بحالت اسارت ۲۰ ذیقعدہ ۷۲۸ھ کو ہوئی۔ آپ کے ہم عصر علماء میں سے ابوالحسن علی بن عبداللہ السبکی الکبیر (م ۷۵۶ھ) نے ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم کے نظریات پر سیر حاصل تبصرہ اپنی کتاب السیف الصقیل میں کیا ہے۔ دیگر علماء نے بھی آپ کے نظریات کی تردید کی ہے مگر موضوع کتاب کی مناسبت سے صرف عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارات نقل کی جاتی ہیں۔ (مندرجہ ذیل عبارات رسالہ نمبر ۱۶ مناسک الحج سے نقل کی جاتی ہیں)

''بل الاحادیث المذکورۃ فی ھذا الباب مثل قولہ من زارنی وزار ابی ابراھیم فی عام واحد ضمنت لہ علی اللہ الجنۃ وقولہ من زارنی بعد مماتی فقد زارنی فی حیاتی ومن زارنی بعد مماتی حلت علیہ شفاعتی ونحو ذلک کلھا احادیث ضعیفۃ بل موضوعۃ لیس فی شئی من دواوین الاسلام التی یعتمد علیھا ولا نقلھا امام من ائمۃ المسلمین لا الائمۃ الاربعۃ ولا نحوھم لکن روی بعضھا البزار والدار قطنی ونحوھما باسانید ضعیفۃ'' (ص ۲۹۲، ۲۹۳)

''اور وہ احادیث جو کہ زیارت نبوی کے بارہ میں نقل کی جاتی ہیں، جیسا کہ جس نے میری زیارت کی اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ایک ہی سال میں کی اس کے لئے میں دربار خداوندی سے جنت کے عطیہ کا ذمہ اٹھاتا ہوں۔ اسی طرح حضور انور ﷺ کا یہ ارشاد جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی، وہ یوں سمجھ لے کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگئی۔ وغیرہا! یہ سب احادیث ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہیں۔ (یعنی جھوٹی ہیں) ان کا اسلام کی اصولی کتابوں میں ذکر نہیں جن پر اعتماد کیا جاتا ہو، نہ ہی ان کو مسلمانوں کے کسی امام اور نہ ہی ائمہ اربعہ یا مثل ان کے کسی نے روایت اور نقل کیا ہے۔ بلکہ بعض روایات تو بزاز نے نقل کی ہیں اور بعض دار قطنی وغیرہ نے کمزور اسانید کے ساتھ نقل کی ہیں۔''

حالانکہ اس مضمون کی سترہ احادیث حضرت عمر، ابن عمر، حاطب بن بلتعہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، حضرت علی، حضرت بکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ سے منقول ہیں۔

اسی طرح علامہ دمشقی نے اپنی مستند کتاب ''دفع من شبہ من شبہ وتمرد'' میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: ''من حج ولم یزرنی فقد جفانی روی ھذا الحدیث غیر واحد من الائمۃ منھم الحافظ ابو عبداللہ النجار فی کتابہ ومنھم الحافظ ابو سعد عبد المالک النیشابوری خرجہ فی کتابہ "شرف المصطفی" وھذا الکتاب فی ثمان مجلدات توفی فی نیشابور ۴۰۶ ورواہ ابن عساکر ص ۹۶''

سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی جس کا ترجمہ یہ ہے جس نے حج تو کر لیا مگر میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر زیادتی کی۔ اس حدیث کو ائمہ حدیث میں سے کئی اماموں نے روایت کیا ہے۔ جن میں سے حافظ الحدیث ابوعبداللہ النجار نے اپنی کتاب میں اور حافظ الحدیث ابوسعید عبدالمالک نیشاپوری نے اپنی کتاب شرف المصطفیٰ میں روایت کیا ہے۔ یہ کتاب آٹھ جلدوں میں اسی مبارک اور پاکیزہ موضوع پر ہے اور محدث ابن عساکر نے کئی طرق اور اسانید سے اس کو روایت کیا ہے۔

اسی طرح محدث بزاز اور امام دار قطنی پر ابن تیمیہ کا الزام محض الزام ہی ہے۔ کیونکہ یہ ائمہ حدیث درجہ استناد کے امام ہیں۔ ان کا مختصر سا تذکرہ درج ذیل ہے: محدث بزاز کا نام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق ہے۔ بصرہ کے مشہور علماء میں سے ہیں۔ آپ کو حافظ الحدیث کا مقام حاصل تھا۔ دو کتابیں حدیث میں مسند کی طرز پر تالیف فرمائی ہیں۔ رملہ میں ۲۹۲ھ کو وفات ہوئی۔

امام دار قطنی کا نام ابوالحسن علی بن عمر بن عمر بن عبدالخالق ہے۔ بغداد کے بڑے محلہ دار قطن میں پیدا ہوئے۔ آپ کو اپنے زمانہ میں امیر المومنین فی الحدیث مانا گیا۔ حدیث میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ بغداد میں ۳۸۵ھ کو وفات ہوئی۔ (الرسالۃ المستطرفہ)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اسی رسالہ کے (ص ۳۹۵) پر یہ تحریر ہے کہ: ''ومن اشبھم مثل قصد البقعۃ بغیر العبادات التی امر اللہ بھا فانہ لیس من الذین ولھذا کان الائمۃ العلماء یعدون من جملۃ البدع المنکرۃ السفر لزیارۃ قبور الانبیاء والصالحین وھذا فی اصح القولین غیر مشروع حتی صرح بعض من قال ذالک ان من سافر ھذا السفر لا یقصر الصلوۃ لانہ سفر معصیۃ'' اور ان ہی عیسائیوں کی طرح یہ بھی ہے کہ ان عبادات کے بغیر جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس خطہ زمین (روضہ اقدس سید دو عالم ﷺ) کا سفر کیا جائے۔ کیونکہ یہ بات

دین میں سے نہیں، اسی لئے علماء نے قبور انبیاء علیہم السلام اور صلحاء امت کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو بدعات منکرہ میں شمار کیا اور یہ بات ان دونوں میں سے زیادہ صحیح قول کے لحاظ سے غیر مشروع ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ زیارۃ قبور انبیاء علیہم السلام کے لئے سفر کرنا گناہ کا سفر ہے۔ اس لئے نماز میں قصر کی رخصت نہ دی جائے۔

اگر ابن تیمیہ ان ائمہ کے نام بھی ظاہر کر دیتے تو بہتر ہوتا، تا کہ ان کے علمی مقام سے واقفیت ہو سکتی کہ جمہور علماء کے مقابلہ میں ان کی حیثیت کیا ہے؟

ف: ابن تیمیہ نے بعض علماء کے حوالہ سے اس سفر کو سفر معصیت کہا ہے۔ اس لئے نماز کی قصر کی رخصت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے تین منازل (۵۰ میل) کے مسافر کو فرضی روزہ نہ رکھنے اور چار رکعت والی نماز کو دو رکعت میں ادا کرنے کی رخصت عطاء فرمائی ہے۔ ہمارے احناف علماء کرام کے ہاں یہ رخصت ہر مسافر کو ہے، خواہ وہ سفر نیکی کے کام کے لئے کرے۔ مثلاً رزق حلال کی تلاش کے لئے یا گناہ کے ارادہ پر کرے۔ مثلاً چوری کرنے کے لئے کم از کم ۵۰ میل کے سفر پر جائے۔ چونکہ وہ مسافر ہے، اس لئے اس کو قصر کی رخصت ہے۔ اگر گناہ کیا تو اس کی سزا ملے گی۔ مگر بعض ائمہ کے ہاں گناہ کے لئے سفر کرنے والے کو یہ رخصت نہیں۔ وہ چار رکعت ہی پڑھے گا تو ابن تیمیہ نے بعض علماء کے حوالہ سے اس پاکیزہ اور مقدس سفر کو سفر معصیت میں شمار کر کے ایک عظیم اعتقادی معصیت کا ارتکاب کیا ہے جس کی ہم پلہ دوسری معصیت نہیں ہو سکتی۔

ف: ابن تیمیہ نے ائمۃ العلماء کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ ائمہ اربعہ نے زیارۃ قبر نبوی کو افضل المندوبات قرار دیا ہے۔ ابن ہبیرہ نے کتاب ''اتفاق الائمہ'' میں تصریح فرمائی ہے: ''اتفق مالک والشافعی وابو حنیفۃ واحمد علی ان زیارۃ قبر النبی من افضل المندوبات'' یعنی امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت سب سے زیادہ بہتر کاموں میں سے ہے۔ (حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۲۹)

اسی طرح امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے ایک مستقل رسالہ ''حیاۃ الانبیاء'' پر تحریر فرمایا ہے۔ نا معلوم ابن تیمیہ کو یہ رسالہ ملا ہے یا نہیں۔

یہ تو ابن تیمیہ حنبلی کا عقیدہ تھا۔ اب ہمارے اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ بھی پڑھ لیجئے: ''قال الشیخ ابن الہمام ان زیارۃ قبرہ ﷺ مستحبۃ وقریب من الواجب ولعلہ قال قریبا من الواجب نظرا الی ھذا النزاع وھو الحق عندی فان الآف الالوف من السلف کانوا یشدون رحالھم لزیارۃ النبی ﷺ ویزعمونھا من اعظم القربات'' (فیض الباری شرح بخاری از علامہ انور شاہ صاحب ج ۳ ص ۴۳۳)

امام عصر محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیخ ابن ہمام نے یہ کہا ہے کہ سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت مستحب نہیں بلکہ واجب کے قریب ہے اور یہی عقیدہ میرے نزدیک حق ہے۔ کیونکہ لاکھوں علماء سلف اور بزرگان دین دور دراز سے سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے آتے رہے اور اس کو قرب دربار خداوندی اور قرب دربار رسالت کا سب سے بڑا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے رہے۔ (اور آج تک یہی عقیدہ اور عمل ہے)

امام عصر محدث کبیر کے شاگرد رشید شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ العزیز نے اس عقیدہ اور

عمل پر ترمذی شریف کی شرح میں بحث کرتے ہوئے جو فرمایا ہے، اس کا اقتباس درج ذیل ہے: ''جمہور ائمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت اعظم القربات میں سے ہے اور اس کے لئے سفر کرنا مستحب اور باعث اجر ہے۔ حنفی علماء تو اس کو واجب کے قریب کہتے ہیں۔ اسی طرح مالکی، حنبلی اور شافعی علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ علامہ سبکی نے ائمہ مذاہب کے اقوال نقل کر کے یہ بتایا ہے کہ یہ زیارت دربار سید دو عالم ﷺ کے قرب کا ذریعہ ہے جس کو کتاب اللہ سنت اور اجماع امت سے ثابت کیا ہے۔ خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ ابن تیمیہ اور اس کے پیروکار اس مسئلہ میں اسی طرح جمہور امت کے خلاف ہیں جس طرح بعض دیگر مسائل میں ہیں۔ ابن تیمیہ سے پہلے جن دو تین علماء نے اس عقیدہ کا اظہار کیا تھا اور پھر وہ جمہور امت کے مقابلہ میں دب گئے تھے۔ ابن تیمیہ نے امت میں پھر فتنہ کا نیا دروازہ کھول دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر محققین علماء امت نے کہا ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری کے لئے سفر کرنے پر امت کا اجماع ہو چکا ہے تو اس لحاظ سے ابن تیمیہ ہی وہ پہلا شخص ہوا جس نے اس اجماع امت سے خروج کیا ہے۔ کئی مفید اور جامع کتب اس خاص موضوع پر لکھی گئی ہیں جن میں سے شیخ ابن حجر ہیتمی (م ۹۷۴ھ) کی کتاب ''الجوھر المنظم فی زیارۃ القبر المکرم'' مطبوعہ ہے۔ ابن تیمیہ کا استدلال اس حدیث سے ہے جس میں ارشاد فرمایا کہ: ''تین مسجدوں کے لئے سفر کے بغیر اور کسی کے لئے سفر نہ کیا جائے مسجد حرام اور میری اس مسجد کے لئے اور مسجد اقصیٰ کے لئے۔''

اس سے ابن تیمیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ روضہ اطہر کی زیارت کے لئے سفر نہ کیا جائے۔ اس استدلال کا جواب محدثین حافظ بدرالدین عینی حنفی نے بخاری کی شرح (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۸۲، ۶۸۳) میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے (فتح الباری ج ۳ ص ۵۳) میں یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے صرف مساجد کے لئے سفر کرنے کا ارشاد فرمایا۔ (اور یہی اقوی ہے کہ سب علماء حدیث نے اس روایت کو ابواب المساجد میں ذکر فرمایا ہے) اس سے مطلق سفر سے نہیں روکا، ورنہ اس سے تو سارے علمی دینی اور دنیاوی سفر ممنوع قرار دیئے جائیں گے، (جن کا تو ابن تیمیہ بھی قائل نہیں) اس سے مراد صرف یہ ہے کہ کسی مسجد میں زیادہ اجر و ثواب کی نیت سے سفر کر کے نہ جائے صرف تین مسجدوں میں زیادہ اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے جا سکتا ہے۔ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) مسجد سید دو عالم ﷺ (مدینہ منورہ) اور مسجد اقصیٰ (فلسطین) باقی دیگر علمی، دینی اور روحانی فوائد کے لئے مقامات مقدسہ مزارات وغیرہ کے لئے سفر کر سکتا ہے۔ خصوصاً روضہ اطہر کی زیارت کے لئے جانا یہ تو امت کا معمول رہا ہے اور اب بھی ہے اور اس پر قولی اور عملی اجماع علماء امت نے نقل کیا ہے جس کا جواب ابن تیمیہ اور اس کے پیروکار نہیں دے سکے۔

اگر مدینہ منورہ کا سفر اس لئے تسلیم کیا جائے کہ مسجد نبوی میں نمازوں کے زیادہ ثواب حاصل کرنے کا مکان اور محل ہے تو پھر وہ کون سا آدمی ہے جو مکہ مکرمہ کی مسجد حرام کو چھوڑ کر جائے گا۔ جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے، یہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں جو عشاق اور شمع نبوت کے پروانے مکہ مکرمہ میں حج کے بعد یا پہلے مدینہ منورہ جاتے ہیں وہ تو صرف روضہ اطہر کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔　(معارف السنن ج ۳ ص ۳۲۹، ۳۳۴)

اس بحث کو ذکر فرمانے کے بعد شیخ الاسلام علامہ بنوری قدس سرہ نے عربی قصائد میں سے دو کا اقتباس نقل فرمایا ہے جن کے ایک ایک لفظ سے عقیدت اور عشق و محبت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ (جزاکم اللہ احسن الجزاء وتغمدہ بغفرانہ)

اب اس حدیث کا صحیح معنی اور مراد کو سمجھ لیا جائے جس سے ابن تیمیہ اور اس کے پیروکار استدلال کرتے ہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ ابن ہمام نے زیارت قبر نبی اکرم ﷺ کو قریب واجب لکھا ہے اور میں بھی اس کو حق سمجھتا ہوں اور فرماتے تھے: میرے نزدیک اس حدیث کا بہترین جواب یہ ہے کہ حدیث شد رحال کا تعلق صرف مساجد سے ہے، قبور وغیرہ سے نہیں۔ کیونکہ مسند احمد اور موطا امام مالک میں یہ روایت یوں مروی ہے: ''لا تشد الرحال الی مسجد یصلی فیہ الا الی ثلاثۃ مساجد''

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے موطا امام مالک کی دونوں شروح مصفی اور مسوی میں فرمایا ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حج کے بعد واپس نہ آئے بلکہ سید دو عالم ﷺ کی قبر کی زیارت کرے۔

یہی بات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے ارشاد فرمائی ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ساری امت کے علماء صلحاء اور عوام ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک بہ نیت زیارت سفر کرتے اور اس کو افضل اعمال سمجھتے ہیں، اس سے علمی تواتر بھی ثابت ہوتا ہے۔

(انوار الباری ج ۶ ص ۲۵)

احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ:

۱ ...... سید دو عالم ﷺ کے روضہ کی زیارت برکات عظیمہ کے حصول کا ایک قوی ذریعہ ہے۔

۲ ...... روجہ اطہر پر سلام پیش کرنے والا جواب سے مشرف ہو جاتا ہے جس کی تفصیل اسی کتاب میں ہے۔

۳ ...... اس مبارک جگہ کو دیکھ لیتا ہے نماز پڑھ لیتا ہے جس کو سید دو عالم ﷺ نے ''روضۃ من ریاض الجنۃ'' فرمایا یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۴ ...... اس جگہ کی زیارت کر لیتا ہے جہاں حوض کوثر پر سید دو عالم ﷺ کا منبر رکھا ہوا ہے جس کے متعلق ارشاد عالی ہے۔ ''و منبری علی حوضی'' اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

۵ ...... احد پہاڑ کو دیکھ لیتا ہے جس کے بارہ میں ارشاد فرمایا: ''ھذا جبل یحبنا و نحبہ'' یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۶ ...... اس پاکیزہ زمین اور اس کی پاکیزہ ترمٹی اور غبار سے وہ برکات حاصل کر لیتا ہے جس کے بارہ میں ارشاد سید دو عالم ﷺ ہے: ''والذی نفسی بیدہ ان فی غبارھا شفاء من کل داء'' (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۶۷)

(ترجمہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مدینہ کی گرد و بار میں ہر بیماری کے لئے شفاء ہے۔

یہ تو ظاہری برکات کا کچھ حصہ ہے جو ہم جیسے گنہگاروں کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ باقی باطنی اور روحانی برکات جو عشاق حاصل کرتے ہیں وہ تو ان ہی سے پوچھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سب اہل ایمان کو ان سے مشرف فرمائے۔ آمین!

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے ان جیسے عقائد کے جواب میں مشہور کتاب شہاب المدینین معرف بہ الشہاب تحریر فرمائی جس میں احمد رضا خان بریلوی کے عائد کردہ الزامات اور اتہامات کے دندان شکن جواب دیئے ہیں۔ ان الزامات اور اتہامات سے علمائے دیوبند بالکل بری اور پاک دامن ہیں۔ البتہ ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کے ایسے نظریات ہیں جو بعض بدعقیدہ لوگ علمائے دیوبند سے منسوب کر کے ان کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے: ''حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا

مسلک حضوریٔ مدینہ منورہ کے بارہ میں مرجوح بلکہ غلط مسلک ہے۔ مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت کی غرض سے اور آپ ﷺ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ آپ ﷺ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں تھا بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے۔ محبوب حقیقی (خداوند قدوس) تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ ﷺ ہی کے ذریعہ سے اور وسیلہ سے ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے میرے نزدیک یہی ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہئے اور آپ کے توسل سے نعمت قبولیت حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ مسجد کی نیت خواہ تبعاً کر لی جائے۔ مگر اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت کی جائے، تا کہ ''لا یعلمه لا زیارتی'' والی روایت پر عمل ہو جائے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۲۹، ۱۳۰)

سید دو عالم ﷺ جہاں تشریف فرما ہیں، اس مقدس جگہ کا مرتبہ اور مقام ساری کائنات بلکہ عرش عظیم سے بھی بالاتر ہے۔ بلکہ ہر وہ جگہ جس کو سید دو عالم ﷺ کے ساتھ نسبت ہے، اس کا احترام اور ادب بھی ہمارے اکابر کے ہاں محبوب اور باعث اجر وثواب ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۴۴ھ میں سلطان ابن سعود کی طرف سے بلائی گئی موتمر عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں جو جامع اور مدلل خطاب فرمایا تھا، اس میں ارشاد فرمایا: ''حدیث اسراء میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کو جبریل نے چار جگہ اتارا اور نماز پڑھوائی اور بتلایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے۔ ''والیه المهاجره'' یہ طور سینا ہے۔ ''حیث کلم الله موسیٰ تکلیما'' (جس جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا) یہ مدین ہے۔ ''حیث ورد موسیٰ وسکن شعیب'' (جس جگہ موسیٰ علیہ السلام آئے اور شعیب علیہ السلام سکونت پذیر رہے) یہ بیت اللحم ہے۔ ''حیث ولد مسیح علیہ السلام'' (جس جگہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے) پس اگر طور پر آپ سے اس لئے نماز پڑھوائی گئی کہ وہاں حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا تو جبل حراء پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں روکے جائیں؟ جہاں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام لے کر جبریل علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کے پاس آئے، جب کہ مولد مسیح علیہ السلام پر حضور ﷺ سے دو رکعتیں پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ امت محمد ﷺ مولد النبی (نبی کریم کی جائے پیدائش) میں دو رکعت نہ پڑھ سکے۔ مدین میں شعیب علیہ السلام رہتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کچھ عرصہ ٹھہرے تھے، پھر مسکن خدیجہ رضی اللہ عنہا جہاں حضور انور ﷺ ۲۸ برس رہے اور جس کو طبرانی نے ''افضل البقاع بعد المسجد الحرام مكة'' (مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے افضل جگہ ہے) لکھا ہے۔ کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعت پڑھ لی جائے یا جبل نور جہاں آپ تین روز مختفی (چھپے) رہے، اس پر نماز کیوں نہ پڑھی جائے۔ یہ حدیث تبرک بآثار الصالحین (بزرگوں کے نشانات سے برکت حاصل کرنے) میں اصل اصیل ہے۔'' (تجلیات عثمانی از پروفیسر محمد انوار الحسن ص ۳۷۶)

اسی طرح آٹھویں صدی ہجری کے مفسر اور وقت کے مفتی اعظم ہبۃ اللہ بن عبد الرحیم جو کہ شرف الدین لابارزی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ سے حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کے متعلق استفتاء کیا گیا تو آپ نے مندرجہ ذیل جواب دیا: ''فاجاب انه حي قال الاستاذ ابو منصور عبد القادر بن طاهر البغدادي الفقيه الاصولي شيخ الشافعيه قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا حي بعد وفاته وانه يبشر بطاعات امته ويحزن بمعاصي العصاة منهم وانه تبلغه صلوٰة من تصلي عليه من امته وقال ان الانبياء لا يبلون ولا تاكل الارض منهم شيئا قد مات موسىٰ علیہ السلام في زمانه واخبر نا نبينا انه رأه في قبره مصليا وذكر في حديث المعراج انه رأه

فی السمآء الرابعة وانہ رأی آدم علیہ السلام فی السمآء الدنیا ورأی ابراھیم علیہ السلام وقال لہ مرحبا بالابن الصالح لھذا الاصل قلنا نبینا قد صار حیا بعد وفاتہ وھو علی نبوتہ'' (احکام الاذکیا ص ۸)

''علامہ نے جواب دیا کہ جناب رسول کریم ﷺ زندہ ہیں۔ استاذ ابو منصور بغدادی نے جو کہ تمام شوافع کے شیخ اور استاذ ہیں، فرمایا ہے کہ ہمارے سب محقق علماء کا فیصلہ ہے کہ ہمارے رسول اکرم ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور وہ امت کے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں اور امت کے برے اعمال سے غمناک ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کے دربار میں امت کا وہ درود پیش کیا جاتا ہے جو کوئی بھی پڑھتا ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا جسم نہیں گلتا اور زمین ان کے بدن سے کچھ بھی نہیں کھاتی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں رحلت فرما چکے ہیں مگر ہمارے رسول اکرم ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے زمانہ میں قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور معراج کی رات آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا اور آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو آپ نے آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے: ''مرحبا بابن الصالح والنبی الصالح'' فرمایا۔ جب کہ یہ عقیدہ بادلیل صحیح طور پر ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بھی وفات کے بعد زندہ ہو گئے اور اب بھی آپ ﷺ زندہ تشریف فرما ہیں۔''

ف: علامہ بارزی کا فتویٰ اپنے علاقہ میں آخری فتویٰ سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے قرآن حکیم کی ایک تفسیر بھی بنام ''روضات الجنان فی تفسیر القرآن'' لکھی جو دس جلدوں میں ہے۔ آپ کی وفات ۷۳۷ھ کو ہوئی۔ (تذکرۃ المفسرین)

ف: معلوم ہونے پر لوگوں نے آپ سے استفتاء کیا ہوگا جس کے جواب میں یہ فتویٰ دیا۔ کیونکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی وفات ۷۲۸ھ کو ہوئی ہے۔

ف: ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے معتقدین نے ان احادیث کو جن میں زیارت سید دوعالم ﷺ کی فضیلت آتی ہے، ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر ان سب اعتراضات کا جواب علامہ تقی الدین سبکی نے اپنی بے نظیر کتاب ''شفاء السقام'' میں دیا ہے جس کے جواب میں ابن تیمیہ کے شاگرد ابن عبدالہادی الحنبلی نے کتاب ''الصارم المنکی'' لکھی۔ پھر الصارم المنکی کا جواب علامہ ابن علان نے اپنی کتاب ''المبرد المبکی'' میں لکھا۔ برصغیر کے جلیل القدر محقق عالم مولانا عبدالحیٔ لکھنوی قدس سرہ العزیز نے اپنی بہترین کتاب ''السعی المشکور'' میں ان تمام دلائل کا بطریق احسن جواب دیا ہے، جو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تائید میں دی گئی ہیں۔

ف: ''وقال الامام ابوبکر بن عمر بن ابی عاصم النبیل من المتقدمین فی مناسک لہ التزام فیھا الثبوت وکان عمر بن عبد العزیز یبعث بالرسول قاصدا من الشام الی المدینة لیقرء النبی ﷺ السلام ثم یرجع قلت ان رھیل البرید ھذا لم یکن للصلوٰۃ فی مسجد النبی ﷺ ولا فرق بین تبلیغ السلام وبین خطاب بالسلام بنفسہ بل الثانی اقرب الی الضرورۃ لانہ عمل لنفسہ وقد فعلہ التابعی الجلیل ولم ینکر علیہ فھو حجة علی ابن تیمیہ رحمہ اللہ'' (الظرائف والطرائف حصہ دوم ص ۲۳ شائع شدہ در حیات حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

''حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ جا کر امام الانبیاء کی خدمت میں سلام عرض کرے اور یہ بھیجنا نماز کے لئے نہیں تھا بلکہ صرف صلوٰۃ وسلام کے لئے اور یہ ایک جلیل القدر تابعی کا فعل ہے جس پر کسی نے نکیر نہیں کی۔ پس یہ حجت ہے ابن تیمیہ پر۔ فللہ الحمد''

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق شیخ وقت کا ارشاد

''حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث ومجاور الحرم النبوی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ تقی الدین ابو العباس احمد ابن عبدالحلیم کا اصل مذہب حنبلی ہے۔ مگر اس قدر مستقل الرائے ہیں کہ اکثر جگہ تقلید چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کے بارے میں سلف کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کی توصیف کی ہے اور بعض نے ان کو نا قابل اعتبار بتلایا ہے۔ حتیٰ کہ تکفیر بھی کی ہے۔ ہمارے اکابر و مشائخ کا طرز عمل ان کے ساتھ یہ ہے کہ ان کو محققین میں سمجھتے ہیں مگر جن مسائل میں انہوں نے سلف کا خلاف کیا ہے ان کو نا قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔'' (مکتوبات علمیہ از شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۳۷)

مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی (م ۱۱۷۴ھ) نے ایک کتاب بنام ''حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب'' فارسی زبان میں تحریر فرمائی تھی جس کو حسب مشورہ فاضل مناسک حضرت شاہ شیر محمد سندھی قدس سرہ العزیز کے پاکستان کے سابق مفتی اعظم (مفتی دار العلوم دیوبند) نے اپنے اہتمام سے اپنے ادارہ ''ادارۃ المعارف'' سے شائع کرایا ہے۔ اس کتاب میں زیارت سید دو عالم ﷺ کے متعلق مندرجہ ذیل ارشادات ہیں:

باب چہارم در بیان زیارت حضرت سید المرسلین ﷺ و ما یتعلق بہا و ایں مشتمل است بر چہاردہ فصل، فصل اوّل در کیفیت زیارت آنحضرت مع رعایت آداب و مستحبات آں۔

''بدانکہ اجماع کردہ اند مسلماناں برآنکہ زیارت حضرت پیغمبر ﷺ از اعظم قربات و افضل طاعات و اکد سنن و مندوبات است بلکہ تصریح کردہ است در بعض کتب بوجوب آں بدلیل قوی آنحضرت ﷺ من حج ولم یزرنی فقد جفانی رواہ ابن عدی بسند جید حسن و نیز مروی است از آنحضرت ﷺ کہ فرمود من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ رواہ الدار قطنی والطبرانی والبزار صححہ عبدالحق و نیز فرمود او ﷺ من زار قبری بعد موتی کمن زارانی فی حیاتی۔ رواہ ابو سعید بن منصور والدار قطنی وارشدہ اند در فضل زیارت احادیث و آثار بسیار کہ اکتفاء کردہ میشود از آنہا بریں مقدار طلبا للاختصار و ترک کردن زیارت آنحضرت ﷺ مع الامکان غفلتے است عظیمہ و شناعتے قبیحہ۔'' (حیات القلوب ص ۲۹۸)

مطلب اس ارشاد کا یہ ہے کہ سب مسلمانوں کا اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کو بعض کتب میں واجب لکھا ہے۔ اگرچہ اس عبادت کی فضیلت اور اجر و ثواب میں بہت سی روایات اور آثار آتے ہیں مگر اختصار کرتے ہوئے صرف تین کا ذکر کر دیا ہے اور طاقت کے باوجود زیارت نہ کرنا بہت بڑی غفلت اور بہت ہی بدنصیبی ہے۔

برصغیر کے ایک بہت بڑے محدث محمد بن علی نیموی (۱۳۲۳ھ) گزرے ہیں، جنہوں نے فقہی ترتیب پر ان احادیث کو جمع فرمایا ہے جن سے فقہ حنفی میں استدلال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ زبیدی نے الجواہر المنفیہ نامی کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کا نام آثار السنن رکھا ہے۔ یہ دو جلدوں میں ۱۳۷۶ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کی دونوں جلدوں کے آخر میں محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ العزیز کے مرتبہ عربی قصائد ہیں جو آپ نے علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں اس وقت ارشاد فرمائے ہیں، جب کہ آپ مدرسہ امینیہ دہلی میں صدر مدرس تھے۔ اسی کتاب آثار السنن میں ایک باب بیان فرمایا ہے: ''باب فی زیارۃ قبر النبی ﷺ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال

رسول اللہ ﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی۔ رواه ابن خزیمة فی صحیحه والدار قطنی والبیهقی واخرون واسناده حسن'' (ج ۲ ص ۱۲۶)

''یہ باب نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے بیان میں ہے۔ عبداللہ بن عمر ﷠ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور دار قطنی اور دوسرے محدثین نے بھی اور اس کی اسناد حسن ہیں۔''

شارح ابی داؤد مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی قدس سرہ نے فرمایا: ''اعلم ان زیارة سید المرسلین ﷺ باجماع المسلمین من غیر عبرة بما ذکره بعض المخالفین من اعظم القربات وافضل الطاعات وانجح المساعی لنیل الدرجات قریبة من درجة الواجبات بل قیل انها من الواجبات لمن له ثقه وترکها غفلة عظیمة وجفوة کبیرة وفیه اشارة الی حدیث استدل به علی وجوب الزیارة وهو قوله ﷺ من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔ رواه ابن عدی بسند حسن وجزم بعض المالکیة بان المشی الی المدینة افضل من الکعبة وبیت المقدس'' (بذل المجهود ج ۳ ص ۲۰۳ مطبوعہ ملتان)

اور جان لے کہ سب رسولوں کے سردار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت تمام طاعات سے افضل ہے اور دربار نبوت سے قریب ہونے والے تمام وسیلوں سے بڑا وسیلہ ہے اور درجات آخرت کے حاصل کرنے کی کامیاب کوشش ہے اور واجب کے قریب ہے۔ بلکہ بعض علماء نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ جس آدمی کی طاقت ہو، اس کے لئے تو واجب ہے اور اس کا چھوڑنا بڑی غفلت اور اپنے آپ پر بڑا ظلم ہے اور اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس سے زیارت کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حج تو کرلیا، مگر میری زیارت کو نہ آیا، اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اس روایت کو ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور بعض مالکی علماء نے تو اس پر یقین کرلیا ہے کہ مدینہ منورہ کو جانا بیت اللہ اور بیت المقدس کے لئے سفر کرنے سے بہتر ہے۔''

فقہ حنفی میں روضہ اقدس سید دو عالم ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب کے قریب ہے۔ آخری دور کے عظیم حنفی فقیہ علامہ شامی ﷫ نے فرمایا ہے: ''انها قریبة من الوجوب لمن له سعة'' (ج ۱ ص ۲۷۹)

مدینہ منورہ کی زیارت ہر اس مسلمان کے لئے واجب کے قریب ہے جس کے پاس زادِراہ کی وسعت ہو۔

علامہ شامی ﷫ نے ابن ہمام اور عارف ملا جامی ﷫ سے یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ: ''صرف سید دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرے، وہاں پہنچ کر مسجد کی زیارت بھی خود بخود ہو جائے گی۔'' (ص مذکور)

مجتہد مطلق علامہ کمال ابن ہمام نے تو اس پاکیزہ مسئلہ پر طویل بحث کی ہے اور اسی میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:

''جب اللہ تعالیٰ یہ نعمت عظمیٰ عطاء فرمادیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور شکریہ کا سجدہ کرے اور حضور ﷺ کی خدمت میں سلام اور درخواست شفاعت پیش کرے اور جس نے سلام پیش کرنے کا کہا ہو، اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر اس کا سلام پیش کرے۔'' (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۶)

علمائے کرام نے دربا نبوت میں حاضری کا طریقہ اور طرز تک تعلیم فرمادیا ہے جس سے ادب شان رسالت اور حیات سید دو عالم ﷺ اور طلب شفاعت جیسے اہم عقائد ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں

ہے: ''ویقف کما یقف فی الصلوۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ البھیۃ کانہ نائم فی لحدہ عالم بی یسمع کلامہ کذا فی الاختیار شرح المختار ثم یقول..... ویبلغہ سلام من اوصاہ فیقول السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یستشفع بلک الی ربک فاشفع لہ ولجمیع المسلمین''

اور فتاویٰ عالمگیری میں سلام کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے سید دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام اور درخواست شفاعت پیش کرے اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کرتے وقت یوں کہے: ''جئنا کما نتوسل بکما الی رسول اللہ ﷺ یشفع لنا'' یعنی ان ہر دو یاران نبی کو وسیلہ بنا کر شفاعت کی درخواست کرے اور پھر سید دو عالم ﷺ کے حضور میں آ کر یوں درخواست کرے: ''اللھم انک قلت وقولک الحق ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآؤک (الآیہ) وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین نبیک الیک'' (ج ا ص ۲۱۰)

ف: فتاویٰ عالمگیری وہ کتاب ہے جسے اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ میں جلیل القدر فقہاء کرام کی ایک جماعت سے حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی زیر نگرانی مرتب کرایا۔ یہ کتاب تمام عالم اسلام میں مقبول اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ دیار عرب میں اس کا نام فتاویٰ ہندیہ ہے۔

سید دو عالم ﷺ نے اپنی امت کا تعلق اور دینی روحانی لگاؤ اپنی ذات عالی کے ساتھ رکھنے کے لئے جس طرح درود شریف پڑھنے کی ترغیب دی ہے، اسی طرح اور کئی ارشادات بھی فرمائے ہیں۔ جیسا کہ اذان کی قولی اجابت کے بعد حضور ﷺ نے مندرجہ ذیل دعا مانگنے والے کو یہ بشارت دی ہے کہ: ''فمن سال لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ حلت لہ شفاعتی یوم القیامۃ'' تو جو آدمی میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ کی دعا کرے گا، اس کے لئے میری شفاعت لازم ہو جائے گی۔ (مشکوۃ بحوالہ مسلم و بخاری، ورواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی، مرقاۃ)

ف: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس ارشاد سے یہ استنباط بھی فرمایا ہے کہ اس آدمی کا خاتمہ علی الایمان ہوگا۔

اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے قطب الارشاد گنگوہی قدس سرالعزیز نے فرمایا ہے کہ: ''لانہ ﷺ اوجب علی نفسہ مکافاۃ من احسن الیہ فلو احسن الیہ بالدعاء فانہ یحسن الیہ بالشفاعۃ لامحالۃ'' (کوکب ج ا ص ۱۱۳)

اس لئے کہ سید دو عالم ﷺ نے اپنے آپ پر (رحمت اور شفقت کے ساتھ) ہر اس آدمی کے لئے بہترین صلہ لازم کیا ہوا تھا جو آپ ﷺ کے ساتھ احسان کرے تو جب یہ دعا کرنے والے نے آپ ﷺ کے ساتھ اخلاص کا برتاؤ کیا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ اخلاص اور احسان کا برتاؤ کرتے ہوئے اس کی شفاعت فرماویں گے۔''

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے سید دو عالم ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ''اشرکنا یا اخی فی دعائک ولا تنسنا فی دعائک'' اے میرے چھوٹے بھائی ہم سب کو بھی اپنی دعاؤں میں شریک کر لینا اور ہم کو اپنی دعا میں نہ بھلانا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی، مشکوۃ کتاب الدعوات)

ظاہر ہے کہ سید دو عالم ﷺ امام الانبیاء والمرسلین ہیں۔ ساری کائنات ان کی رحمت کی دست نگر اور محتاج ہے۔ مگر آپ ﷺ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کے لئے اور سب امت کے لئے دعا مانگیں۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''فیہ طلب الفاضل من دعاء المفضول'' (کوکب ج ۲ ص ۳۰۶)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ کبھی کبھی اعلیٰ اور افضل ہستی بھی اپنے سے ادنیٰ سے دعا کرا لیتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء اسلام کا معمول رہا ہے اور آج تک ہے کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کے حضور اپنی عبادات کو پیش کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سید دو عالم ﷺ کی طرف سے عمرہ کرتے رہتے تھے۔ محقق عالم دین ابن السراج سید دو عالم ﷺ کی طرف سے قربانی دے دیا کرتے تھے۔ آپ ہی نے سید دو عالم ﷺ کے حضور پیش کرنے کے لئے دس ہزار ختم قرآن مجید کے کئے تھے۔ کامل ولی اللہ ابن الموفق نے سید دو عالم ﷺ کی طرف سے ستر حج کئے ہر حج کے احرام پر یوں کہا کرتے تھے: ''لبیک من محمد'' (شامی ج ا ص ۲۶۶)

شیخ وقت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ: ''ابن موفق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کی طرف سے متعدد حج کئے۔ ایک مرتبہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابن الموفق تو نے میری طرف سے حج کئے؟ میں نے عرض کیا کہ جی حضرت! حضور ﷺ نے فرمایا تو نے میری طرف سے لبیک کہا؟ میں نے عرض کیا جی حضرت! حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا کہ حشر کے میدان میں تیرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دوں گا اور لوگ اپنا حساب کتاب کرتے رہیں گے۔''

(فضائل حج ص ۱۵۱ مطبوعہ کراچی)

تنبیہ: افسوسناک تعجب ہے کہ یہاں بھی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منفردانہ حیثیت سے ایصال ثواب کے لئے ان عبادات کو منع قرار دیا ہے۔ صرف اس عبادت کی اجازت دی ہے جن کا خود نے ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ درود شریف اور دعاء وسیلہ بعد از اذان۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''ذکر ابن حجر فی الفتاوی الفقهية ان الحافظ ابن تيمية منع اهداء ثواب القراة للنبی ﷺ لان جنابه الرفيع لايتجرء عليه الا بما اذن فيه وهو الصلوة عليه وسوال الوسيلة له'' (شامی ج ا ص ۲۶۶)

علامہ سبکی وغیرہ نے اس کی تردید میں لکھا ہے کہ: ''جب سید دو عالم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دعا کرنے کا فرمایا تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ایصال ثواب بدربار سید دو عالم ﷺ نہ صرف جائز ہے بلکہ محبوب اور مرغوب ہے۔''

احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ اگر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ مان لیا جائے تو پھر عبادات بدنیہ اور مالیہ سید دو عالم ﷺ سے ساقط اور معاف ہو جانی چاہئیں۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ اس میں ذرہ بھر شک کرنا کفر ہے کہ سید دو عالم ﷺ اس مقام رفیع کے مالک ہیں جو کسی کو عطا نہ ہوا، مگر پھر بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ مجھے بھی اجر وثواب اس طرح پسند اور مطلوب ہے جس طرح تم کو مطلوب اور محبوب ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: ''عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال كنا يوم بدر كل ثلاثة علی بعير فكان ابو لبابة وعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ زميلی رسول الله ﷺ قال فكانت اذا جاءت عقبة رسول الله ﷺ قال نحن نمشی عنك قال ما انتما باقوی منی وما انا باغنی عن الاجر منكما'' (مشکوٰۃ باب آداب السفر)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوہ بدر کے دن ہر تین صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے ایک اونٹ تھا کہ باری باری اس پر سواری کرتے تھے۔ سید دو عالم ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ شریک تھے۔ جب امام الانبیاء ﷺ کے پیدل چلنے کا وقت آتا تو یہ دونوں خادم عرض کرتے کہ آپ ﷺ نہ اتریں۔ ہم آپ ﷺ کی جگہ بھی پیدل چلتے ہیں مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ تو تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ ہی میں اجر و ثواب سے بے نیاز ہوں۔

اس ارشاد عالی میں سید دو عالم ﷺ نے ایک تو یہ فرمایا کہ میں تم دونوں سے زیادہ طاقتور ہوں۔ اس لئے میں بھی چل سکتا ہوں اور چونکہ جہاد کے لئے پیدل جانا زیادہ کار ثواب ہے، اس لئے میں بھی اس کو حاصل کروں گا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مفسر القرآن والحدیث علامہ طیبی حنفی رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس کی تشریح میں فرمایا ہے:

''فیہ الافتقار الی اللہ تعالی'' یعنی حضور انور ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی مزید رحمتوں کے طالب ہیں۔

مدینہ منورہ کی فضیلت (زادہا اللہ شرفا وکرامۃ)

ساری زمین پر صرف ایک ہی ایسی بستی ہے جس کی طرف کرہ ارض پر رہنے والے مسلمانوں کے دل ہر وقت مشتاق رہتے ہیں۔ ان کا دل ہر وقت اس بستی کی زیارت کے لئے بے تاب رہتا ہے۔ وہ مالی، بدنی تکالیف اٹھا کر بھی اس کی زیارت کے لئے آنا سعادت اور بڑی برکت سمجھتے ہیں اور وہ مدینہ منورہ ہے۔ جہاں سید دو عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت فرمائی اور اسی مبارک بستی میں قرآن عزیز کا اکثر حصہ نازل ہوا، وہیں سے جان نثاروں نے ہر قسم کی قربانی دے کر پرچم اسلام کو بلند کیا ہے۔ اسی بستی سے قرآنی معارف اور انوار احادیث کے ہمیشہ جاری رہنے والے چشمے پھوٹے۔ اسی بستی کے لئے سید دو عالم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے بھی دو چند برکتوں کے نزول کی دعاء مستجاب فرمائی ہے۔

اس بستی کی برکات اور فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ مجھ جیسا گناہگاران کا عشر عشیر بھی بیان نہیں کرسکتا۔ حصول برکت کے لئے اپنی مؤلفہ کتاب ''تذکرہ دیار حبیب'' سے جو کہ علامہ نورالدین سمہودی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) کی مرتبہ مستند تاریخ مدینہ منورہ وفاء الوفاء کا سلیس اردو ترجمہ ہے، چند برکات درج کی جاتی ہیں:

۱ سید دو عالم ﷺ کا جسد عنصری اسی مدینہ منورہ کے جوہر سے بنایا گیا اور پھر اسی پاکیزہ قطعہ میں آپ ﷺ کا روضہ اقدس بنایا گیا۔

۲ اس شہر کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دین کا مددگار (انصار) فرمایا۔

۳ دوسرے شہر تو تلوار سے فتح ہوئے، مگر مدینہ منورہ قرآنی آیات کی برکات سے فتح ہوا۔

۴ اس شہر میں وہ قبرستان ہے جس میں تقریباً دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کئی تابعین اور آج تک بھی کئی علماء، صلحاء اولیاء مدفون ہیں کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا جس کی موت مدینہ منورہ میں آئے گی میں قیامت کے دن اس کے لئے شفیع اور اس کے مومن ہونے کی شہادت دوں گا۔

۵ اس بستی میں وہ ہستی آرام فرما ہے جسے سید دو عالم ﷺ نے سید الشہداء (سب شہیدوں کا سردار) فرمایا۔ (حمزہ رضی اللہ عنہ)

۶ اس میں وہ مسجد ہے جس کو سید دو عالم ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے بنایا اور اس کی تعمیر میں سارے انسانوں سے افضل ترین انسان (انبیاء علیہم السلام کے بعد) شریک تعمیر تھے۔

۷...... اس شہر میں وہ مسجد ہے جس میں کم از کم چالیس نمازیں پڑھنے والا نفاق اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔
۸...... اس شہر میں وہ مسجد (قباء) ہے جس کی زیارت کے لئے آنے والے کو عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔
۹...... حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مدینہ منورہ کے قبرستان سے ستر ہزار انسان جنت میں داخل ہو جائیں گے۔
۱۰...... یہاں کے رہنے والوں کو حضور انور ﷺ نے اپنا پڑوسی فرمایا۔
۱۱...... بعض عشاق کو مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا۔ جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو شام سے مدینہ کی حاضری کا حکم دیا۔
۱۲...... یہ شہر طاعون اور دجال سے محفوظ رہے گا۔
۱۳...... اس شہر کا ایک نام طابہ، طیبہ، طیّبہ (یائے مشدد) طائبہ بھی ہے جس کے در و دیوار سے آج بھی ایمان والے خوشبو کو محسوس کرتے ہیں۔
۱۴...... اس شہر کا نام (طابہ) خود اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ (مشکوۃ باب حرم المدینہ)

ان تمام اسماء مبارکہ کی تشریح علماء کرام نے یہ فرمائی ہے کہ: ''وہب بن منبہ تابعی نے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید ہیں، فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تورات میں مدینہ منورہ کا نام طیبہ اور طابہ اور مطابہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ابن بطالی نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والے اس کی دیواروں اور اس کی مٹی سے بہترین خوشبو محسوس کرتے ہیں۔ اشبیلی نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ سے ایسی خوشبو آتی ہے جو دنیا کی خوشبو سے ممتاز ہے۔ یاقوت نے کہا ہے کہ اس کی ہوا خوشبو والی ہے۔ برسات میں اس مٹی سے ایسی خوشبو نمودار ہوتی ہے جو دوسری بستیوں کی مٹی سے نہیں ہوتی۔

ابو عبید اللہ عطار رحمہ اللہ نے ایک شعر فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''حضور انور ﷺ کی خوشبو سے سارا مدینہ معطر ہو گیا۔ جس کے سامنے کستوری، کافور اور عنبر وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں ایک باب کا عنوان ''باب المدینہ طابہ'' رکھا ہے جس میں اس خوشبو کے بارہ میں روایات نقل فرمائی ہیں۔ (منقول از تذکرہ دیار حبیب ج۱)

گنبد خضراء کا مقام قاسم العلوم کی نظر میں

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے شجرہ عالیہ میں گنبد خضراء کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

بحق آنکہ او جان جہان است ۔۔۔ فدائے روضہ اش ہفت آسماں است
اس کے طفیل جو تمام کائنات کی روح ہے اور جس کے روضہ پر نثار سات آسمان ہیں۔

بحق آنکہ محبوبش گرفتی ۔۔۔ برائے خویش مطلوبش گرفتی
اس ذات کے طفیل جسے تو نے محبوب بنایا اور اس ذات کو اپنے لئے مطلوب بنایا۔

پسندیدی زجملہ عالم آں را بما ۔۔۔ بگذاشتی باقی جہاں را
اس ذات کو آپ نے سب جہاں میں سے پسند فرما لیا اور ہمارے لئے باقی جہاں رہنے دیا۔

گزیدی از ہمہ گلہا تو او ۔۔۔ رانمودی صرف او ہر رنگ و بو را

تمام پھولوں سے اس نے آپ کو چن لیا اور تمام نقش و نگار اور خوشبو کو اس پر صرف کر دیا۔

ہمہ نعمت بنام او نمودی دو عالم را بہ کام او نمودی

تمام نعمتوں کا انتساب اسی کے نام سے فرمایا اور دونوں جہانوں کو اسی کے لئے تو نے بنایا۔

بآں کو رحمۃ للعالمین است بدر گاہت شفیع المذنبین است

اس ذات عالی کے طفیل جو سب جہانوں کے لئے رحمت ہے آپ ﷺ کے حضور گناہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔

بحق سرور عالم محمد بحق برتر عالم محمد

تمام جہانوں کے سردار محمد کے طفیل اور تمام جہاں سے افضل محمد کے طفیل اس بے چارہ قاسم پر رحم و کرم فرما۔

عربی زبان کا محاورہ ہے "شرف المکان بالمکین" کسی مکان کی عزت اس میں رہنے والے کی شرافت سے ہوتی ہے۔ اینٹ اور پتھر، گارا اور مٹی بذات خود عزت اور شرافت کی حامل نہیں لیکن جوں ہی کسی اشرف اور افضل ذات کا وہاں بسیرا ہو گیا تو وہ اب مشرف اور معظم بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا: "اے پتھر میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے مگر تجھے سید دو عالم ﷺ نے چوما اس لئے میں بھی تجھے چومتا ہوں۔"

چنانچہ مدینہ کو منورہ کرنے والی ذات بلکہ یثرب کو مدینہ کا ممتاز مقام عطاء کرنے والی ذات سید دو عالم ﷺ ہی ہے۔

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ مدینہ منورہ میں آرام فرما رہے ہیں۔ اس لئے چند سطور اس مبارک بستی کے متعلق لکھی جاتی ہیں۔

مدینہ کا نام سید دو عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے یثرب تھا۔ جیسا کہ قرآن عزیز میں سورہ احزاب کی آیت نمبر ۱۳ میں منافقوں کا یہ قول موجود ہے۔ "یا اھل یثرب" مگر جب سید دو عالم ﷺ تشریف لائے تو اس بستی کا نام مدینۃ النبی ہو گیا جیسا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں ایک طالب علم نے حاضر ہو کر کہا۔

"انی جئتک من مدینۃ الرسول اللہ" (مشکوٰۃ) میں تیرے پاس سید دو عالم ﷺ کے شہر سے آیا ہوں۔

پھر کثرت استعمال سے صرف مدینہ رہ گیا جس کو مدینہ منورہ کہہ کر مخلص مسلمان اپنی محبت نبوی کا اظہار کرتا ہے۔ مدینہ منورہ کے فضائل پر مستقل کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ اس کے فضائل کو درج کیا جاتا ہے:

مدینہ منورہ کے فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لئے کئی مجلدات بھی ناکافی ہیں۔ علامہ نور الدین سمہودی رحمہ اللہ نے وفاء الوفاء میں اور قاضی عیاض نے الشفاء میں کافی ارشادات نبی کریم ﷺ کو جمع فرما دیا ہے۔ اس مقدس ترین بستی کا ذکر خیر اور فضائل مدینہ کا باب حدیث کی ہر کتاب اور سیرت کی ہر کتاب میں موجود ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ سید دو عالم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے، جوں ہی مدینہ منورہ کی دیواریں نظر آتیں، اپنی سواری کو تیزی سے دوڑاتے تا کہ مدینہ منورہ جلدی پہنچ جائیں۔

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے احد پہاڑ کے متعلق فرمایا۔ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ کے باغات سے جب پہلا پھل نکلتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ آپ ﷺ اس کو آنکھوں کے ساتھ لگاتے اور دعا کے بعد مدینہ منورہ کے بچوں کو عنائت فرما دیتے۔

حضور انور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اس کی (مدینہ منورہ) گرد و غبار میں ہر بیماری کے لئے شفا ہے۔

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے خود بخار کے ایک بیمار کو صعیب نامی جگہ کی مٹی لے کر استعمال کرنے کا حکم دیا، جس پر اسے بخار نے چھوڑ دیا۔ علامہ نور الدین سمہودی (م ۹۱۱ھ) نے فرمایا ہے کہ وہ گڑھا آج تک موجود ہے اور تمام علماء و سلف و خلف اس سے مٹی لے کر استعمال کرتے ہیں اور باہر بھی بھیجتے ہیں۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۶۸)

احقر مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ: ''سعودی عرب کی اقتصادی حالت بہت بہتر ہونے سے پہلے خاک شفاء غلاف کعبہ اور دوسرے تبرکات حجاج اور زوار کو مہیا کئے جاتے تھے مگر اب یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب فضل المدینہ میں سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد روایت فرمایا ہے: ''یقولون یثرب وھی المدینۃ''

حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ: ''بعض منافق مدینہ منورہ کو یثرب کہا کرتے تھے جیسا کہ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۱۳ میں ہے، حضور انور ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور جو قرآن حکیم میں یثرب کا کلمہ آیا ہے، یہ منافقوں کی بات کو نقل فرمایا ہے۔ مسلمان مدینہ منورہ ہی کہا کرتے تھے اور مالکیہ کے مشہور عالم عیسیٰ بن دینار نے کہا ہے کہ جو مدینہ کو یثرب کہے گا اس پر ایک گناہ لکھا جائے گا۔''

سید دو عالم ﷺ نے اب اس بستی کو یثرب کے نام سے یاد کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک ارشاد میں یوں فرمایا کہ جس نے مدینہ کو یثرب کے نام سے پکارا اسے اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی بخشش مانگنی چاہئے۔ ایک اور روایت میں یوں فرمایا کہ اگر ایک مرتبہ منہ سے یثرب کا لفظ نکل گیا تو اس کے کفارہ کے لئے دس مرتبہ مدینہ کہنا چاہئے۔

امام الانبیاء حضور پرنور سید دو عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بھی اس بستی کی حفاظت کی گئی تھی۔ جیسا کہ جب یمن کے ایک بادشاہ نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو اس وقت وہاں یہودی آباد تھے۔ ان کے چند علماء نے اس بادشاہ کو یہ کہا کہ: ''اے بادشاہ! اس بستی کی حفاظت منجانب اللہ کی جا رہی ہے۔ ہم نے اپنی کتاب (توراۃ) میں اس کا نام طابہ[1] لکھا ہوا پایا ہے اور یہاں حرم مکہ سے ایک عظیم نبی جو اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے ہوگا، ہجرت کر کے آئے گا اور پھر یہیں اقامت اختیار کرے گا۔''

چنانچہ تبع نے اپنا ارادہ منسوخ کر دیا اور اسی تبع اول نے (جس کا نام تبان اسعد بن کلکی کرب تھا) ایک مکان تیار کیا کہ جب بھی وہ سید دو عالم ﷺ تشریف لائیں تو اسی مکان میں قیام فرما دیں اور اس یہودی عالم کو ایک خط لکھ کر دیا جس میں اپنے اسلام لانے کا یوں اقرار کیا ہے۔

شهدت علی احمد انه رسول من الله باری النعم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد ﷺ خالق کائنات کے رسول ہیں۔

---

[1] بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب المدینہ طابہ کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے اور اس حدیث کی شرح میں حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ کو طابہ اور طیبہ اس لئے فرمایا کہ اس کی مٹی اور ہوا میں وہ خوشبو ہے جو دوسری کسی جگہ نہیں پائی جاتی، اور بخاری کے محشی ابو علی الصدفی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والا اس خوشبو اور دل پسند مفرح فضاء کو محسوس کرتا ہے جو دوسری بستیوں میں نہیں آ سکتی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶)

فلومد عمری الی عمرہ لکنت وزیرا لہ وابن عم

اگر میری عمر لمبی ہو گئی تو میں ان کا بوجھ اٹھانے والا اور چچا زاد بھائی بن جاؤں گا۔

اور یہ خط اس عالم کو دے دیا جو ان کے پاس رہا اور اس مکان میں وہ رہائش پذیر رہے۔ یہاں تک وہ مبارک وقت تقریباً سات سو سال بعد آ گیا کہ سید دو عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسی مکان کے سامنے آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی جس میں اس وقت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ قیام پذیر تھے اور اسی عالم کی اولاد میں سے تھے جس کو شاہ یمن نے مکان بنوا کر دیا تھا۔ چنانچہ سید دو عالم ﷺ نے اسی تبع کے متعلق فرمایا کہ: ''لا تسبوا تبعا فانہ کان مؤمنا'' تبع کو برا نہ کہو وہ تو مسلمان تھا۔

روایات میں آیا ہے کہ اس کے باپ سعد نے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کا غلاف پہنایا تھا۔

(وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۸۸ تا ۲۶۵)

ف: بعض علماء کرام کے ہاں مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے۔ علامہ نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے ننانوے وجوہ مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ سے اشرف اور اعلیٰ ہونے کی بیان فرمائی ہیں جن کی تفصیل اس کتاب میں نہیں ہو سکتی۔ مگر اس امر پر تمام امت کا اجماع ہے کہ سید دو عالم ﷺ جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ نہ صرف روئے زمین سے بلکہ عرش عظیم سے بھی اعلیٰ اور اشرف ہے۔

امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے بعض مقامات کی تشریح فرمائی۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ''ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ومنبری علی حوضی'' وہ ٹکڑا جو کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر رکھا ہوا ہے۔

سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد عالی اپنے حقیقی معنوں میں ہے۔ جیسا کہ محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''اسی روایت میں قبر کا کلمہ بھی آیا ہے۔ یعنی ما بین قبری ومنبری بھی روایت ہے اور اس ارشاد نبوی کی سب سے زیادہ صحیح شرح میرے ہاں یہ ہے کہ یہ زمین کا ٹکڑا جنت ہی سے آیا ہے۔ پھر جنت کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اس لئے یہ حقیقی طور پر جنت کا ایک باغ ہے۔'' (فیض الباری)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے طبرانی کی روایت کی توثیق سے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا میرے منبر کے پائے جنت کی سیڑھیوں پر ہیں۔ اس بات کو اظہر (زیادہ ظاہر) فرمایا ہے اور مجازی معنی کو ابن حزم کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ (فتح)

تنبیہ: استاذ العلماء نے جو ارشاد فرمایا وہ بالکل صحیح اور حقیقی ہے مگر جن لوگوں کو ہر وہ قول پسند ہے جس سے شان رفیع میں کمی ظاہر ہوتی ہے۔ ان کے ہاں اس کی شرح یہ ہے: ''قولہ (علیہ السلام) مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔ بیان لقوۃ سببۃ الاتیان فی ھذہ الموضع والصلوۃ فیہ غایۃ القوۃ لدخول الجنۃ الی من اتی ھذا الموضع وصلی فیہ یکون اتیانہ ایاہ وصلوۃ فیہ سببا قویا غایۃ القوۃ لدخول الجنۃ الحاصل ان من اتی ھذا الموضع وصلی فیہ فکانما دخل الجنۃ ھذا ھو الصحیح من معنی الحدیث وما قیل سوی ذالک فھو لا یخلو عن تکلف۔

قولہ (علیہ السلام) ومنبری علی حوضی اعلم انہ کان یکون علی المنبر ویسمع حاضرین ایات القران را ھادیہ وکلمہ الطیبت المبارکات ویعظمھم ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ فھذہ کلھا سبب

قوی غایة القوة شرب ماء حوض النبی فی المحشر فصار من اخذ ما بینه النبی علی المنبر وعمل به کانما شرب الحوض" (الہام الباری ص ۷۱، ۷۲)

''سید الانبیاء والمرسلین حضور انور ﷺ کا یہ ارشاد کہ جو قطعہ زمین کا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے، یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اس جگہ آ کر نماز پڑھے گا، اس کا یہ نماز پڑھنا جنت کے داخل کے لئے ایک قوی سبب بن جائے گا۔ گویا وہ یہ سمجھ لے کہ وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ حدیث کا یہی معنی ہے اور جو اس کے سواہ کہا گیا ہے، وہ اپنی طرف سے بات بنانے سے خالی نہیں۔''

''اسی طرح سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سید دو عالم ﷺ اس منبر پر کھڑے ہو کر حاضرین کو قرآن عزیز اور احادیث سنایا کرتے تھے اور اپنے پاکیزہ کلمات ارشاد فرمایا کرتے تھے اور ان کو نصیحت فرمایا کرتے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھایا کرتے تھے۔ یہ ساری باتیں آپ ﷺ کے حوض سے پانی پینے کا قوی سبب ہیں کہ محشر میں اس کو حوض کوثر کا پانی پلایا جائے گا۔ گویا جس نے آپ ﷺ کے ارشاد پر عمل کیا وہ یہ سمجھ لے کہ اس نے حوض سے پانی پی لیا۔''

یہ بات تو مجھ جیسا ادنیٰ طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے کہ پھر یہ تو اسی طرح ہو گیا۔ جیسا کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا مساجد جنت کے باغ ہیں تو پھر اس میں مدینہ منورہ کی کون سی فضیلت رہ جاتی ہے؟ اس طرح تو ہر مسجد میں نماز پڑھنے والا سید دو عالم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنے والا خواہ جہاں بھی ہو، وہ داخلہ جنت کا مستحق ہو سکتا ہے۔

مقام افسوس ہے کہ ایسے لوگ ادھر تو اپنے آپ کو دار العلوم دیوبند سے منسوب کرتے ہیں اور ادھر ان اکابر کی ہر اس بات سے اختلاف کرتے ہیں جو انہوں نے شان رفیع سید دو عالم ﷺ میں کہنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

زیادہ افسوس ان حضرات پر ہے جو یہ سب کچھ جان کر پڑھ کر اپنی نجی محافل میں تو ان پر تنقید کرتے ہیں مگر عام مسلمانوں کو ان خطرات سے آگاہ نہیں کرتے۔ جو خطرات دینی طور پر ان کو اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی!

ف: آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس لئے ہے کہ لوگ مدینہ منورہ کی اقامت کو پسند کریں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''فیه اشارة الی الترغیب فی سکن المدینة'' (فتح ج ۳ ص ۸۵)

حضور اکرم ﷺ نے امت کو مدینہ منورہ آنے، یہاں قیام کرنے، یہاں دفن ہونے کی ترغیب دی ہے۔ جس کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لئے ہمیشہ اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ بات رہی ہے کہ وہ جس طرح حج بیت اللہ کے لئے آنے والوں کا انتظام کرے، اسی طرح مدینہ منورہ جانے والوں کا انتظام بھی حکومت کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ چنانچہ پانچویں صدی ہجری کے محقق عالم ماہر دستور اسلامی علامہ علی بن محمد ماوردی (م ۴۵۰ھ) نے اپنی کتاب ''الاحکام السلطانیۃ'' کے دسویں باب ''الولایۃ علی الحج'' میں لکھا ہے: ''فاذا قضی الناس حجهم امهلهم الایام التی جرت به العادة فی انجاز علائقهم فاذا عاد بهم لزیارة قبر رسول اللہ ﷺ لیجمع لهم بین حج بیت اللہ عزوجل وزیارة قبر رسول اللہ ﷺ رعایة لحرمته وقیاما لحقوقه'' جب لوگ اپنا حج ادا کر لیں تو حکومت ان کو اتنی دیر مہلت دے کہ وہ اپنی ضروریات مکہ مکرمہ سے فارغ ہو جائیں۔ پھر ان کے لئے زیارۃ قبر سید دو عالم ﷺ کا انتظام کرے تاکہ حج بیت اللہ اور زیارت قبر سید دو عالم ﷺ کا شرف حاصل کر لیں اور جو حقوق حضور انور ﷺ کے امت پر ہیں ان کی ادائیگی ہو جائے۔ (ص ۱۰۵)

ماوردی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے گزرے ہیں، انہوں نے زیارت قبر رسول ﷺ کو مسلمانوں کا ایک اہم ایمانی اور عشقی فریضہ قرار دیا ہے۔

اسی طرح سلطان عبدالعزیز نے ۱۳۴۴ھ میں موتمر عالم اسلامی منعقدہ مکہ مکرمہ میں اپنی حکومت کے فرائض کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''خدمة الحرمين الشريفين و اهلها و توفير الوسائل لراحة الحجاج والزوار''

میری حکومت کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ حرمین شریفین اور ان دونوں بابرکت شہروں میں رہنے والوں کی خدمت کروں اور ان تمام وسائل کو بروئے کار لاؤں جن سے بیت اللہ کے حاجیوں اور مدینہ منورہ کی زیارت کرنے والوں کو زیادہ آرام اور سہولت پہنچے۔

مدینہ منورہ کا چپہ چپہ انوار رحمت اور برکات سے پر ہے۔ اس کی ساری فضا پودے، پہاڑ، پانی، مٹی، گرد وغبار، غرضیکہ ہر چیز ایک عظیم شرف سے مشرف ہے۔ یہی وہ مقام رفیع ہے جس میں رحمت دو عالم خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ نے تیرہ سال حیات دنیاوی کے گزارے اور اب چودہ سو سال سے آپ ﷺ کا روضہ اطہر انوار الٰہیہ اور برکات سرمدیہ کا مہبط بنا ہوا ہے۔ اس لئے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: ''مدینہ منورہ حاضری دینے والا دربار سید دو عالم ﷺ، مسجد نبوی، جنت البقیع اور شہداء کی قبور (میدان احد وغیرہ میں) اور دوسرے تمام مقامات متبرکہ کی زیارت کرے، یہ اس کے لئے اجر و ثواب کا ذریعہ بن جائے گا۔'' (مرقاۃ ج ۶ ص ۸۷)

ف: امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد ہے: ''من زارني يعني من اتى المدينة كان في جواري''
(المصنف ج ۹ ص ۲۳۷)

دور حاضر کے مشہور مؤلف نصرت عباس کرارہ نے تاریخ الحرمین ارشاد فرمایا: ''جب مدینہ منورہ اور اس کے بعض مقامات نظر آ جائیں تو پیدل چلنا بہتر ہے۔ جیسا کہ وفد عبدالقیس نے جب سید دو عالم ﷺ کو دیکھ لیا تو فوراً سواریوں سے اتر پڑے۔

حضور انور ﷺ نے ان پر اعتراض نہ فرمایا۔ سید دو عالم ﷺ کی تعظیم وفات کے بعد بھی ایسی ہی ہے جیسا کہ حیات مبارکہ میں تھی۔ (ص ۲۸۰)

اکابر علماء دیوبند اور احترام مدینہ منورہ

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے اپنی مؤلفہ ''کتاب الشہاب الثاقب'' میں فرمایا ہے:

یہ جملہ حضرات رحمہم اللہ جس قدر ادب و تعظیم واجب بہ نسبت حضور علیہ السلام جانتے اور کرتے ہیں، کوئی طائفہ روئے زمین پر اس درجہ پر نہیں۔ جناب مولانا نانوتوی (حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) چند منزل برابر اونٹ پر سوار نہ ہوتے۔ حالانکہ اونٹ ان کی سواری کا موجود تھا اور خالی پیر میں زخم پڑ گئے تھے، کانٹے لگتے تھے۔ پتھروں نے ٹھکرا ٹھکرا کر حال دگرگوں پاؤں کا کر دیا تھا۔ تمام عمر کیمخت (سبز رنگ) کا جوتا اس وجہ سے نہیں پہنا کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے۔ اگر کوئی ہدیہ لے آتا تو کسی دوسرے کو دے دیا۔ فراق مدینہ منورہ میں ان کے عظیم دفتر سے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں:

امیدیں اور ہیں لاکھوں لیکن بڑی امید یہ ہے — کہ ہو سگان مدینہ میں مرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہوا اور کہاں نصیب میرے — کہ میں ہوں اور سگان حرم کی تیرے قطار
اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس مرگ — کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا — کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار

حیات سید دو عالم ﷺ پر جامع اور مدلل کتاب ''آب حیات'' حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے زور قلم اور غلبہ عشق رحمت دو عالم ﷺ کا بہترین اور بے مثل شاہکار ہے۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز کے متعلق بھی حضرت مدنی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ہم چند باتیں چشم دید کہ جن سے اکثر حضرات واقف ہوں گے۔ بیان کرتے ہیں حضرت مولانا کے یہاں تبرکات میں حجرہ مطہرہ کے غلاف کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا۔ بصد ادب کبھی کبھی حاضرین وخدام کو جب ان تبرکات کی زیارت خود کرایا کرتے تھے تو صندوقچہ کو خود اپنے دست مبارک سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے تھے، پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور ان کے سروں پر رکھتے اس امر کو ہزاروں نے ملاحظہ فرمایا۔

مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں تو نہایت عظمت وحفاظت سے رکھی جاتیں اور اوقات مبارکہ متعددہ میں خود بھی استعمال فرماتے اور حضار بارگاہ مخلصین کو بھی نہایت تعظیم وادب سے اس طرح تقسیم فرماتے کہ گویا نعمت غیر مترقبہ اور اثمار جنت ہاتھ آ گئے ہیں۔ حالانکہ بصرہ، سندھ وغیرہ کی کھجوریں ہمیشہ آتی رہتی تھیں، مگر ان کی وقعت اس سے زیادہ ہرگز نہ تھی کہ جملہ میووں میں سے یہ بھی ایک میوہ ہے۔ مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے لوگوں کو پھینکنے نہ دیتے اور نہ خود پھینکتے تھے، ان کو ہاون دستہ میں کٹوا کر نوش فرماتے۔ مثل چھالیوں کے کترواکر لوگوں کو استعمال کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ احقر ماہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ میں بہ ہمراہی بھائی محمد صدیق صاحب جب حاضر خدمت ہوا تھا تو بھائی صاحب سے پہلے ہی حاضری میں حضرت قدس سرہ العزیز نے دریافت فرمایا کہ حجرہ شریفہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں؟ چونکہ وہ احقر کے پاس تھی، اس لئے بادب ایستادہ پیشکش خدمت اقدس کیا تو نہایت وقعت اور عظمت سے قبول فرما کر سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ بعد از نماز عشاء خواب استراحت فرماتے وقت ''اتباعاللسنۃ'' اس سرمہ کو آخر عمر تک استعمال فرماتے رہے۔ اس قصہ سے عام خدام واقف ہیں۔ (الشہاب الثاقب)

بلکہ آپ کے ہاں تو خاک مدینہ منورہ کا کھانا بھی حلال اور باعث برکت تھا۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ ارشد اور آپ کی سیرت کے مرتب مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ''انسان کو جب کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اس کے تمام متعلقات سے الفت پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سواد قلب میں حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت راسخ ہو گئی تھی۔ اس لئے حرمین شریفین کے خس وخاشاک تک کو آپ محبوب سمجھتے اور خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ مدنی کھجوروں کی گٹھلیاں بہوا کر صندوقچہ میں رکھ لیتے اور کبھی کبھی سفوف بنا کر پھانکا کرتے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے لوگ حرمین شریفین کی چیزوں زمزمی کے ٹین اور تخم خرما کو یوں پھینک دیتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے۔''

''مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدنی کھجور کی گٹھلی پسی ہوئی حضرت نے صندوقچہ میں سے نکال کر مجھے عطاء فرمائی کہ لو اس کو پھانک لو۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی املی مجھے کھلائی۔ ایک دفعہ مدینۃ الرسول ﷺ کی مٹی مجھ کو عطاء فرمائی کہ اس کو کھالو۔ میں نے عرض کیا حضرت مٹی کھانا تو حرام ہے۔ آپ نے فرمایا میاں وہ مٹی اور ہوگی۔'' (تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۴۸)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب زبدۃ المناسک میں ان فضائل اور برکات کا کافی حصہ بیان فرمایا گیا ہے، اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

جب ۲۱-۱۳۲۰ھ مطابق ۰۲-۱۹۰۱ء آل سعود اور آل رشید کے درمیان زبردست جنگ جاری تھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا راستہ خطرناک تھا۔ اس وقت صرف اونٹوں کی سواری ہو سکتی تھی۔ ایسی حالت میں آپ کے پاس ایک استفتاء آیا جس کو نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: جو شخص حج کو مکہ شریف جاوے اور مدینہ منورہ نہ جاوے اس خیال سے کہ مدینہ شریف جانا کوئی فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ ایک کار خیر ہے، ناحق ایسے راستہ خوفناک میں جاؤں کہ جابجا راستہ میں قافلے لٹ رہے ہیں اور خوف جان و مال کا ہے اور اس قدر روپیہ بھی صرف ہوگا، اس سے کیا فائدہ تو یہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

جواب: مدینہ نہ جانا اس وہم سے کمی محبت فخر عالم کا نشان ہے۔ ایسے وہم سے کوئی دنیا کا کام نہیں ترک ہوتا۔ زیارت ترک کرنا کیوں ہوا اور راہ ہر روز نہیں لٹتی۔ اتفاقی بات ہے یہ کوئی حجت نہیں، مگر ہاں واجب بھی نہیں، اور روپیہ خیرات میں صرف ہونا سعادت ہے۔ مکہ سے مدینہ تک پچاس روپیہ اعلیٰ درجہ کا صرف ہے جس نے پچاس روپیہ کا خیال کیا اور حضور ﷺ کے مرقد مبارک کا خیال نہ کیا، اس کا ایمان و محبت لاریب ناقص ہے۔ گو گناہگار نہ ہو مگر اصلی جبلت میں ہی کمی ایمان کی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۷۶)

ف: ایسے خطرناک حالات میں آپ نے مدینہ منورہ کی حاضری کو کمال ایمان کی علامت قرار دیا اور ڈر کے مارے نہ جانے کو ایمان کی کمی قرار دیا۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کا عشق مدینہ منورہ اور سید دو عالم ﷺ تو اظہر من الشمس ہے۔ چودہ سال تک روضہ اطہر کے سامنے بیٹھ کر درس حدیث اور علوم دینیہ دیا اور بعض ثقہ راویوں کے بیان کے مطابق روزانہ روضہ اقدس کی جالیوں کو اپنی داڑھی کے بالوں سے صاف فرمایا کرتے تھے۔ ان کے عشق مدینہ منورہ کی داستان بہت طویل ہے۔

الغرض اکابر علماء دیوبند عشق مدینہ منورہ میں سرشار تھے اور اب ان کے مخلص خدام کا یہی ایمان اور یقین ہے۔

پاکستان کے شیخ الاسلام شارح صحیح مسلم مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کے تین وطن ہیں۔

۱..... وطن جسمانی: وہ جگہ جہاں وہ پیدا ہوا ہے۔

۲..... وطن ایمانی: مومن کا مدینہ طیبہ ہے جہاں سے اس کو نور ایمانی ملا ہے۔

۳..... وطن روحانی: جنت ہے جہاں عالم ارواح میں اس کا اصلی مستقر تھا۔ (نقوش و تاثرات از مفتی محمد شفیع صاحب ص ۱۰)

احقر قاضی ارشد الحسینی عرض کرتا ہے کہ مدینہ منورہ سے میرے اباجی رحمۃ اللہ علیہ کو جو عشق و محبت تھی، اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... اگر کوئی آدمی حضرت کے سامنے صرف مدینہ کہہ دیتا تو سخت ناراض ہوتے فرماتے صرف مدینہ نہ کہو بلکہ ساتھ منورہ بھی کہو۔

۲...... حضرت مولانا حافظ ریاض احمد اشرفی رحمہ اللہ حج سے واپس آئے تو پیلے رنگ کی رومال نما پگڑی لائے۔ اتفاق کی بات اباجی گھر موجود نہ تھے۔ حضرت حافظ صاحب نے وہ پگڑی مجھے دی اور فرمایا حضرت کی خدمت میں پیش کر دینا اور عرض کرنا یہ رسماً نہیں بلکہ حکماً لایا ہوں اور پھر خود ہی تفصیل فرمائی کہ مدینہ منورہ میں قطب زمان امام الاولیاء حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی زیارت ہوئی اور آپ نے حکم فرمایا کہ یہ پگڑی لے جاؤ اور قاضی صاحب کے سر پر میری طرف سے باندھ دو، جب میں نے یہ عرض کیا تو حضرت زار و قطار رو پڑے۔

۳...... حضرت رحمہ اللہ نے ۱۹۷۴ء میں تیسرا حج فرمایا تو مدینہ منورہ کی کھجور کی گٹھلی اٹک میں اپنے مکان کے صحن میں دبا دی وہاں کھجور کا پودا نکلا۔ اس کے ساتھ پھل نہیں لگتا تھا۔ میں نے ایک دن عرض کر دیا کہ اباجی! اس کے ساتھ پھل تو لگتا نہیں، اسے نکال دیں تو بہتر ہے۔ حضرت فرمانے لگے بیٹا! پھل لگے یا نہ لگے میں جب صبح اٹھتا ہوں تو مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلاماً کی کھجور کو دیکھ کر ایمان تازہ کر لیتا ہوں۔ مدینہ منورہ کی یاد آ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ پودا کھجور کا اب بھی ہمارے گھر کے صحن میں موجود ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ!

۴...... جو شخص بھی عمرہ، حج یا کسی کام سے سعودیہ جاتا اسے تاکیداً فرماتے کہ میرا نام لے کر اس طرح صلوٰۃ وسلام عرض کرنا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کا گناہگار امتی محمد زاہد ابن قاضی غلام جیلانی مرحوم سلام پیش کرتا ہے اور شفاعت کی درخواست بھی۔

۵...... ہر زائر حرم مدینہ منورہ کو تاکید فرماتے کہ جب مدینہ طیبہ روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پیش کر چکو تو پھر یوں عرض کرو کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کا ایک ادنیٰ گناہگار امتی آپ ﷺ کے دربار اقدس میں حاضر ہے اور میں آپ ﷺ کے سامنے اپنے ایمان کی تجدید کرتا ہوں۔ آپ ﷺ میرے ایمان کے قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں گواہ ہوں گے اور پھر اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

۶...... حرم اطہر میں گنبد خضراء پر ایک کبوتر آیا۔ پھڑ پھڑایا اور گر گیا۔ اس کے پر فضا میں بکھر گئے۔ حضرت کے ایک مرید نے جو اس وقت وہاں موجود تھا، ایک پر اٹھا لیا اور حضرت کے لئے لے آیا۔ حضرت نے اس کو فریم کروایا اور ساتھ تحریر فرما دیا۔

۷...... آخری عمر میں اگرچہ کمزوری کافی ہو گئی تھی، منہ میں دانت بھی نہ تھے، مگر مدینہ طیبہ کی کھجور بڑی محبت اور شوق سے تناول فرماتے اور گٹھلی سنبھال کر رکھتے۔ (حالانکہ ہر چیز میں سخت پرہیز فرماتے تھے۔ بغیر مشورہ طبیب کے کوئی چیز استعمال نہ فرماتے تھے)

۸...... حضرت رحمہ اللہ کا ایک مخلص عقیدت مند مدینہ طیبہ رہتا ہے، اسے کام کے دوران گنبد خضراء کا چھوٹا سا ٹکڑا ملا، جو اس نے سنبھال کر رکھ لیا۔ پھر اسے سرور کونین ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ گنبد خضراء کا ٹکڑا اٹک قاضی صاحب کو دے دینا۔ چنانچہ وہ اس مبارک ٹکڑے کو لایا، اسے حضرت رحمہ اللہ نے انتہائی شوق، محبت وعقیدت سے ہمیشہ اپنے سینہ کے ساتھ رکھا۔'' رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ کاملۃ واسعۃ''

آداب داخلہ مدینہ منورہ

ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب آقا ﷺ کے دربار اقدس میں حاضر ہو جائے۔ اس لئے اس سعادت مند کو جہاں اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنا چاہئے وہاں اسے ان تمام آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو اس پاکیزہ ترین سرزمین کے زائر کے لئے لازم اور ضروری ہیں۔ علمائے کرام نے اس عنوان پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور علامہ نور الدین سمہودی جزاہ اللہ اکرم الجزاء رحمۃ اللہ علیہ نے وفاء الوفاء میں اس عنوان پر ایک علیحدہ باب بیان فرمایا ہے جس میں سے چند ضروری آداب درج کئے جاتے ہیں۔

پہلا ادب: تو یہ ہے کہ اس شرف زیارت کی تمنا میں رات دن تڑپتا رہے اور اس شوق کو اس قدر قوی کرے کہ ہر سال مدینہ منورہ کی حاضری کو دل وجان سے چاہنے والا بن جائے۔

دوسرا ادب: یہ ہے کہ جب یہ سعادت میسر آجائے تو مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے درود شریف بہت زیادہ پڑھے بلکہ سارا وقت اسی میں صرف کرے۔

تیسرا ادب: یہ ہے کہ جوں ہی مدینہ منورہ نظر آئے، سواری سے اتر کر ننگے پاؤں چلے۔ سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں جب قبیلہ عبد القیس کا وفد حاضر ہوا تھا تو سید دو عالم ﷺ کا چہرہ انور نظر آتے ہی وہ لوگ اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور یہ بات ظاہر ہے کہ سید انبیاء ﷺ کی تعظیم اب بھی اسی طرح ضروری ہے، جس طرح آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں تھی۔

چوتھا ادب: یہ ہے کہ فرط محبت اور عقیدت سے اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ آج مجھ جیسا گناہگار روضہ اطہر پر حاضری کا شرف حاصل کر رہا ہے، روتا ہوا داخل ہو۔ اکثر صلحائے امت کا یہی طرز رہا ہے۔

پانچواں ادب: یہ ہے کہ دربار اقدس پر حاضری کے وقت غسل کر کے پاکیزہ لباس پہنے اور خوشبو لگا کر حاضر ہو۔

چھٹا ادب: یہ ہے کہ گنبد خضراء نظر آتے ہی عاجزی اور ادب اور احترام قلبی کے ساتھ یہ محسوس کرتا ہوا داخل ہو کہ یہ وہ مقدس اور مطہر مقام ہے۔ جہاں سید دو عالم ﷺ تیرہ سال تک چلتے پھرتے رہے۔ اس بستی کو ان مبارک قدموں نے شرف بخشا۔ اسی فضا میں سید دو عالم ﷺ کی پرنور احادیث بکھری ہیں۔ اسی بستی میں جبریل امین ادب کے ساتھ کئی بار آیا ہے اور اس امر پر افسوس کرے کہ میں اپنی ان آنکھوں کے ساتھ جمال مظہر جمال کی زیارت نہ کر سکا۔

ساتواں ادب: یہ ہے کہ اس پاکیزہ ترین بستی میں کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اعمال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو، نہ ایسی بات منہ سے نکالے جس سے بے ادبی کا پہلو نکل سکے۔

آٹھواں ادب: یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں حاضری کے بعد اور دربار سید دو عالم ﷺ میں حضوری سے پہلے کچھ صدقہ دے۔ (جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: "اذا ناجيتم الرسول فقدموا بين يدى نجوكم صدقة (المجادلة: ۱۲)" جب تم سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں کچھ خاص بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے کچھ صدقہ پیش خدمت کر دیا کرو)

نواں ادب: یہ ہے کہ جس قدر ذکر، درود شریف، تلاوت قرآن حکیم اور نفلی روزے رکھ سکے، ضرور رکھے، اگر اجازت مل سکے تو کم از کم ایک رات مسجد نبوی میں اس طرح گزارے کہ ساری رات عبادات میں گزرے۔ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر شکر کا سجدہ بھی کرے۔ (وفاء الوفاء ص ۱۳۹۴)

دسواں ادب: یہ ہے کہ اہل مدینہ کا احترام کرے اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرے۔ اس پر نکتہ چینی نہ کرے۔ وہ سید دو عالم ﷺ کے پڑوسی ہیں اور حضور ﷺ کو اپنے پڑوس کا بڑا لحاظ ہے۔ (ماخوذ از وفاء الوفاء)

یہ گناہگار مرتب رحمت کائنات عرض کرتا ہے کہ احقر کو اللہ تعالیٰ نے جب بھی یہ سعادت بخشی ہے سلام عرض کرنے کے بعد سید دو عالم ﷺ کے مبارک قدموں کی طرف بیٹھ گیا اور وہاں سے بہت کچھ پایا۔ الحمد للہ!

احقر نے اپنے اس طرز عمل کی بنیاد سید دو عالم ﷺ کے اس ارشاد پر رکھی ہے جس میں سید دو عالم ﷺ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جوتیاں دے کر یہ فرمانا ہے کہ جو کلمہ پڑھنے والا ملے اس کو جنت کی بشارت دے۔

اسی طرح سید دو عالم ﷺ کے ایک ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے تو رحمت کائنات سید دو عالم ﷺ کے قدموں میں کیا کچھ نہیں ملے گا؟ ملتا ہے اور ضرور ملتا ہے، کمال ادب اسی میں ہے۔

یہ گناہگار جب بھی زیارت حرم اقدس سے مشرف ہوا تو صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد برآمدہ میں اس ستون کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ جہاں پر قدیمی برآمدہ کی پیشانی پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی سامنے ہوتا ہے۔

گیارھواں ادب: جن مقامات پر سید دو عالم ﷺ نے کوئی نماز پڑھی، اگر وہ جگہ صحیح طور پر معلوم ہو جائے تو وہاں کم از کم دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو یہ حکم دیا تھا کہ جہاں جہاں سید دو عالم ﷺ کا نماز ادا کرنا ثابت ہو جائے، وہاں ایک مسجد بنا دی جائے۔ یہ مقامات متبرکہ ساتویں صدی ہجری تک موجود تھے جن کا ذکر حافظ محمد بن النجار (م ۶۴۳ھ) نے اخبار مدینۃ الرسول میں فرمایا ہے۔ (ص ۹۶)

افسوس ہے کہ یہ آثار مبارکہ اب تقریباً ختم کر دیئے گئے ہیں۔ ''فالی اللہ المشتکی''

عشق نبوی اور اتباع رسالت کا جذبہ پیدا کرنے والی کتابیں

سید دو عالم ﷺ کی سیرت مقدسہ پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں بلکہ تفسیر قرآن کریم کے بعد سیرت سید دو عالم ﷺ ایسا پاکیزہ اور ہمہ گیر موضوع رہا ہے اور اب بھی ہے کہ اس پر ہر زبان میں نظماً و نثراً کئی مجلدات لکھی گئی ہیں اور یہ بھی سیرت مقدسہ کا ایک اعجاز ہی سمجھ لیا جائے کہ جس کتاب کو بھی پڑھا جائے، دل میں کشش پیدا ہو کر عشق و محبت کی لہریں موجزن ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ خود سید دو عالم ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' ہی ایسا محبوب نام ہے کہ جس میں روحانی لذت اور ایمانی حلاوت ہے جو دوسرے کسی کے نام میں نہیں یا کم ہے۔ اس لئے اس مبارک نام پر جو بھی لکھا جائے یا کہا جائے اثر انگیز ہوگا۔ مگر پھر بھی اپنے مطالعہ میں چند ایسی کتابیں آئی ہیں جنہوں نے اس گناہگار پر بھی اثر کیا ہے، اس لئے بطور مشورہ یہ عرض ہے کہ عربی زبان میں جامع کتاب ''جواہر البحار'' کا مطالعہ مفید رہے گا جو سیرت مقدسہ پر لکھی ہوئی کئی کتابوں کا خلاصہ ہے۔

دوسری جامع اور مدلل ''کتاب الشفاء'' ہے جس کی کئی شروح ہیں مگر ان میں سے زیادہ مفید شرح علامہ خفاجی مصری کی مرتبہ ''نسیم الریاض'' ہے۔

علیٰ ہذا القیاس! قصیدہ ''بردہ الداء'' کا پڑھنا بھی ازدیاد محبت نبوی کا وسیلہ بن سکتا ہے۔ اسی لئے اس کو دار العلوم دیوبند کے نصاب میں داخل کیا گیا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے ''عطر الوردہ'' کا مطالعہ مفید ہے جو قصیدہ بردہ کی مفصل شرح اردو زبان میں مرتبہ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کی ہے۔

فارسی زبان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ "مدارج النبوۃ" اور "جذب القلوب الی دیار المحبوب" مفید اور ایمان افروز کتب ہیں۔

اردو زبان میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مؤلفہ "نشر الطیب فی ذکر الحبیب" مبارک کتاب ہے یہ وہ کتاب ہے جس کی تالیف کے زمانہ میں تھانہ بھون کا پورا قصبہ اس طاعون کے حملہ سے محفوظ رہا، جس نے ضلع مظفر نگر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

اسی طرح شمع رسالت کے پروانے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی مؤلفہ کتاب "رحمۃ للعالمین" بہت ہی مفید اور موثر اور مدلل ہے۔ اس گناہگار کو اس کتاب سے بہت زیادہ فائدہ پہنچا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

سید دو عالم ﷺ کی مبارک بستی کے جامع اور مستند حالات کے لئے محقق مؤرخ عالم باعمل علامہ نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ ھ) مولفہ کتاب "وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی" کا مطالعہ بہت مفید اور ایمان افروز ہے، یہ کتاب ہمارے اکابر کے ہاں مستند اور مسلم ہے، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنے درس حدیث میں اس سے کئی حوالے دیئے ہیں مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایہ کے حواشی میں اس سے استناد کیا ہے، احقر نے اس کا اردو زبان میں ترجمہ بنام "تذکرہ دیار حبیب ﷺ" جلد اول کیا ہے جو طبع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مکمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین!

ف: جب کسی بھی نبی کا نام زبان سے لے یا لکھا جائے تو م کہا جائے اور حضور انور ﷺ کا نام لے تو ضرور کہے بلکہ حضور انور ﷺ کا نام نامی لینے سے پہلے سید کا کلمہ زیادہ کر دے۔ کیونکہ س سید الحروف ہے، اس لئے اکثر علماء کرام نے تشہد میں بھی سیدنا کا کلمہ زیادہ کرنے کو بہتر فرمایا۔ (جواہر البحار ج ۳ ص ۸۳۰)

سید دو عالم ﷺ کا بہترین جہان کی طرف سفر اور اس کی امتیازی خصوصیات

قرآن عزیز نے اپنے ابتدائی دور نزول میں امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کو یہ فرمایا تھا: "وللآخرۃ خیر لک من الاولی (الضحی: ۴)" اور یقینی بات ہے کہ آخرت کا جہان آپ ﷺ کے لئے پہلے جہان سے بہتر ہے۔

اس لئے اس کا وقت آنا ضروری تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کئی دفعہ اپنے سفر آخرت کا ذکر فرما دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ:

۱...... ایک مرتبہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے جس آدمی کے دو چھوٹے بچے مر جائیں تو یہ جنت میں اس کا استقبال کریں گے اور اس کا انتظار کریں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا جس کی ایک چھوٹی اولاد مر جائے؟ تو فرمایا کہ وہ ایک بھی اس کے لئے مغفرت کا ذریعہ بن جائے گا۔ آپ نے عرض کیا جس کا کوئی بھی ایسا ذخیرہ اور ذریعہ نہ ہو تو اس کا کیا بنے گا؟ اس پر سید دو عالم ﷺ نے فرمایا: "فانا فرط امتی لن یصابوا بمثلی" پس میں اپنی امت کے لئے پہلا جانے والا ہوں گا۔ کیونکہ میری رحلت کی طرح میری امت پر کوئی مصیبت نہ آئے گی۔

یعنی میں اپنی امت سے پہلے جنت میں جاؤں گا اور ان کو جنت میں لے کر جاؤں گا میرا دنیا سے سفر کرنا امت کے لئے مصیبت عظمیٰ ہوگا۔ (مرقاۃ)

۲...... ایک مرتبہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے دربار سید دو عالم ﷺ میں عرض کیا کہ ہم میں سے کون سعادت مند جناب کی خدمت میں پہلے پہنچے گی۔(جب کہ جناب اس دنیا سے سفر فرمائیں گے) تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''اطولکن یدا'' تم میں سے جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔

اس ارشاد کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے ہاتھ ناپے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ اور بازو سب سے لمبا نکلا۔اس لئے یہی خیال رہا کہ آپ ﷺ کے سفر آخرت کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگا،مگر جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو معلوم ہوا کہ سید دو عالم ﷺ کے اس ارشاد کا مقصد سخاوت تھی۔چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سخاوت کا عالم یہ تھا کہ:''کانت تعمل بیدھا و تصدق'' اپنے دست مبارک کی محنت سے حاصل شدہ مال صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔''

۳...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب حضور انور ﷺ نے ملک یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو سید دو عالم ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رخصت کرنے کے لئے باہر تک تشریف لائے۔حضور ﷺ پیدل تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے حکم سے سواری پر تھے۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو چند نصائح ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ہوسکتا ہے کہ تو مجھے آئندہ سال نہ ملے اور ہوسکتا ہے کہ تیرا گزر میری اس مسجد اور میری قبر کے قریب سے ہو۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس کو سن کر سید دو عالم ﷺ کے فراق میں رونے لگے تو حضور انور ﷺ نے چہرہ مبارک مدینہ منورہ کی طرف کر کے ارشاد فرمایا:''ان اولی الناس بی المتقون من کانوا و حیث کانوا'' (مشکوٰۃ)

میرے قریب تر پرہیزگار لوگ ہوں گے جو بھی ہوں گے اور جہاں بھی ہوں گے۔یعنی بدن کی دوری سے کوئی فکر نہ کرنا چاہئے بلکہ میری تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے۔

۴...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:''امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو ان دو چیزوں میں سے ایک کو پسند کر لینے کا اختیار دیا ہے۔یا تو وہ دنیاوی زیب و زینت کو پسند کر لے جو بھی اور جتنی بھی چاہے اور یا ان نعمتوں کو پسند کر لے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہیں۔مگر اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ نعمتوں کو پسند کر لیا ہے۔

یہ ارشاد سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے عرض کیا۔ہمارے ماں اور باپ آپ ﷺ پر قربان ہو جائیں۔یعنی (ہم یہ سب فدیہ دینے کو تیار ہیں مگر آپ ﷺ دنیا ہی میں قیام فرما دیں) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس بات پر تعجب کیا اور بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس بوڑھے کو دیکھو سید دو عالم ﷺ نے ایک بندے کی خبر دی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی انعامات و اکرامات سے فائدہ اٹھانے اور اپنے ہاں کے انعام و اکرام سے بہرہ ور ہونے کا اختیار دیا ہے اور یہ بوڑھا کہہ رہا ہے ہمارے ماں باپ آپ کا فدیہ ہو جائیں۔(اس کا تعلق حضور انور ﷺ کے ساتھ کیا ہے؟) مگر ہم کو بعد میں پتہ چلا کہ سید دو عالم ﷺ خود اپنے متعلق فرما رہے تھے جس کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔کیونکہ وہ ہم سے زیادہ علم والے تھے۔'' (بخاری و مسلم)

۵...... ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو سید دو عالم ﷺ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو خفیہ طور پر ارشاد فرمایا کہ میں اس دنیا سے جانے والا ہوں۔اس کو سن کر آپ رو پڑیں۔آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تو مجھے آ کر ملے گی۔اس پر آپ ہنس

پڑیں۔ اس منظر کو دیکھ کر ازواج مطہرات میں سے کسی نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ نے مجھے پہلے اپنے سفر آخرت کی خبر دی تو میں اس فراق اور غم کی وجہ سے رو پڑی۔ مگر پھر فوراً ہی مجھے یہ ارشاد فرمایا کہ سارے خاندان میں سے سب سے پہلے تو مجھے ملے گی تو میں خوشی سے ہنس پڑی۔'' (مشکوۃ بحوالہ داری)

۶...... ''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خود امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:''جب کوئی بھی نبی بیمار ہوا تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا یا آخرت میں قیام کا اختیار دیا جاتا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سید دو عالم ﷺ آخری مرتبہ بیمار ہوئے، آپ ﷺ کو بہت زیادہ کھانسی آنے لگی۔ میں نے سنا آپ ﷺ یہ فرمارہے ہیں:''مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصلحین'' ان کے ساتھ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے وہ نبی ہیں اور صدیق ہیں اور شہید ہیں اور نیک لوگ ہیں......تو میں سمجھ گئی کہ حضور انور ﷺ کو بھی اسی طرح اختیار دیا گیا ہے۔ مگر سید دو عالم ﷺ نے عالم آخرت کے قیام کو پسند فرمالیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید دو عالم ﷺ کا سفر آخرت آپ ﷺ کی اپنی مرضی اور خوشنودی سے تھا اور یہ سفر آخرت امت کے لئے یوں باعث رحمت بنا کہ سید دو عالم ﷺ نے اپنی امت کے اعمال صالحہ، جانی مالی قربانی اور آپ ﷺ پر اعتماد کامل اور یقین واثق کو ملاحظہ فرمالیا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دو عالم ﷺ نے فرمایا:''ان اللہ اذا ارادرحمۃ امۃ من عبادہ قبض نبیھا قبلھا فجعلہ لھا فرطا و سلفا بین یدیھا و اذا ارادھلکۃ امۃ عذبھا و نبیھا حی فاھلکھا و ھو ینظر فاقر عینہ بھلکتھا حین کذبوہ و عصو امرہ'' اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی نبی علیہ السلام کی امت پر رحم فرماتے ہیں تو اس نبی علیہ السلام کو دنیا سے پہلے اٹھا لیتے ہیں اور اس نبی علیہ السلام کو امت کے لئے پیش رو اور بہترین ذخیرہ نجات فرمادیتے ہیں۔ (کیونکہ نبی علیہ السلام امت سے راضی ہوتا ہے) اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس امت کو نبی کی حیات میں ہلاک کردیتے ہیں جس کو دیکھ کر نبی علیہ السلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی۔ (مشکوۃ شریف بحوالہ مسلم شریف)

جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی تباہ اور ہلاک شدہ قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:''فتولی عنھم وقال یقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی و نصحت لکم فکیف اسی علی قوم کفرین (الاعراف:۹۳)'' پس آپ نے ان سے منہ پھیر کر فرمایا اے میری قوم میں نے تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچائے تھے اور تمہاری خیر خواہی کی تھی پس اب کس طرح کافروں کی ہلاکت پر افسوس کروں۔''

۷...... رحلت سے چھ ماہ پہلے سورۃ النصر کا نزول ہوا۔ فرمایا:''إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۔ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا '' جب اللہ کی مدد آجائے گی اور ملک فتح ہو جائے گا اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب فرمادیں۔ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس سورۃ میں بھی آپ ﷺ کو اپنے عظیم مقصد میں کامیابی کی بشارت دی گئی کہ اب اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں۔

۸...... آخری سال امام الانبیاء ﷺ نے بجائے دس دن کے بیس دن رمضان کا اعتکاف فرمایا۔

۹...... ماہ صفر ۱۱ھ کے شروع میں احد تشریف لے گئے اور وہاں آرام کرنے والے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے سلام اور مغفرت کے ہدایا عطایا فرمائے۔ واپس تشریف لاکر اپنے منبر اعلیٰ مقام پر تشریف فرما کر یہ خطاب فرمایا: ''لوگو! میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور تمہاری شہادت دینے والا ہوں۔ واللہ! میں حوض کوثر کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے ممالک کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم میرے بعد مشرک ہو گے۔ مگر ڈر ہے کہ منافست نہ کرنے لگو۔'' (دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو گے)

جنت البقیع میں آپ آدھی رات کو تشریف لے گئے، جہاں آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن مدفون ہیں۔ ان کو سلام فرمایا اور دعائے مغفرت فرمائی اور دونوں جگہ ''انا بکم لاحقون'' فرمایا۔ یعنی ہم تمہارے ساتھ یقیناً ملنے والے ہیں۔

۲۹ / صفر دوشنبہ کو پھر درد سر شروع ہوا اور اس کے بعد شدید بخار لاحق ہو گیا۔ آخری پورا ہفتہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں قیام فرمایا اور اسی حجرہ مبارکہ میں خداوند قدوس کے حکم سے آرام فرما ہیں۔

آخر اکثر علماء سیرت کے قول کے مطابق ۱۲ / ربیع الاوّل بروز سوموار اس فانی دنیا سے باقی اور بہترین جہان کو تشریف لے گئے۔ (ﷺ)

آنحضرت ﷺ کے اس سفر کے مختصر امتیازی حالات

چونکہ امام الانبیاء جناب رسول اکرم ﷺ کا صرف دنیا سے انتقال ہوا ہے۔ یعنی آپ ﷺ اس زمین سے اپنے روضہ اقدس میں بامر خداوندی خلوت گزیں ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کے اس سفر کا حال تمام انسانوں سے علیحدہ اور ممتاز ہے۔ جیسا کہ: ''(غسل) جسم اطہر کو غسل دیتے وقت یہ اشکال پیش ہوا کہ جسم اطہر کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے یا عام اموات کی طرح کپڑے اتار دیئے جائیں۔ اسی میں لوگ تھے کہ اس حجرہ میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نیند کی سی حالت طاری ہو گئی اور انہوں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ آپ ﷺ کے جسم اطہر سے کپڑے نہ اتارے جائیں بلکہ انہی کپڑوں میں وجود اقدس کو غسل دیا جائے۔'' (ﷺ)

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد علمائے اہل حدیث تک نے بھی فرمادیا ہے کہ: ''انہ الیس کغیرہ من الموتی'' یعنی امام الانبیاء جناب رسول اکرم ﷺ عام اموات کی طرح نہیں ہیں بلکہ خاص کیفیت کے مالک ہیں۔

(بلوغ المرام، سبل السلام، نیل الاوطار)

(دفن) دفن کے لئے اسی جگہ کو حسب ارشاد رسول اکرم مخصوص اور مقرر کیا، جہاں آپ ﷺ نے آخری قدم رکھا تھا اور اس بات کو جناب رسول اکرم ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ قرار دیا ہے کہ نبی جس جگہ سے دنیا سے تشریف لے جاتا ہے، اس کی آخری آرامگاہ وہیں بنائی جاتی ہے۔

(صلوۃ وسلام) آپ ﷺ پر عام انسانوں کی طرح نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی کہ کوئی امام ہوتا اور لوگ دعائے مغفرت مانگتے۔ آخر وہ نبی کیسا نبی ہے جس کی بخشش امت مانگے بلکہ آپ ﷺ پر سب سے پہلے فرشتوں کی جماعت نے صلوۃ وسلام پڑھا اور پھر دس دس کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آکر درود شریف یہ ہے: ''ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یاایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما.... اللھم ربنا لبیک وسعدیک

صلوۃ اللہ البر الرحیم والملئکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وما سبح لک من شیء یا رب العلمین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العلمین الشاھد البشیر الداعی الیک باذنک السراج المنیر وبارک وسلم علیہ'' (زرقانی ج ۸ ص ۲۹۳)

(آرام کا خیال رکھنا) آپ ﷺ کے آرام کا خیال اور لحاظ رکھنا، اسی طرح ضروری ہے۔ جیسا کہ:

۱...... آپ ﷺ کے اردگرد کے مکانات میں میخیں گاڑھنے سے ازواج مطہرات نے منع فرمادیا تھا کہ اس سے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

۲...... صحابہ سرور دو عالم ﷺ کا دروازہ ناخنوں سے کھٹکھٹاتے تھے۔

۳...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں زور سے کلام کرنے والوں کو منع فرمایا۔

۴...... حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مکان کے دروازوں کی چوکھٹ بنانے کے لئے حرم سے باہر تشریف لے جاتے تھے تا کہ آواز سے حرم کی بے ادبی نہ ہو۔ (وفع الشبہ ص ۸۱)

۵...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں مسجد نبوی میں بھی کتابوں کے ورق بڑی احتیاط سے پلٹا کرتے تھے کہ اس کھڑکھڑاہٹ سے آپ کے آرام میں فرق نہ آجائے۔

۶...... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں سواری نہ کیا کرتے تھے۔

۷...... ہمارے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پابرہنہ دیار حبیب میں چلا کرتے تھے۔

(ادب و احترام) اب بھی ان مقامات مقدسہ کا ادب و احترام ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے۔ خواہ بڑے سے بڑا بادشاہ بہادر اور دلیر انسان ہی کیوں نہ ہو، ۱۳۳۴ھ میں انور پاشا وزیر جنگ سلطنت عثمانیہ جب مدینہ منورہ آئے تو ان کی حاضری کا حال حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے چشم دید بیان فرمایا ہے کہ: ''انور پاشا نے مدینہ منورہ کا سفر کرتے وقت اپنے افسری لباس اور نشانات وغیرہ فقط اس خیال سے کہ بادشاہ دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں حاضری ہے، غلام بن کر جانا چاہئے، اتار دیئے تھے اور فرمایا کہ ہم پیدل بارگاہ نبوت میں غلامانہ طریق سے چلیں گے۔ نظر زمین پر لگی ہوئی تھی اور آنکھیں آنسوؤں کی لڑیاں پرو رہی تھیں۔'' (سفرنامہ اسیر مالٹا ص ۲۰)

اسی احترام کا یہ تقاضا ہے کہ دربا اقدس میں سلام پیش کرتے وقت ادب کا پورا لحاظ رکھے۔ اسی لئے تو اونچی آواز سے سلام پیش کرنا بہتر نہیں ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی مہاجر مدنی کا حال اور قال یہ تھا کہ: آستانہ محمدیہ پر حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ آواز نکلنا تو درکنار مواجہہ شریف کے قریب یا بالمقابل بھی آپ کھڑے نہ ہوتے تھے خوف زدہ مؤدبانہ دبے پاؤں آتے اور مجرم اور قیدی کی طرح دور کھڑے ہوئے بکمال خشوع صلوۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: ''آنحضرت ﷺ حیات ہیں۔ لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کیا جائے، آپ سن لیتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۶)

آپ ﷺ کے دیدار کے لئے دعوات

سب سے بڑی چیز جو اس سعادت کے لئے ذریعہ اور معاون ومد ہو سکتی ہے وہ آپ ﷺ کی کامل اتباع، آپ ﷺ سے عقیدت کاملہ، آپ ﷺ کی عظمت کا دل میں یقین ہے۔

علمائے ملت اسلامیہ نے بعض اوراد وظائف بھی ایسے بتائے ہیں کہ جن پر عمل کر کے ان شاء اللہ العزیز! یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے۔

شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے مندرجہ ذیل درود پاک لکھے ہیں جن کو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر الطیب میں ذکر فرمایا ہے:

۱...... شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں بارہ بار آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ہو اللہ اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے۔ ان شاء اللہ! تین جمعے نہ گزرنے پائیں گے، زیارت نصیب ہوگی۔ وہ درود شریف یہ ہے: ''اللھم صل علی محمد النبی الامی وآلہ واصحبہ وسلم''

۲...... جو شخص دو رکعت نماز پڑھے پر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ہو اللہ اور سلام کے بعد یہ درود شریف پڑھے ہزار مرتبہ، تو ضرور زیارت نصیب ہوگی اس کو، انشاء اللہ درود شریف یہ ہے۔ ''صلی اللہ علی النبی الامی''

۳...... کثرت درود سے آنحضرت ﷺ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے شروع میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشاہدات میں گزر چکا ہے۔

محدث کبیر حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی درود شریف برائے زیارت رسول اکرم ﷺ تحریر فرمائے ہیں جو مجربات عزیزی میں موجود ہیں۔

درود شریف کے متعلق اکابر کی عقیدت

درود شریف وہ مقدس عبادت ہے کہ جس کی وجہ سے رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ اس لئے اجلہ علماء کا یہ معمول رہا ہے۔ علمائے کرام واولیائے عظام نے درود شریف کی برکات پر مستقل کتابیں اور رسالے تصنیف فرمائے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرمایا کہ ہمیں سب برکات اسی درود شریف کے طفیل منجانب اللہ عطاء ہوئی ہیں۔ کتاب کے وسط میں گزر چکا ہے کہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں جتنا درود شریف زیادہ پڑھا حضور انور ﷺ نے اتنا ہی قرب ووصال سے نوازا۔ (ﷺ)

حضرت شیخ زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ (م ۶۶۶ھ) کی وصیت ہے کہ دین تب ہی سلامت رہ سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے۔

ہمارے اکابر کے ہاں درود شریف کا ورد اطہر اس کے لئے مفید ہے۔ جیسا کہ حضرت قطب عالم گنگوہی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ''زیارت فخر دو عالم اختیاری بات نہیں۔ درود شریف کی کثرت ومحبت موجب اس کا ہے۔ (مکاتیب رشیدیہ ص ۲۵)

اسی طرح قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز نے حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ سے درود شریف صلوۃ تحینا پانچ سو دفعہ پڑھنے کی اجازت حاصل فرمائی۔

اس گناہگار (مرتب رحمت کائنات) کو اس درود شریف کی اجازت شیخ وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمائی۔

میرے آقا حضرت مدنی ''اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ و اصحبہ و بارک و سلم کما تحب و ترضی'' کو جملہ صیغے درود شریف پر ترجیح دیتے ہیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۵۴)

درود شریف کے متعلق سابق میں گزر چکا ہے کہ ہمارے اکابر دیوبند کے ہاں ''الحزب الاعظم'' اور ''دلائل الخیرات''، ''مناجات مقبول'' باقاعدہ باجازت ہے اور درود وظائف حضرت تھانوی ؒ کی ترتیب دادہ مناجات مقبول میرے خیال میں لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ حضرت ملا علی قاری کی تبع فرمودہ ''الحزب الاعظم'' بھی اکابر کے ہاں معمول ہے۔

اس سیاہ کار کے مکرم و محترم قبلہ والد صاحب کو الحزب الاعظم کی اجازت شیخ حضرت شاہ عبد الحق مہاجر مکی ؒ سے حاصل تھی۔ الحمد للہ! رحمت خداوندی سے وہی نسخہ دلائل جس پر حضرت شاہ صاحب کی قلمی اجازت اور مہر شریف ثبت ہے، احقر کو مل گیا۔ اسے باترجمہ ''آغوش رحمت'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

الغرض! زیارت امام الانبیاء والمرسلین سید دو عالم ﷺ کے لئے درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھنا ایک قوی ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل اور تشریح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ؒ کی کتاب فضائل ''درود شریف'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اس عقیدہ سے انکار کے نقصانات

پہلا اور سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ قرآن عزیز کی تقریباً ساڑھے سات سو (۷۵۰) (ان سب آیات کو باترجمہ اور مختصر تشریح کے ساتھ احقر نے اپنی ایک کتاب ''آیات بینات فی اثبات الحیوۃ بعد الممات'' میں جمع کر دیا ہے۔ (اب کھوج لگانے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ غیر مطبوعہ مسودہ ہے جس میں صرف اشارات ہیں) ان آیات کا انکار ہوگا جن میں موت کے بعد زندگی، حساب کتاب، جنت دوزخ اور دوسرے تمام واقعات کا ذکر ہے جن کا تعلق زندگی ہی سے ہے۔ اگر یہ عقیدہ مان لیا جائے کہ موت سے ختم ہو گیا، بس جو ہونا تھا وہ ہو گیا تو ان سب آیات کا انکار لازم ہے جو سراسر کفر ہے۔ اسی وجہ سے قرآن عزیز نے اس زندگی کے منکروں کو کافر کہا ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ مسلمانوں کی قبور پر فاتحہ خوانی اور ان کے لئے دعاء مغفرت کرنی ختم (ہو جائے گی) جیسا کہ یہ بدنصیب گروہ کرتا ہے۔ حالانکہ بعض قبور پر جا کر فاتحہ خوانی کرنے سے جانے والے کا فائدہ ہوگا۔ جیسا کہ سید دو عالم ﷺ کی حدیث گزر چکی ہے کہ والدین کی قبور پر جانے والے کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے اور صاحب قبر کے لئے بھی بڑا فائدہ ہے کہ وہ اس کا بے تابی سے انتظار کرتا ہے۔ مخبر صادق سید دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''بعض میت قبر میں ڈوبنے والے کی طرح ہوتی ہے اور بچانے والے کو طلب کرتی ہے۔ میت اس دعا کا انتظار کرتی ہے جو اس کے ورثاء یا احباب میں سے کوئی کرتا ہے۔'' (ملہوم حدیث)

بعض انسانوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں جب کہ ان کی مغفرت ہو چکی ہے۔ جناب رسول اللہ نے فرمایا: ''قبر میں بعض اموات کے درجات میں ترقی ہو جاتی ہے وہ اس کی وجہ سے تعجب کے ساتھ پوچھتا ہے تو اس کو بتایا جاتا ہے کہ تیرے لئے تیرے ورثاء یا احباب نے دعا کی، صدقہ دیا۔ اس کی وجہ سے تیرے درجات بلند ہو گئے۔'' (ملہوم حدیث)

تیسرا نقصان یہ ہے کہ اموات کے لئے دعا کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ ان کی مغفرت کے لئے صدقہ خیرات رک جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں ضروری ہیں اور مفید ہیں۔ آخر جنازہ بھی تو اسی لئے پڑھا جاتا ہے کہ میت کی مغفرت کی دعا کی جائے۔ اگر جو ہونا تھا وہ ہو گیا تو پھر جنازہ پڑھنے کا کیا فائدہ ہے؟ یہ اعلان کرنا لوگوں کو بلانا کیا فائدہ؟ بس مردہ کو دفن کر دیا جائے۔

حالانکہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میت کے اپنے اعمال کا جو اجر ملتا ہوتا ہے وہ تو ٹل جاتا ہے، مگر کچھ ایسے اعمال بھی ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو اجر و ثواب ملتا رہتا ہے۔ جیسا کہ:

۱...... وہ علم (شاگرد یا کتاب) جس سے دوسرے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

۲...... صدقہ جاریہ دیرپا، مسجد وغیرہ بنانا۔

۳...... نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

۴...... اسی طرح مالی صدقہ دینے کا حکم بھی فرمایا۔

جیسا کہ ایک صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ اپنی ماں کے ایصال ثواب کے لئے کنواں کھدوا دے۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ منورہ میں ایک کنواں کھدوایا اور اس کا نام ''بئر ام سعد'' رکھا۔ یعنی سعد کی ماں کا کنواں۔

ف: یہ کنواں حضور انور ﷺ کے تقریباً ایک ہزار سال بعد تک بھی آباد رہا اور لوگ اس سے پانی پیتے رہے، جس کا ذکر مشہور مؤرخ مدینہ منورہ ''علامہ نورالدین سمہودی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب ''وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ'' میں کیا ہے۔

اس عقیدہ کے منکر مسلمانوں کے قبرستان کو ملیا میٹ کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل پاکستان ہی میں بعض جگہ یہ پایا جاتا ہے کہ قبرستان میں ٹریکٹر چلا کر ان پر مکانات اور دفاتر بنا دیئے گئے۔ حالانکہ یہ ایک امت مسلمان کی بہت بڑی توہین اور تذلیل ہے۔ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے تو ارشاد فرمایا ہے کہ: ''قبر پر بیٹھنے سے تو آگ کی ایسی چنگاری پر بیٹھنا بہتر ہے جو بیٹھنے والے کے کپڑوں کو جلا کر اس کے چمڑے کو بھی جلا دے۔'' (مسلم شریف)

حضور انور ﷺ نے ایک آدمی کو قبر پر تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا اس قبر والے کو دکھ نہ دے۔ واللہ الموفق!

شبہات اور ان کے جوابات

سوال نمبر ۱: تم لوگ خود ہی دنیا سے جانے والوں کو مردہ، میت وغیرہا الفاظ سے تعبیر کرتے ہو اور پھر خود ہی ان میں سے بعض کو زندہ کہہ دیتے ہو۔ حالانکہ میت اور زندہ تو متقابل ہیں۔

جواب: ہم ان اموات کو زندہ نہیں کہتے بلکہ قرآن عزیز نے ان کو زندہ بتایا اور مردہ کہنے اور سمجھنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ شہداء کے متعلق تفصیل سے گزر چکا ہے بلکہ ہر مردہ میں برزخی زندگی موجود ہے اور اس پر از روئے قرآن و حدیث ایمان لانا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۲: سید دو عالم ﷺ کو قرآن عزیز نے خود میت فرمایا۔ جیسا کہ سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۳۰ میں فرمایا: ''انک میت وانہم میتون'' بے شک آپ ﷺ نے بھی مرنا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔

جواب: اس تحقیق کو سمجھنے سے پہلے بھی ایک بات کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ کہ بعض خطابات قرآنی میں سید دو عالم ﷺ کو انہی کلمات سے خطاب فرمایا ہے جن سے عام انسانوں کو مگر معنی اور مراد اور مفہوم میں فرق ہے۔

جیسا کہ سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۱۵۱ میں ارشاد فرمایا: ''علیکم اٰیتنا ویزکیکم ویعلمکم'' خطاب امت کو ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے وہ سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے۔ اس سے مراد وہ تمام علوم و معارف ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطاء کئے ہیں، انسان اپنی محنت کے ساتھ ان کو حاصل کر لیتا ہے۔ مگر سورۃ النساء میں سید دو عالم ﷺ کو بھی ایسے ہی خطاب سے نوازتے ہوئے فرمایا: ''وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما (النساء:۱۱۳)'' اس کا ترجمہ رمز شناس کلام ربانی شاہ رفیع الدین قدس سرہ العزیز نے یہ فرمایا اور سکھایا۔ تجھے وہ جو تو نہ جان سکتا یعنی سید دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان علوم و معارف سے نوازا جو آپ ﷺ اپنی علمی اور کسی محنت کے ساتھ کبھی بھی نہ جان سکتے اور ان علوم سے مراد وحی الٰہی، علوم نبوت ہیں جو کہ کسبی نہیں بلکہ وہبی ہیں اور اس نعمت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فضل عظیم سے فرمایا، اب قرآنی ارشادات کے کلمات بظاہر سورۃ بقرۃ اور سورۃ النساء میں بالکل ایک جیسے ہیں اور معنی مراد اور مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اسی طرح سورۃ الزمر کی اس آیت میں واضح فرق موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا: ''انکم میتون'' تم سب نے مرنا ہے بلکہ دو باتیں ارشاد فرمائیں: ''انک میت'' بے شک آپ ﷺ پر بھی موت نے آنا ہے۔

''وانھم میتون'' اور ان لوگوں نے بھی موت کا شکار ہونا ہے۔

اس آیت میں دو مخاطب ہیں اور دو موتوں کا ذکر ہے۔ ایک تو آنحضرت ﷺ مخاطب ہیں اور آپ ﷺ کی موت کا ذکر ہے اور دوسرے عام انسان مراد ہیں اور ان کی موت کا ذکر ہے۔ جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ان دونوں موتوں میں فرق ہے۔ جیسا کہ:

سید دو عالم ﷺ کی موت ساتر حیات ہے۔ حسب تعبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز اور دوسرے انسانوں کی موت ہادم حیات ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ:

۱...... سید دو عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح سے روک دیا گیا۔ ارشاد فرمایا: ''ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا (الاحزاب:۵۳)'' اور تم نکاح نہ کرنا نبی علیہ السلام کی بیویوں کے ساتھ ان کے بعد بھی کبھی بھی۔

یعنی جب کہ ہر مرنے والے کی بیوہ عدت وفات نکال کر دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے بلکہ بیوگان کا نکاح اسلام میں پسندیدہ ہے۔ لیکن چونکہ سید دو عالم ﷺ زندہ ہیں، اس لئے ان کی بیویاں ان کے نکاح ہی میں سمجھی جائیں گی۔ جیسا کہ خود سید دو عالم ﷺ نے ازواج مطہرات کا خرچہ مقرر فرما دیا تھا۔ حالانکہ وہ تو ۱/۸ حصہ لے کر دست بردار ہو جاتیں۔

۲...... آپ ﷺ کا ترکہ تقسیم نہیں کیا گیا اور یہی حال سب انبیاء علیہم السلام کا بیان کرتے ہوئے امام انبیاء سید دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''نحن معشر الانبیاء'' ہم نبیوں کی جماعت کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح میں فرمایا: ''لان نفقۃ نساءہ بعدہ تتعلق بحیاۃ کل واحدۃ منھن... لانہ علیہ السلام حی فی قبرہ وکذلک سائر الانبیاء'' (مرقاۃ ج۱۱ ص۲۵۶)

۳...... ہر مرنے والے سے اس کی زندگی کے حقوق اور مراعات ختم ہو جاتی ہیں اور ان کو ختم سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ کسی ملک کا بادشاہ تھا تو اب حکومت ختم۔ اگر وہ امام تھا تو اب امامت ختم۔ جو بھی مراعات اور حقوق اس کو حاصل تھے، اب موت پر ختم ہو گئے۔ مگر امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کی وہ تمام صفات عالیہ جو اس عالم ناسوت میں

آپ ﷺ کو حاصل تھیں، وہ اب بھی حاصل ہیں بلکہ انوار الہیہ اور برکات سماویہ کا نزول دنیاوی حیات سے زیادہ ہو رہا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ''وللاخرۃ خیر لک من الاولی (الضحیٰ: ۴)'' اور یہ یقینی بات ہے کہ آخرت کی زندگی آپ کے لئے اس پہلی زندگی سے بہتر ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت اب بھی قائم ہے اور آپ ﷺ قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔ قیامت تک ہر انسان آپ ﷺ پر ایمان لانے کا مکلف ہے اور جب بھی کسی کو دولت اسلام کا شرف حاصل ہوگا تو وہ توحید خداوندی کے ساتھ اسی طرح آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول تسلیم کرے گا۔ جیسا کہ صحابہ کرام ؓ نے آپ ﷺ پر ایمان کی دولت حاصل کی۔ حتیٰ کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان سے نزول کے بعد تشریف لائیں گے تو وہ بھی آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے۔

ف: نبوت اور رسالت تو آپ ﷺ کا وصف ہے اور وصف بلا ذات قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر نبی علیہ السلام کی ذات کو حیات حاصل نہیں تو آپ ﷺ کی وصف رسالت اور نبوت کس طرح باقی رہ سکتی ہے؟ اس لئے آج بھی روضہ اطہر میں آپ ﷺ اسی طرح رسول اور مرسل ہیں جس طرح دور صحابہ میں رسول تھے۔ قرآن عزیز نے آپ ﷺ کو امیین اور آخرین دونوں طبقوں میں مبعوث فرمانے کا اعلان فرمایا ہے: ''هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعۃ: ۳، ۲)'' اسی اللہ تعالیٰ نے امی لوگوں میں بڑا رسول بھیجا جو ان ہی میں سے ہے، ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے اور ان کو پاکیزہ بناتا ہے اور ان کو کتاب اور دین کی باتیں سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور یہی نبی سب پچھلوں کے لئے بھی ہے جو آج تک اس سے نہیں ملے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا۔

یعنی جس طرح آپ ﷺ ان لوگوں کے لئے نبی مبعوث ہیں جو آپ ﷺ کے سامنے موجود تھے، اسی طرح آپ ﷺ آخرین کے لئے بھی نبی مبعوث ہیں اور آخرین کا اطلاق قیامت تک کے لئے تمام انسانوں پر ہوتا ہے اور آپ ﷺ کو یہ رسالت اور نبوت سرمدی کیوں عطاء کی گئی؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم (الجمعۃ: ۴)'' یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

یعنی سید دو عالم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کو نبوت دائمہ سے سرفراز فرمایا۔

۴...... غیر نبی کا اپنے گھر میں دفن کرنا درست نہیں۔ مگر نبی اور سید الانبیاء ﷺ کی آخری آرام گاہ وہیں بنادی گئی جہاں آپ ﷺ بوقت وفات تشریف فرما تھے۔ ملا علی قاری نے روایت نقل فرمائی: ''ما قبض نبی الا و دفن حیث قبض'' (مرقاۃ ج ۲ ص ۳۴۱)

۵...... ہر انسان مرنے کے بعد دعائے مغفرت اور استغفار کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے ہر انسان کی خواہ وہ کتنا ہی نیک اور صالح کیوں نہ ہو، نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے جس میں اس کی مغفرت کے لئے دعا کی جاتی ہے اور قبر میں دفن ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنے پسماندگان کی طرف سے استغفار کا طالب اور منتظر رہتا ہے مگر نبی اور پھر سید الانبیاء ﷺ کے حضور گناہگاروں کو طلب مغفرت کے لئے حکم دیا گیا ہے، جس کی تفصیل بقدر ضرورت گزر چکی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی بلکہ درود شریف پڑھا گیا۔

۶...... حضور نبی کریم ﷺ روضہ اقدس میں بھی اپنے وظیفہ عبادت میں مصروف ہیں۔ بالفاظ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ: ''ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ جس میں نبی اکرم ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح وشام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔''

تلخیص مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات واکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ ﷺ کے یہ مشاغل ثابت ہوئے۔ اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا، نماز پڑھنا، سلام سننا، نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا یہ تو دائماً (ہمیشہ کے لئے) ثابت ہیں اور احیاناً (کبھی کبھی) خواص امت (اولیاء، علماء) سے یقظہ (بیداری) میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار واخبار میں مذکور ہے۔ (نشر الطیب ص ۳۵۹)

۷...... قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کے سامنے بھی یہی اشکال پیش کیا گیا جس کا جواب حضرت نے جو ارشاد فرمایا وہ درج کیا جاتا ہے:

ایک درود شریف حضرت مولانا قدس سرہ نے حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا تھا جس کو احقر نے ایک کاغذ پر بدیں عبارت نقل کر لیا تھا: ''سمعت قطب الارشاد و غوث العباد و معاذ البلاد مولانا رشید احمد گنگوہی وقت حضوری بحفرة العلية يوم الاثنين ثالث عشر من شهر الله المحرم ۱۳۲۳ ھ يقول انی رایت قطب العالم الشيخ عبد القدوس كنكوهی قدس سره فی المنام وهو قائم فی روضته المقدسة مكان دفنه وهو يصلی علی النبی ﷺ بهذه الصيغة اللهم صل علی محمد و علی آل محمد بعدد كل ذرة الف الف مرة''

احقر نے وفات حضرت قدس سرہ سے کچھ پہلے غالباً اسی مرتبہ جب کہ درود شریف موصوف حضرت سے سنا، یہ عرض کیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً سردار انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا حیات النبی ﷺ ہونا مسلم ہے اور آیت کریمہ: ''انک میت وانهم میتون'' سے آپ ﷺ کا میت ہونا معلوم ہوتا ہے، اس کے جواب میں کچھ ایسی پر تاثیر تقریر فرمائی کہ جو مشاہدہ وسماع پر موقوف ہے، الفاظ اور مطلب بسبب قلت وقت کے پوری طرح محفوظ نہیں رہا، مگر خلاصہ اس کا کچھ ایسا تھا کہ موت سب کو شامل ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح مشاہدہ جمال وجلال حق تعالیٰ وتقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے۔ تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہے۔ اس تحقیق سے نکتہ ''ان الله حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء'' ظاہر ہوتا ہے۔ الیٰ آخر ما قال قدس سرہ بوقت بیان اس مضمون کے اس قسم کا اثر قلب پر تھا کہ گویا وہ حالت مشہود اور عجیب کیفیت اور سرور تھا۔ ''فقط والسلام علی من اتبع الهدی والتزم طريقة المصطفی صلوات الله وسلامه عليه وعلی آله واصحابه واتباعه الی يوم الدين۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين'' (تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۸، ۲۹)

سوال نمبر ۳: جب کسی خوش بخت کو سید دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا تو وہ صحابی بن گیا۔

جواب: صحابی ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں سید دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہو، مگر پھر بھی جسے زیارت نصیب ہو جائے یا اس ارادہ نیت کے ساتھ مدینہ منورہ جائے گا، اس کو اتنا ہی اجر وثواب ملے گا۔ جیسا کہ دار العلوم دیوبند کے سابق مفتی اعظم مولانا محمد اعزاز علی صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''ان له اجرا كاجر من زارنی حيا والمشبه لا يعطی حكم المشبه به من كل وجه'' (حاشیہ نور الایضاح)

یعنی سید دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی "من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی" "جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی، وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو) اگر چہ وہ زیارت کرنے والا صحابی تو نہیں کہلایا جاسکتا مگر اس ارشاد عالی کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اتنا ہی اجر وثواب ملے گا، جتنا امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کی حیات طیبہ میں زیارت کرنے والے کو ملتا تھا۔

سوال نمبر ۴: اگر مان لیا جائے کہ جناب رسول کریم ﷺ کی حیات از قبیل حیات دنیاوی ہے تو پھر آپ ﷺ کہاں سے کھاتے اور پیتے ہیں؟ خوراک کے بغیر زندگی تو امر محال ہے؟

جواب: حیات کے لئے اس خوراک کا ہونا ضروری نہیں جو ہم کھاتے ہیں۔ آخر فرشتے بھی تو زندہ ہیں۔ تو کیا وہ بھی خوراک کھاتے ہیں؟ پھر اس دنیا میں جب کہ سید دو عالم ﷺ تشریف فرما تھے، اس وقت بھی آپ ﷺ کئی کئی دن تک بظاہر نہ کھاتے تھے۔ مگر اپنے رب کے ہاں سے کھایا کرتے تھے جس کو مادی انسان نہ سمجھ سکے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال، آسمانوں میں زندہ ہیں؟

چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے صوم وصال رکھنے کی اجازت طلب کی۔ (یعنی رات کو بھی افطار نہ کریں) تو آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت! آپ ﷺ خود بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایکم مثلی فانی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" "تم میں سے میری مثل کون ہے میں تو اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

یہ ارشاد گرامی واضح طور پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کے رزق کا معاملہ دوسرے معاملات کی طرح عام انسانوں سے بالکل علیحدہ اور ممتاز تھا۔ یہ سب وساوس اور خطرات دراصل اس لئے پیش آتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو عام انسانوں سے ہر معاملے میں ممتاز اور جدا نہیں سمجھا جاتا۔

چنانچہ شارح مشکوٰۃ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب سابق استاذ دارالعلوم دیوبند وسابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور فرماتے ہیں: "ہم تو انسان کے لئے بھی ایسے رزق کا ملنا ممکن سمجھتے ہیں جو رسول کریم ﷺ کا تھا ہو تو آپ ﷺ کے لئے اس طرح رزق کا ملنا کیسے ناممکن ہوسکتا ہے؟ (تعلیق ج ۱ ص ۳۸۳)

سوال نمبر ۵: قرآن کریم اور بعض احادیث میں آتا ہے کہ مسلمانوں کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں اور کافروں کی سجین میں تو پھر قبر میں کس طرح زندگی مانی جاسکتی ہے؟

جواب: اس شبہ کا جواب مفصل اور مدلل گزر چکا ہے۔ یہاں اتنا مزید عرض ہے کہ اگر روح کے مستقر کو علیین اور سجین میں مان بھی لیا جائے تو بھی اس کا تعلق اس بدن خاکی کے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ سلام کہنے والوں کا جواب دے سکتا ہے۔ منکر نکیر کا جواب دے سکتا ہے۔ جیسا کہ بعض دفعہ جبریل امین جن کا مستقر تو آسمان تھا مگر وہ اس حد تک سید دو عالم ﷺ کے جسد اطہر کے قریب ہو جایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے ران مبارک پر دونوں ہاتھ رکھ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح روح کا بدن کے ساتھ اتصال رہتا ہے جس کی بناء پر عذاب یا راحت تو روح کو ملتی ہے مگر بدن کو بھی دکھ یا خوشی محسوس ہوتی ہے۔ (تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی سورۃ تطفیف)

ف: سورج کا مستقر تو زمین سے ہزارہا میل دور ہے مگر اس کی شعاعیں، روشنی اور دھوپ زمین پر اثر

انداز ہوتی ہیں اور آج کل تو ان لوگوں کو یہ اعتراض ہی نہ کرنا چاہئے جب کہ علوم جدیدہ نے انسان کو اتنی قوت دے دی ہے کہ وہ زمین پر رہتے ہوئے ہزارہا میل دور خلائی جہاز اور راکٹ کو بلا کسی محسوس واسطے کے کنڑول کر رہا ہے۔

سوال نمبر ۶: اگر حیات قبر کو مان لیا جائے تو اس سے قبر پرستی اور شرک اعتقادی اور عملی کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

جواب: اس جواب کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھا جائے کہ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم فرمایا۔ قرآن کریم کی کئی آیات کے علاوہ خود سورہ فاتحہ میں ہر مسلمان پڑھتا ہے۔ اس صراط مستقیم کے ساتھ ہی دو امتوں کا ذکر فرمایا جو اسلام سے پہلے گزر چکی ہیں۔ ایک کو "مغضوب علیہم" اور دوسری کو "الضالین" سے تعبیر فرمایا۔ اس کی تفسیر قرآن کریم ہی نے خود فرمائی ہے: "مغضوب علیهم" تو یہودی ہیں "فباء و بغضب علی غضب (البقرة: ۹۰)" اور الضالین نصاریٰ ہیں۔

یہودیوں کے مغضوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ان کی تکذیب کرتے کرتے ان میں سے بعض کو شہید بھی کر ڈالا۔ "ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون (البقرة: ۸۷)" اور عیسائیوں کے ضالین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عین خدا، خدا کا تہائی اور خدا کا بیٹا کہہ ڈالا اور یہ سب محبت کے غلو اور اندھے پن میں کہہ گئے۔ قرآن عزیز نے فرمایا:

"لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم (المائدة: ۷۲)"

"لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثة (المائدة: ۷۳)"

"و قالت النصری المسیح ابن اللہ (التوبة: ۳۰)"

یعنی یہودیوں نے تو انبیاء علیہم السلام کی توہین اور بے ادبی کو اپنا شعار بنا لیا اور عیسائیوں نے محبت اور عقیدت میں خداوند قدوس کے تقدس پر ہاتھ ڈالا۔ قرآن حکیم نے ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیا کہ نہ تو بے ادب اور گستاخ بنو اور نہ مشرکانہ امور اور عقائد کو اختیار کرو۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے: "یا ایھا الذین أمنوا لا تکونوا کالذین أذوا موسی (الاحزاب: ۶۹)"

یہ خطاب ایمان لانے والوں کو ہے کہ ان لوگوں کا وطیرہ اور طریقہ اختیار نہ کرو جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذہنی کوفت پہنچائی تھی اور نہ ہی تم عیسائیوں کی طرح کسی بھی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں شریک کرو۔ جیسا کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا: "انا عبد اللہ و رسولہ" کلمہ شہادت، اذان، اقامت میں یہی اعلان کروایا کہ سید دو عالم ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس: ہم بحمد ہ تعالیٰ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔ ادھر تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عقیدت کو رکن ایمان سمجھتے ہیں، اسی طرح ہم قرآن عزیز اور حدیث سید دو عالم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں یہ عقیدہ اسلامی سمجھتے ہیں کہ موت کے بعد بھی برزخی زندگی سب کو حاصل ہے تو حضور انور ﷺ کو کیوں حاصل نہیں؟ اگر ایک صحیح عقیدہ کی بناء پر کوئی آدمی یا طبقہ غلط عقیدہ استوار کر لے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ صحیح عقیدہ ترک کر دیا جائے بلکہ ہماری تو یہ دیانت داری کے ساتھ رائے ہے کہ اگر عقائد اسلامیہ کو خصوصاً برزخی عقائد کو قرآن اور سنت کی روشنی میں بیان کیا جائے تو آج امت کے ایک بڑے حصے کے دینی فسادات کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور بغض و عداوت کے جذبات پیار و محبت میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۷: اگر میت سنتی ہے تو پھر حضرت عزیر علیہ السلام نے سو سال تک میت رہنے کی صورت میں یہ کیوں نہ محسوس کیا کہ بادل گرجتے ہوں گے۔ ہوائیں چلی ہوں گی۔ غیر آباد جگہ میں کئی حیوانات بولے ہوں گے۔

جواب: سماع کا تعلق قوت سامعہ کے ساتھ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو نہ سنیں وہ زندہ نہ ہوگا۔ آخر اصحاب کہف جن کا ذکر سورۃ کہف میں موجود ہے کہ وہ تین سو نو سال سوئے رہے، پھر جب جاگے تو کہا: "لبثنا یوما او بعض یوم" تو کیا وہ بھی مردہ تھے؟ بلکہ یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ بعض لوگ ریل گاڑی میں سو جاتے ہیں اور اس قدر چیخ و پکار بھی ان کو نہیں جگا سکتی۔ اس لئے حضرت عزیر علیہ السلام کا اس وقت نہ سننا، ان کی موت کی دلیل نہیں بلکہ یہ تو حیات الانبیاء کی دلیل ہے کہ ایک سو سال کا عرصہ گزرنے پر بھی بدن اور لباس پر کچھ اثر نہ ہوا۔

سوال نمبر ۸: عقیدہ حیات النبی ﷺ اسلام کا بنیادی عقیدہ نہیں، ورنہ اس کو بھی ضروری عقائد میں درج کیا جاتا؟

جواب: یہ عقیدہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک لاکھوں انسان روزانہ دربار اقدس رحمت دو عالم ﷺ پر حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور صلوۃ و سلام پیش کر کے جواب کی سعادت سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے: "ان الاف الالوف من السلف کانوا یشدون رحالھم لزیارۃ النبی ﷺ ویزعمونھا من اعظم القربات"

(فیض الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۴۳۳)

لکھوکھا بزرگان دین اور علماء کرام ہمیشہ سید دو عالم ﷺ کی زیارت کے لئے دور دراز سے آتے ہیں اور آ رہے ہیں اور اس کو بڑی عبادت یقین کرتے ہیں۔

جس طرح سید الانبیاء ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح یہ عقیدہ بھی بنیادی اور ضروری ہے۔ شیخ ابو عبداللہ فضل اللہ نے اپنی مشہور کتاب "معتمد فی المعتقد معروف تور بشتی" (چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا یوں ذکر فرمایا ہے: "المعتمد للامام شہاب الدین فضل اللہ تور پشتی") میں فرمایا ہے: "از اں جملہ آنست کہ بداند کہ زمین کالبد ایں ہارا از خورد و بوسیدہ شود و چوز مین از وے شگافہ شود کالبد بحال خود باشد و حشر دے و دیگر انبیاء علیہم السلام چنیں باشد حدیث درست است کہ: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" ضروری عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ عقیدہ یہ رکھے کہ انبیاء علیہم السلام کے مبارک بدنوں کو مٹی نہیں کھا سکتی اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ (ص ۱۰۷ مطبوعہ ۱۲۸۸ھ)

سوال نمبر ۹: منکرین حیات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ چند مولویوں نے بنا لیا ہے۔ ورنہ جمہور علماء کا یہ عقیدہ نہیں ہے؟

جواب: یہ شبہ بالکل غلط ہے۔ جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً امام الانبیاء ﷺ اسی عنصری بدن مبارک کے ساتھ زندہ ہیں۔ چنانچہ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۳ھ) نے (القول البدیع ص ۱۷۲) میں فرمایا ہے: "ونصدق بانہ ﷺ حی یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لا تاکلہ الارض والاجماع علی ھذا" اور اسی طرح وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر اور جامعہ فاروقیہ کے شیخ الحدیث جناب مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مرتبہ کشف الباری شریف میں فرمایا ہے: "انبیاء علیہم السلام کی حیات کے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہ عقیدہ نہ صرف علماء دیوبند کا ہے بلکہ تمام امت کا ہے۔" (کشف الباری کتاب المغازی ص ۱۲۵)

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام پر ہر زمانہ کے محقق علماء کرام نے مستقل کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ جیسا کہ پانچویں صدی ہجری کے امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسی موضوع پر ایک رسالہ "حیات الانبیاء علیہم السلام" تحریر فرمایا جو مطبوعہ اور دستیاب ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے: "آپ شعبان ۳۸۴ھ میں خراسان کے مردم خیز قصبہ خسروجرد میں پیدا ہوئے۔ دور دراز کے سفر کئے۔ علوم تفسیر وحدیث میں خصوصی طور پر اس زمانہ کے ائمہ حدیث وتفسیر سے فیض حاصل کیا۔ ۱۰ رجمادی الاوّل ۴۵۸ھ کو نیشاپور میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف ایک ہزار سے زیادہ ہیں جن میں "سنن کبریٰ" گیارہ جلدوں میں ہے۔ باقی تالیفات بھی حدیث تفسیر کے موضوع پر ہیں۔

اسی طرح دسویں صدی ہجری کے مجدد امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی "حیات الانبیاء" پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے: "امام جلال الدین رحمہ اللہ مصر کے قصبہ اسیوط میں ۸۴۹ھ کو پیدا ہوئے۔ اس علاقہ کے تمام علمی مراکز سے استفادہ کیا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار ہے جن میں سے تفسیر کے متعلق چوبیس کتب ہیں۔ تفسیر ترجمان القرآن، درمنثور اور مشہور تفسیر جلالین جو آج تک متداول ہے، اس کی تیرہ شروح لکھی گئی ہیں۔ سلطان وقت نانکبائی ان کے بڑے معتقد تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے پچاس مرتبہ سید دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ کبھی خواب میں اور کبھی بیداری میں۔ آپ رحمہ اللہ نے حیات الانبیاء علیہم السلام خصوصاً "حیات سید الانبیاء ﷺ" کے مقدس موضوع پر کتاب لکھی ہے جو متداول ہے۔ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ المفسرین)

برصغیر میں اسی موضوع پر اردو زبان میں "آب حیات" نامی کتاب بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمائی جس کا ذکر مقدمہ میں گزر چکا ہے۔

ابھی حال ہی میں علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد رشید مولانا عبد القدیر سابق شیخ الحدیث تعلیم القرآن راولپنڈی نے اردو زبان میں علمی دلائل سے مزین کتاب بنام "ارشاد العلماء" شائع فرمائی، جو علماء کرام کے لئے قابل دید ہے۔ اس لئے منکرین حیات کا یہ اعتراض صرف مغالطہ کے لئے ہے۔

سوال نمبر ۱۰: آج بھی دنیا میں کئی انسانوں کے ڈھانچے ویسے بھی موجود ہیں اور جو لاشیں ممی کی جاتی ہیں وہ تو ہزارہا سال محفوظ رہتی ہیں تو بدن کا سلامت رہنا صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ کیسے ہوا؟

جواب: (۱) جسد سے مراد صرف ظاہری ڈھانچہ نہیں بلکہ پورا بدن ظاہری اور باطنی اعضاء کے ساتھ مراد ہے۔ جو ڈھانچے بعض مقامات پر مل جاتے ہیں، وہ صرف ظاہری ہڈیاں اور اعضاء ہوتے ہیں۔

(۲) کسی انسان کے تصرف کے بغیر صرف انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ محفوظ رہے ہیں یا دوسرے صلحاء امت کے باقی رہتے ہیں۔ دوسرے انسانوں کے بدن تو کافی ادویات کی وجہ سے کچھ وقت باقی رہ سکتے ہیں مگر بعد میں گل سڑ جاتے ہیں۔

(۳) حدیث میں "الارض" کا کلمہ آیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ زمین پر ان پاکیزہ اجسام کو حرام کر دیا ہے۔ یہ لاشیں تو ادویات کے ساتھ تابوت یا شیشے کے کور میں محفوظ رکھی جاتی ہیں۔ ایسا کوئی بدن نہیں ملتا جو کئی سال تک زمین پر پڑا رہا ہو اور وہ آب و ہوا اور زمین کے اثرات سے محفوظ رہا ہو۔ صرف انبیاء علیہم السلام یا صلحائے امت پر خداوند کریم کی یہ خاص نوازش ہے۔

سوال نمبر ۱۱: جو آیات یا احادیث حیات بعد الموت کے بارے میں نقل کی گئی ہیں، ان کا تعلق قیامت کے دن زندہ ہونے سے ہے جو سب مانتے ہیں۔

جواب: یہ ایک مغالطہ دیا جاتا ہے۔ حیات بعد الموت، موت کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں بھی زندہ ہوتا ہے۔ چنانچہ مفسر القرآن امام ابوبکر الجصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۷۰ھ) نے اپنی (تفسیر احکام القرآن ج۱ ص ۹۳) پر فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ''قیامت کے دن زندہ ہونا تو سب جانتے ہیں، اگر یہ مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ ''ولا کن لاتشعرون'' نہ فرماتے بلکہ اس سے مراد قبر کی زندگی ہے۔ جب مومنوں کو قبر میں راحت اور آرام ملتا ہے تو کافروں کے لئے عذاب بھی ثابت ہو گیا۔ اس لئے منکرین عذاب و ثواب کا عقیدہ باطل ہے۔''

چند ضروری گزارشات

۱...... احقر نے یہ مضمون اور یہ کتاب خلوص قلب کے ساتھ اس لئے لکھی ہے کہ اس کی برکت سے کوئی غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جائے تاکہ آگ کے عذاب سے بچ جائے اور مسلمان بھائی سید دو عالم ﷺ کی بے ادبی اور غیر ارادی گستاخی سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔

۲...... مجھے اس کتاب کی تصدیق اور تصویب کے لئے کسی داد و دہش کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس عقیدہ پر بحث و تکرار کی غرض ہے سید دو عالم ﷺ کی تصدیق اور خوشنودی میرے لئے سرمایہ سعادت دارین ہے۔ ''الحمد للہ و الشکر للہ''

۳...... سید دو عالم ﷺ کی زیارت کا منامی شرف یا بیداری میں زیارت کا شرف ایک عظیم نعمت خداوندی ہے بلکہ بے نظیر رحمت ہے مگر اس کا تعلق اپنی روحانی بصیرت اور ایمانی وجدان ہے۔ اس لئے اگر سید دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف کسی سعادت مند کو حاصل ہو گیا اور کسی نے اس کی تصدیق نہ کی تو اس سے دست و گریبان نہ ہونا چاہئے۔

۴...... اگر کسی کو یہ سعادت حاصل نہ ہوئی اس نے عالم بیداری یا عالم خواب میں حضور انور ﷺ کے رخ پر انور کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا اور ویسے کسی غرض سے یہ کہہ دیا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے یا حضور انور ﷺ اس کے گھر تشریف لائے ہیں تو ایسے آدمی کے لئے سید دو عالم ﷺ کی سخت وعید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار'' جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہئے۔

یہ وہ حدیث ہے جس کو عشرہ مبشرہ (ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ، طلحہ، زبیر، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم) نے روایت کیا ہے۔ اس لئے اس عقیدہ میں صداقت اور احتیاط ضروری ہے۔

۵...... بفضلہٖ تعالیٰ رحمت کائنات ان متلاشیان حق کے لئے باعث رحمت ہو گی جو علمائے دیوبند پر لگائے جانے والے الزامات کو اپنی ایمانی بصیرت سے صرف الزام ہی سمجھتے ہیں۔ مگر انہوں نے عقائد اکابر و علماء دیوبند پوری وضاحت کے ساتھ تاحال مطالعہ نہیں کئے تھے۔ ان حضرات کے لئے یہ کتاب ان شاء اللہ! اسی طرح مشعل راہ ہو گی جس طرح الہامی مدرسہ دارالعلوم دیوبند پر لگائے ہوئے اتہامات کا جواب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں دیا تھا، جو کہ حاسدین نے خوف خداوندی

سے نڈر ہو کر ان اکابر پر لگائے تھے۔ اسی طرح عامۃ المسلمین عقائد علماء دیو بند کو جو کہ اسلامی عقائد ہیں، اچھی طرح سمجھ سکیں گے اور وہ کسی بھی غلط نظریہ کو علمائے دیو بند کی طرف منسوب نہ کریں گے اور دیو بند کی آڑ میں اپنے عقائد پھیلانے والوں سے خبردار رہیں گے۔

مشورہ: اگر آپ عقائد علماء دیو بند کو سمجھنا چاہیں تو ''عقائد علماء دیو بند'' نامی کتاب کا مطالعہ فرمادیں اور ساتھ ہی شیخ السلام حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کی مرتبہ کتاب ''الشہاب'' کا مطالعہ بھی فرمادیں۔ ان شاء اللہ! آپ کی پوری تسلی ہو جائے گی۔

۶...... ''رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم'' میں ہر مسئلہ بادلیل لکھا گیا ہے اور زیادہ حوالہ جات اکابر علماء دیو بند کی کتابوں کے دیئے گئے ہیں، تاکہ ان پر عائد کردہ الزامات کا ازالہ ہو سکے اور اہل اسلام کو قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح اسلامی عقائد سے واقفیت ہو جائے۔ واللہ الموفق!

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روئے محمد بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی بزم کون ومکاں کو سجایا گیا
وہ محمد بھی احمد بھی حامد بھی محمود بھی حسن مطلق کا شاہد بھی مشہود بھی
علم وحکمت میں وہ غیر محدود بھی ظاہرا امیوں میں اٹھایا گیا
اس کی شفقت ہے بے حد وبے انتہا اس کی رحمت تخیل سے بھی ماوراء
جو بھی عالم جہاں میں بنایا گیا اس کی رحمت سے اس کو بسایا گیا
حشر کا ڈر مجھے کس لئے ہو قاسم میرا آقا ہے وہ میرا مولا ہے وہ
جس کے قدموں میں جنت بسائی گئی جس کے ہاتھوں سے کوثر لٹایا گیا

تنبیہ: منکرین حیات ایسی کتابوں کے بارہ میں عموماً اور رحمت کائنات کے بارہ میں خصوصاً یہ کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں صرف قصے کہانیاں ہی درج ہیں۔ یہی اعتراض کافروں نے قرآن عزیز پر کرتے ہوئے کہا تھا۔

''وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملٰی علیہ بکرۃ واصیلا (الفرقان:۵)'' اور کہنے لگے یہ تو کہانیاں ہیں پہلوں کی جن کو اس نے لکھ رکھا ہے پس وہی لکھوائی جاتی ہیں اس کے پاس صبح وشام۔

قرآن عزیز نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''یہ قصے کہانیاں نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔'' ارشاد قرآنی ہے: ''قل انزلہ الذی یعلم السر فی السمٰوت والارض (الفرقان:۶)'' آپ فرمادیجئے (یہ بات نہیں) بلکہ اتارا ہے اس قرآن کو اس اللہ تعالیٰ نے جو جانتا ہے چھپے ہوئے بھید آسمانوں اور زمین میں۔

اسی طرح کفار قبروں سے زندہ نکلنے کو بھی پہلوں کی کہانیاں کہا کرتے تھے۔ قرآن عزیز میں فرمایا:

''وقال الذین کفروا ءاذا کنا ترابا واٰباؤنا ائنا لمخرجون۔ لقد وعدنا ھذا نحن واٰباؤنا من قبل ان ھذآ الا اساطیر الاولین (النمل:۶۷،۶۸)'' اور کافر کہتے ہیں کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادے کیا ہم کو زمین سے زندہ نکالا جائے گا، یہی وعدہ کیا گیا ہے ہمارے ساتھ اور پہلے بھی ہمارے باپ دادوں کے ساتھ یہ تو پہلوں ہی کی کہانیاں ہیں۔

یعنی کافر یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی ہو چکے ہوں گے تو کیا ہم کو قبروں سے زندہ نکالا جائے گا؟ یہ کیسے ہو سکتا

ہے؟ اور یہ بات ہمارے باپ دادا سے پہلے بھی کہی گئی تھی۔ یعنی ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو یہ فرمایا تھا کہ تم قبروں سے زندہ اسی حالت میں نکالے جاؤ گے۔ اسی لئے جو یہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں یہ بھی پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ اس لئے منکرین حیات کا یہ اعتراض انہی لوگوں کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازے۔ آمین!

ضروری گزارش

قرآن عزیز نے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ وہ ایسا کلمہ زبان سے نہ کہیں اور نہ سنیں اور نہ دل میں کسی بے ادبی کا خیال لائیں، ورنہ وہ اسلام سے نکل جائیں گے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۰۴ میں راعنا کا کلمہ کہنے سے منع فرمایا ہے۔ سید دو عالم ﷺ کی ذات عالی صفات اور مقامات نبوت اور شان نبوت میں بحث کرنے سے سخت منع فرمایا ہے۔ ورنہ ایسے آدمی کی ساری عبادات برباد ہو جاتی ہیں اور اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ (وہ سمجھتا ہے علمی بحث کر رہا ہوں) سورۃ الحجرات آیت نمبر ۲ میں یہی ارشاد فرمایا۔ اس لئے ایسی کتابیں پڑھنے سے منع فرمایا گیا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک ایسی ہی کتاب اپنے کتب خانہ میں رکھنے کی اجازت نہ دی بلکہ وہ جلا دی گئی تھی۔ آپ کے خلیفہ اعظم مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ نے ایسی کتابیں پڑھنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح ایسے بے ادبوں کی تقاریر سننے سے بھی منع فرمایا۔ ان کی گفتار سے بے ادبی اور گستاخی کا علم ہو سکتا ہے۔ قرآن عزیز نے ایسے لوگوں کی نشانی بتلاتے ہوئے فرمایا: ''ولتعرفنهم فی لحن القول واللہ یعلم اعمالکم'' اور تو ان کو ضرور پہچان لے گا بات کرنے کے ڈھب سے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے عملوں کو۔

یعنی جب وہ بے ادب بات کرتے ہیں تو اس سے بے ادبی ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لیتے وقت ان آداب کا لحاظ نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے ساتھ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ عز اسمہ، جیسے کلمات کہنے ضروری ہیں۔ ہر نبی علیہ السلام کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہنا اور لکھنا ضروری ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ ''ﷺ'' کہنا ضروری ہے۔ اس لئے گزارش ہے کہ نہ تو ایسے بے ادبوں کی کتابیں پڑھیں اور نہ ہی ان کی تقاریر سنیں۔ ورنہ ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے۔ آمین!

ماخذ کتاب ''رحمت کائنات'' قرآن عزیز

۱...... تفسیر: بیان القرآن از حضرت تھانوی رحمہ اللہ تفسیر خازن، تفسیر عزیزی، تفسیر قرطبی، روح البیان، جمل علی الجلالین، شیخ زادہ شرح بیضاوی، شہاب شرح بیضاوی، مشکلات القرآن از شاہ صاحب رحمہ اللہ، تاویل مشکل القرآن لابن قتیبہ روح المعانی ابن کثیر، تفہیم القرآن، تفسیر فتح القدیر للشوکانی، معالم التنزیل وحی الٰہی، افادات مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ۔

۲...... حدیث: بخاری شریف عینی شرح بخاری فتح الباری شرح بخاری، تیسیر القاری شرح بخاری، فیض الباری، شرح بخاری، انوار الباری شرح بخاری، شرح تراجم البخاری از شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ، الرسالہ المستطرفہ، الہام الباری، صحیح مسلم مع شرح نووی واکمال المسلم، سنن ترمذی، العرف الشذی، کوکب دری، معارف السنن، سنن ابوداؤد، بذل المجہود شرح عون المعبود، ابن ماجہ شرح انجاح الحاجہ، الجامع لاصول لاحادیث، مستدرک حاکم، نیل الاوطار للشوکانی، سنن بیہقی، کتاب الآثار للامام محمد، ریاض الصالحین، دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین، کتاب

الزہد لابن المبارک الترغیب والترہیب للمنذری، مشارق الانوار، مسند امام اعظم، بلوغ المرام، الجواہر المنفیہ، مشکوۃ شریف، مظاہر حق، مرقاۃ از ملا علی قاری، التعلیق الصبیح، رحمت مہداۃ شرح مشکوۃ، مسند طبرانی، ترجمان السنہ کتاب البعث والنشور، المصنف، اشعۃ اللمعات، مناوی شرح شمائل، افادات محمود، خصوصیات کبریٰ للسیوطی، حیات الانبیاء للبیہقی والسیوطی۔ جمع الفوائد۔ عمل الیوم واللیلہ، التاج۔

۳...... فقہ: شامی، عالمگیری، فتح القدیر، شرح ہدایہ از ابن ہمام، فتاوی رشیدیہ، فتاویٰ نذیریہ، ارکان اربعہ از مولانا بحر العلوم لکھنوی، طحاوی شرح درمختار، زبدۃ المناسک، شرح ابانۃ الاحکام۔

۴...... عقائد: شرح عقائد نسفی، خیالی، نبراس، التمہید لابی الشکور سالمی، شرح فقہ اکبر، شرح عقیدہ طحاوی، شرح مواقف، شرح تجرید قوشجی، المسامرہ، کتاب التعبیر للاسفرائنی، قصیدہ امالی، نظم الفرائد شیخ زادہ، عقیدۃ الاسلام از شاہ صاحب۔ اکفار الملحدین، انفاس العارفین، آب حیات، التنکیت فی شرح ابیات التثبیت، کتاب النبوات لابن تیمیہ، الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول (ﷺ)، حیات الاموات، جواہر الغوالی، مشارق الانوار، الدرۃ الفاخرۃ، شرح الصدور، کتاب الروح، تبشیر الاصفیاء، السیف الصقیل، رسائل ابن تیمیہ، رسائل کوثری، المعتمد فی المعتقد للتورپشتی، ابو المعین شرح عقائد، حجۃ البالغہ وشرح، کتاب الآداب الشرعیہ، تعبیر نامہ از ابن سیرین، کتاب الوسیلہ، لابن تیمیہ، ندائے حق، الادلۃ القویہ، اعتقاد نامہ از شاہ ولی اللہ، مصباح الظلام۔

۵...... سیرت: کتاب الشفاء، نسیم الریاض شرح شفاء، اسمی الرسالات، فیوض الحرمین، تلقیح لابن الجوزی، اکمال الشیم، جواہر البحار، سیرت النبی ﷺ از سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ۔ حیات القلوب، زرقانی، نشر الطیب، النبوۃ والانبیاء علیہم السلام۔

۶...... تصوف: التعرف لمذہب اہل التصوف، تذکرۃ مشائخ دیوبند، کشف المحجوب، الکشف، عبقات، مبدء ومعاد از حضرت مجدد الف ثانی، امداد السلوک، امداد المشتاق، رسالہ مکیہ، ذخیرہ کرامت، عشرۃ طروس، سلاسل طیبہ از حضرت مدنی رحمہ اللہ، البرہان المؤید، المنن الکبریٰ، الیواقیت والجواہر للشعرانی۔ رسالہ قشیریہ۔

۷...... تاریخ: العبر فی خبر من غبر للذہبی۔ وفاء الوفاء فی اخبار دار المصطفیٰ ﷺ، درکامنہ، عمدۃ الاخبار، تاریخ مدینۃ الرسول، تاریخ الحرمین، شاطبی، تذکرۃ القراء، تذکرۃ المحدثین، تذکرۃ المفسرین، نزہۃ الخواطر، المنتظم لابن الجوازی، طبقات الحنابلہ۔ علماء ہند کا شاندار ماضی، سوانح شیخ الاسلام حضرت مدنی (منظوم)، کتاب الاموال للتقی، تجلیات عثمانی، تجلیات رحمانی، سوانح قاسمی، نقش حیات از حضرت مدنی رحمہ اللہ، مکاتیب شیخ الاسلام، مکاتیب رشیدیہ، معالم الخلافۃ، بستان المحدثین، طبقات کبریٰ از سبکی رحمہ اللہ۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر وقاہرہ، البدر الطالع۔ فتح افغانستان۔ الامام العازل۔ اسیر مالٹا، تذکرۃ الرشید۔ تذکرۃ الخلیل۔ نقوش وتاثرات۔ مکتوبات علیہ المؤ نذ رمضان ۸۰۶ھ۔

۸...... فضائل: القول البدیع فی الصلوۃ علی النبی الشفیع ﷺ از حافظ شمس الدین بن عبد الرحمن سخاوی رحمہ اللہ ۹۰۲ھ جلاء الافہام فی الصلوۃ والسلام علیٰ خیر الانام، فضائل درود شریف از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا۔

۹...... نعت وثناء: دیوان حسان بن ثابت۔ قصیدہ بردہ۔ لامیۃ المعجزات۔ قصائد قاسمی۔

۱۰...... رسائل: نقیب ختم نبوت، ماہنامہ دار العلوم دیوبند، الفرقان مجدد نمبر، صدق جدید لکھنو، ماہنامہ المفتی دیوبند، الصدیق ملتان، الجمعیۃ دہلی شیخ الاسلام نمبر، التبلیغ از حضرت تھانوی۔

چند مبارک کلمات

از: سید اخلد مدنی حفظہ اللہ

(نواسہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مدینۃ المنورہ)

حق تعالیٰ شانہ نے دین اسلام کو پسند فرما کر قیامت تک اس کو باقی رکھنے کا اعلان فرمایا اور آقاء نامدار کی ختم نبوت کے صدقے میں اس دین مبین کی نشر و اشاعت اور اس پر اٹھنے والے اعتراضات کے جوابات کے لئے اس امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلاما کے علماء راسخین کو پیدا فرمایا۔

ہمارے دور میں جس جماعت علماء حق نے اس کام کو پورے خلوص کے ساتھ احسن طور پر ادا فرمایا وہ جماعت علماء دیوبند ہے۔ امر بالمعروف کا شعبہ ہو، نہی عن المنکر ہو، تبلیغ ہو، جہاد ہو، تعلیم ہو، تزکیہ باطن ہو، نت نئے فتنوں کی سرکوبی ہو۔ امت کی راہنمائی ہو، ہر ہر میدان میں علماء دیوبند نے ہراول دستے کا کردار ادا فرمایا۔

پاکستان میں ایک فتنہ ''حیات الانبیاء علیہم السلام کا انکار اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر النبی ﷺ'' کو بعض علماء نے بڑی شدومد کے ساتھ ابھار کر امت میں اختلاف وافتراق کا بیج بونے کی کوشش کی جن کو عرف عام میں مماتی اشاعتی کہتے ہیں۔ مگر علماء حق نے بروقت اس فتنے کی سرکوبی کی اور اس خالص پاکستانی فتنے کو ختم فرمادیا۔

ان علماء ربانیین میں ایک ممتاز نام ومقام ہمارے نانا جی شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کے انتہائی مخلص خادم اور شاگرد رشید حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ آپ نے سب سے پہلے اس فتنے کے خلاف اور حیات الانبیاء علیہم السلام کے موضوع پر انتہائی مقبول ومحبوب کتاب بہ نام ''رحمت کائنات'' تحریر فرمائی، جس کی مقبولیت عند اللہ مسلم ہے۔ اب اس کا بیسواں ایڈیشن حضرت کے جانشین مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی طبع کرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطاء فرمائیں اور خلق خدا کو اس سے بہت زیادہ نفع اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین!

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمارے بہت قدیمی تعلقات ہیں۔ آپ کی وفات پر میرے والد گرامی حضرت مولانا سید رشید الدین نور اللہ مرقدہ سب اہل خانہ کی طرف سے تعزیت کے لئے اٹک خانقاہ مدنی تشریف لے گئے۔ میرے بڑے ماموں امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ اور میرے منجھلے ماموں استاد حدیث دار العلوم دیوبند حضرت سید ارشد مدنی دامت برکاتہم العالیہ بھی بارہا اٹک تشریف لے جاتے رہے۔

اور میں خود بھی خانقاہ مدنی اٹک شہر حاضر ہوا۔ قلبی سکون اور روحانی مسرت حاصل ہوئی۔ جانشین قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی صاحب کے علمی مشاغل، مساجد ومدارس کی تعمیرات اور ان کا نظم ونسق اور خانقاہی معمولات دیکھ کر دل سے دعائیں دیں۔ ''اللھم زد فزد وبارک فیہ''

اللہ تبارک وتعالیٰ حاسدین کے حسد اور ہر قسم کے فتنے اور تمام حوادثات سے ہمیشہ مامون مصؤن رکھیں۔ امین بحرمۃ سید المرسلین وسلم!

اخلد رشید الدین حسین، مقیم حال مدینۃ المنورۃ

۱۰ / محرم الحرام ۱۴۳۵ھ